اصلاحی خطبات

جلد ۱۳

- مسنون دعاؤں کی اہمیت
- بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں
- "بسم اللہ" کا عظیم فلسفہ
- وضو کے دوران اور بعد کی دعائیں
- مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں
- صبح کے وقت کی دعائیں
- گھر سے نکلنے اور داخل ہونے کی دعا
- کھانے سے پہلے اور بعد کی دعا
- مصیبت کے وقت کی دعا
- سوتے وقت کی دعائیں اور اذکار

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

میمن اسلامک پبلشرز

۱۳

اصلاحی خطبات

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

خطاب ☜ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب ☜ مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

تاریخ اشاعت ☜ فروری ۲۰۰۳ء

مقام ☜ جامع مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال، کراچی

باہتمام ☜ ولی اللہ میمن ۴۹۱۶۰۳۳ ☎

ناشر ☜ میمن اسلامک پبلشرز

کمپوزنگ ☜ عبدالماجد پراچہ (فون: 0333-2110941)

قیمت ☜ /- روپے

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴
- کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
- اقبال بک سینٹر صدر کراچی
- مکتبۃ الاسلام، الٰہی فلور مل، کورنگی، کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی

الحمدللّٰہ و کفی، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد!

اپنے بعض بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں احقر کئی سال سے جمعہ کے روز عصر کے بعد جامع مسجد البیت المکرّم گلشن اقبال کراچی میں اپنے اور سننے والوں کے فائدے کے لئے کچھ دین کی باتیں کیا کرتا ہے۔ اس مجلس میں ہر طبقہ خیال کے حضرات اور خواتین شریک ہوتے ہیں، الحمد للہ احقر کو ذاتی طور پر بھی اس کا فائدہ ہوتا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ سامعین بھی فائدہ محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

احقر کے معاون خصوصی مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہ نے کچھ عرصے سے احقر کے ان بیانات کو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ کر کے ان کے کیسٹ تیار کرنے اور ان کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جس کے بارے میں دوستوں سے معلوم ہوا کہ بفضلہٖ تعالیٰ ان سے بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

ان کیسٹوں کی تعداد اب ساڑھے چار سو سے زائد ہوگئی ہے۔ انہی میں سے کچھ کیسٹوں کی تقاریر مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہ نے قلمبند بھی فرمالیں اور

ان کو چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں شائع کیا۔ اب وہ ان تقاریر کا ایک مجموعہ ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

ان میں سے بعض تقاریر پر احقر نے نظر ثانی بھی کی ہے۔ اور مولانا موصوف نے ان پر ایک مفید کام یہ بھی کیا ہے کہ تقاریر میں جو احادیث آئی ہیں، ان کی تخریج کر کے ان کے حوالے بھی درج کر دیئے یہں، اور اس طرح ان کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ تقریروں کی تلخیص ہے جو کیسٹوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں، بلکہ خطابی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہے، تو وہ یقیناً احقر کی کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے ہے۔ لیکن الحمدللہ ان بیانات کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم، نہ بہ نقش بستہ مشوشم
نفسے بیاد بیاد تومی زنم، چہ عبارت وچہ معانیم

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان خطبات کو خود احقر کی اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، اور یہ ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے مزید دعا ہے۔ کہ وہ ان خطبات کے مرتب اور ناشر کو بھی اس خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائیں آمین۔

محمد تقی عثمانی

دارالعلوم کراچی ۱۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

عرضِ ناشِر

الحمد اللہ ''اصلاحی خطبات'' کی تیرھویں جلد قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ البتہ یہ جلد دوسری جلدوں سے کچھ مختلف ہے۔ اس لئے کہ یہ جلد ان خطبات پر مشتمل ہے جو شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے جمعہ کی نماز سے پہلے جامع مسجد بیت المکرّم، گلشن اقبال کراچی میں دیئے، تقریباً دوسال سے حضرت مولانا مدظلہم اپنے خطبات میں مسنون دعاؤں کی تشریح فرمارہے تھے۔ حضرت والا کی دلی خواہش تھی کہ مسنون دعاؤں کی یہ تشریح علیحدہ جلد میں یکجا ہوکر آجائے۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا مدظلہم کی دلی خواہش پوری فرمادی۔ اب یہ مسنون دعاؤں کی تشریح کا بہترین گلدستہ آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کواس گلدستہ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

طالب دعا

ولی اللہ میمن

۲۷رجنوری ۲۰۰۳ء

مسنون دعاؤں کی اجمالی فہرست
جلد ۱۳

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مسنون دعاؤں کی اہمیت	

وضو کے دوران کی مسنون دعا

وضو کے دوران ہر عضو دھونے کی علیحدہ دعا

کھانے سے پہلے اور بعد کی دعا

صفحہ نمبر	عنوان
	سوتے وقت کی دعائیں اور اذکار

مسنون دعاؤں کی اہمیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم ط

مسنون دعاؤں کی اہمیت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ نَحۡمَدُهٗ وَ نَسۡتَعِيۡنُهٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُهٗ وَ نُؤۡمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيۡهِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَيِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا ۔ مَنۡ يَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَأَشۡهَدُاَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِيۡكَ لَهٗ وَأَشۡهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُهٗ وَ رَسُوۡلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِيۡمًا كَثِيۡرًا ۔

أَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

(سورة البقرة:۱۸٦)

آپ ﷺ نے مانگنے کا طریقہ سکھایا

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امت پر یہ عظیم احسان ہے کہ آپ ﷺ نے قدم قدم پر ہمیں اللہ جل شانہ سے دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا، ورنہ ہم وہ لوگ ہیں کہ محتاج تو بے انتہا ہیں، لیکن اس کے باوجود مانگنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا کہ کس طرح مانگا جائے، ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کیا مانگا جائے؟

ہر عمل کے وقت علیحدہ دعا

حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ بھی سکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگو، اور صبح سے لے کر شام تک انسان جو بے شمار اعمال انجام دیتا ہے، تقریباً ہر عمل کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تلقین فرما دی۔ صبح کو جب بیدار ہو تو یہ دعا پڑھو، جب استنجاء کے لئے بیت الخلاء میں جانے لگو تو یہ دعا پڑھو، جب بیت الخلاء سے باہر نکلو تو یہ دعا پڑھو، جب وضو کرنا شروع کرو تو یہ دعا پڑھو، وضو کے دوران یہ دعا پڑھتے رہو، جب وضو سے فارغ ہو جاؤ تو یہ دعا پڑھو، جب وضو کر کے نماز

کے لئے مسجد جاؤ تو مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھو، جب مسجد سے باہر نکلو تو یہ دعا پڑھو، جب گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھو، جب بازار میں پہنچو تو یہ دعا پڑھو، گویا کہ ہر ہر نقل و حرکت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں تلقین فرمادیں۔

کثرت ذکر کا حکم

یہ درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے لئے ایک نسخہ اکسیر بتا دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا آسان ترین اور مختصر ترین راستہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ کچھ مانگتا رہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً۔

(سورۃ الاحزاب:۴۱)

اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابیؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

اَنْ يَكُوْنَ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللّٰهِ

یعنی تمہاری زبان ہر وقت اللہ جل شانہ کے ذکر سے تر رہے، یعنی ہر وقت

تمہاری زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کسی نہ کسی طرح جاری رہے۔ لہٰذا کثرت سے ذکر کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیا اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی فضیلت بیان فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ذکر سے بے نیاز ہیں

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے ذکر کرنے کا جو حکم دے رہے ہیں، کیا اس لئے حکم دے رہے ہیں کہ ''العیاذ باللہ'' ہمارے ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کو فائدہ پہنچتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو اس سے مزہ آتا ہے کہ میرے بندے میرا ذکر کر رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو، وہ ان باتوں کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اگر ساری کائنات ملکر ہر وقت اور ہر لمحے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کی شانِ کبریائی میں، اس کے جمال و جلال میں اور اس کی عظمت میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوتا۔ اور اگر ساری کائنات ''العیاذ باللہ'' یہ فیصلہ کرلے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرنا اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دے اور ذکر سے غافل ہو جائے اور معصیتوں کا ارتکاب کرنے لگے تو اس کی عظمت اور جلال میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوتی، وہ ذات تو بے نیاز ہے، وہ تو ''صمد'' ہے، وہ ہمارے اور آپ کے ذکر سے بھی بے نیاز ہے، ہمارے سجدوں سے بھی بے نیاز ہے، ہماری تسبیح سے بھی بے نیاز ہے، اس کو ہمارے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہمارا فائدہ ہے

لیکن ہمیں یہ جو حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ وہ فائدہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنے جرائم اور جتنی بُرائیاں ہوتی ہیں، ان سب بُرائیوں کی جڑ اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے، جب اللہ جل شانہ کی یاد سے انسان غافل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھتا ہے، تب وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اللہ تعالیٰ کا ذکر دل میں ہو اور دل میں یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے تو پھر اس سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔

غفلت سے گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے

چور جس وقت چوری کرتا ہے، اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے، اگر وہ غافل نہ ہوتا تو چوری کا ارتکاب نہ کرتا۔ بدکار جس وقت بدکاری کرتا ہے، اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوتا تو بدکاری کا ارتکاب نہ کرتا۔ اسی بات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا:

لا یزنی الزانی حین یزنی و هو مؤمن ولا
یسرق السارق حین یسرق وهو مؤمن۔

(بخاری، کتاب الحدود، باب الزنا وشرب الخمر)

یعنی جس وقت زنا کرنے والا زنا کرتا ہے اس وقت وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ مؤمن نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت اس کا ایمان مستحضر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی یاد مستحضر نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر مستحضر نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب چور چوری کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت وہ مؤمن نہیں ہوتا، یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اللہ تعالیٰ کا ذکر مستحضر نہیں ہوتا، اگر مستحضر ہوتا تو وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرتا۔ لہٰذا ساری برائیاں، ساری بداخلاقیاں، سارے مظالم جو دنیا میں ہو رہے ہیں، ان کا بنیادی سبب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونا ہے، اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔

دنیاوی ضرورتوں کے ساتھ کیسے ہر وقت ذکر کرے؟

اب سوال یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو کثرت سے کیسے یاد کرے؟ اس لئے کہ وہ تو ہر وقت دنیا کی ضرورتوں میں، دنیاوی تعلقات میں اور دنیا کے کام دھندوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت سے اس کا آسان طریقہ بتا دیا، وہ یہ کہ جب کوئی نئی حالت پیش آئے تو اس نئی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، جب ہر نئی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو گے تو رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں پیوست ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔ یہ ہر وقت کی کوئی نہ کوئی دعا آپ ﷺ نے جو سکھائی ہے، وہ اسی لئے سکھائی ہے تاکہ بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا عادی بنے اور اس کے نتیجے میں رجوع الی اللہ کا عادی بنے اور اس کا تعلق اللہ

تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے۔

یہ دعائیں آپ ﷺ کا معجزہ ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی دعائیں علوم کا ایک جہاں ہیں، اگر انسان صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی دعاؤں کو غور سے پڑھ لے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا رسول ہونے میں کوئی ادنی شبہ نہ رہے، یہ دعائیں بذات خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دلیل ہیں اور آپ کا معجزہ ہیں، کیونکہ کوئی بھی انسان اپنی ذاتی عقل اور ذاتی سوچ سے ایسی دعائیں مانگ ہی نہیں سکتا جیسی دعائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگیں اور اپنی امّت کو وہ دعائیں تلقین فرمائیں، ایک ایک دعا ایسی ہے کہ انسان اس دعا پر قربان ہو جائے۔

یہ دعائیں الہامی ہیں

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ دعائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر الہام ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہی آپ ﷺ کے قلب پر القاء فرمایا کہ مجھ سے یوں مانگو۔ اللہ تعالیٰ کی شان بھی عجیب وغریب ہے کہ دینے والے اور عطا کرنے والے بھی خود ہیں اور بندے کو دعا کرنے کا طریقہ بھی خود سکھاتے ہیں۔ یہ دعا سکھانے کا طریقہ ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آرہا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو دعا کی تلقین

جب حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی ہوگئی اور گندم کے درخت سے کھالیا تو بعد میں اپنی غلطی کا احساس تو ہوا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، لیکن اس غلطی کی تلافی کیسے ہو اور اس کی معافی کیسے مانگوں؟ اس کا طریقہ معلوم نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہی آپؑ کو اس کا طریقہ سکھایا۔ فرمایا:

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ

(سورۃ البقرۃ، آیت ۳۷)

یعنی آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کلمات سکھائے کہ مجھ سے یوں کہو اور اس طرح توبہ کرو، وہ کلمات یہ تھے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا
لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ O

(سورۃ الاعراف، آیت ۲۳)

خود ہی معاف کرنے والے ہیں، خود ہی توبہ قبول کرنے والے ہیں اور خود ہی الفاظ سکھا رہے ہیں کہ ہم سے ان الفاظ سے توبہ کرو تو ہم تمہاری توبہ قبول کرلیں گے۔

مسنون دعائیں درخواست کرنے کے فارم ہیں

دیکھئے! جب کسی دفتر میں کوئی درخواست دی جاتی ہے تو اس درخواست

کے فارم چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ اعلان ہوتا ہے کہ ان فارموں پر درخواست دی جائے، ان فارموں پر درخواست منظور کرنے والا خود الفاظ لکھدیتا ہے تاکہ درخواست دینے والے کے لئے آسانی ہو جائے اور اس کو مضمون بنانے کی تکلیف نہ ہو، بس اس فارم کو پڑھ کر دستخط کر کے ہمیں دیدو۔ اسی طرح یہ مسنون دعائیں درحقیقت اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنے کے فارم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں عطا فرمائے ہیں کہ جب ہم سے مانگنا ہو تو اس طرح مانگو جس طرح ہمارے نبی اور ہمارے محبوب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا ہے۔

مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

اللہ جل شانہ کی بارگاہ بھی ایسی بارگاہ ہے کہ اس سے جتنی چیزیں مانگی جائیں اور جتنی دعائیں کی جائیں، اس پر اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے اور نہ ہی ناراض ہوتے ہیں، بلکہ اس شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من لم يسأل الله يغضب عليه

جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

دنیا میں کوئی شخص کتنا بڑا سخی کیوں نہ ہو، اگر کوئی شخص اس سے صبح کے وقت مانگنے چلا جائے، پھر ایک گھنٹہ کے بعد مانگنے چلا جائے، پھر ایک گھنٹے کے بعد

دوبارہ اس کے گھر پہنچ جائے، تو وہ سخی بھی تنگ آ کر اس سے یہ کہہ دے گا کہ تونے تو میرا پیچھا ہی پکڑ لیا، کسی طرح میری جان چھوڑ۔ لیکن اللہ جل شانہ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ بندے جتنا اس سے مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ اتنا ہی ان سے راضی اور خوش ہوتے ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو اور بڑی سے بڑی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

اس لئے خیال ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مراحل پر جو دعائیں مانگی ہیں، ان دعاؤں کی تھوڑی سے تشریح آپ حضرات کے سامنے عرض کر دیا کروں، تاکہ وہ حقائق اور معارف جو ان دعاؤں میں پوشیدہ ہیں، ان کا کچھ حصہ ہمارے سامنے آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر موقع کی دعائیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سو کر اُٹھنے کی دُعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ط

سوکر اُٹھنے کی دُعا

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ
نُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ
شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا ۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ
اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ
وَأَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ
وَأَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً
عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی
اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا ۔
أَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط وَاِذَا سَاَلَکَ
عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ۔ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ
اِذَا دَعَانِ ○ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا
العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن
علی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین

والحمدللّٰہ رب العلمین۔

سوکر اٹھنے کی دعا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو دعائیں ارشاد فرمائیں، ان دعاؤں کی تھوڑی تھوڑی تشریح آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے وہ دعا جو بیدار ہوتے وقت پڑھنا منقول ہے، اس کی تھوڑی سی تشریح عرض کرتا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کے وقت بیدار ہوتے تو یہ کلمات فرماتے:

الحمدللّٰہ الذی أحیانا بعد ما أماتنا والیہ النشور

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور اسی کی طرف زندہ ہوکر جانا ہے۔ اس دعا میں ایک طرف تو اس بات پر شکر ادا ہورہا ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی مل گئی، کیونکہ ہوسکتا تھا کہ میں سوتے سوتے مرجاتا جیسے بہت سے لوگ سوتے سوتے مرجاتے ہیں، لیکن اے اللہ! آپ نے مرنے کے بعد مجھے دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ دوسری طرف اس دعا میں اس بات کا استحضار ہورہا ہے کہ یہ زندگی جو مل گئی ہے، یہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک وقت مجھے ضرور اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔

وہ شخص کیسا دن گزاریگا؟

لہٰذا جو شخص صبح اٹھتے ہی اپنے اللہ کو یاد کررہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کررہا ہے اور جو زندگی ملی ہے اس کو نعمت سمجھ رہا ہے اور ساتھ میں یہ بھی سمجھ رہا

ہے کہ یہ زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے بلکہ ایک وقت مجھے یہاں سے جانا بھی ہے، اگر ایک شخص صبح اٹھ کر یہ باتیں سوچے گا تو ایسا شخص اس دن کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں گزارنے کی کوشش کرے گا۔

وہ شخص ناکام نہیں ہوگا

جب ایک شخص نے صبح اٹھتے ہی کوئی کام نہیں کیا، نہ ابھی وضو کیا، نہ کسی سے بات کی، نہ کوئی اور کام کیا بلکہ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑ لیا اور یہ دعا پڑھ لی:

الحمدلِلّٰہ الذی أحیانا بعد ما أماتنا و الیه النشور

کیا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نامراد کریں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ناکام کریں گے جو صبح اٹھ کر سب سے پہلے یہ کہتا ہے کہ یا اللہ! میں کسی سے تعلق قائم نہیں کرتا بلکہ سب سے پہلے آپ سے تعلق جوڑتا ہوں۔

فرشتے اور شیطان کا مقابلہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب بندہ صبح بیدار ہوتا ہے تو بیدار ہوتے ہی اس کے پاس ایک فرشتہ اور ایک شیطان پہنچ جاتا ہے، شیطان یہ چاہتا ہے کہ یہ شخص میرا بن جائے اور صبح سے ہی میں اس کو اپنے قابو میں کرلوں اور اپنے ماتحت کرلوں اور یہ شخص میرے حکم پر چلے، جبکہ فرشتہ یہ چاہتا ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دن گزارے، پھر دونوں میں مقابلہ ہوتا ہے کہ دیکھیں یہ شخص شیطان کی بات مانتا ہے یا فرشتے کی بات مانتا ہے۔ حدیث

شریف میں آتا ہے کہ اگر اس وقت وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرلے اور اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرلے تو شیطان نامراد ہو جاتا ہے کہ اب یہ میرا بندہ نہیں رہا، اس نے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرلیا، لہٰذا اب میرا اس کے اوپر بس نہیں چلے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں اور شیطان نامراد ہو جاتا ہے۔

رات کو پھر مقابلہ

اسی طرح رات کو جب بندہ سونے کا ارادہ کرتا ہے اور بستر کی طرف جانے لگتا ہے تو اس وقت بھی ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کے پاس آجاتے ہیں، شیطان یہ چاہتا ہے کہ یہ میرا بندہ بن کر سوئے تاکہ رات کو اگر اس کا انتقال ہو جائے تو میں اس کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جاؤں، لیکن اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوتا ہے تو شیطان نامراد ہو جاتا ہے کہ اب اس کے اوپر میرا داؤ نہیں چلے گا۔ یہ بات حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ اس لئے فرمایا کہ صبح اٹھ کر پہلا کام یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرلو۔

صبح کی دعا

وہ اللہ کا بندہ جس نے صبح سب سے پہلے اٹھتے ہی اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کرلیا اور پھر اس کے بعد بھی جو کام کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کر رہا ہے، جب صبح ہو رہی ہے تو یہ دعا کر رہا ہے:

اللّٰھمّ بك اصبحنا و بك أمسينا و بك نحيٰ
و بك نموت و اليك النشور۔

اے اللہ! یہ جو صبح ہو رہی ہے یہ آپ کی بدولت ہو رہی ہے، اگر آپ کی رحمت نہ ہوتی تو یہ صبح کہاں سے آتی۔ ذرا غور کریں کہ ان الفاظ میں کیا کیا معانی پوشیدہ ہیں، ایک یہ کہ سوتے سوتے ہمارا انتقال نہیں ہوا، ہم مرے نہیں، کتنے لوگ ہیں جو سوتے سوتے مر جاتے ہیں۔

دن کی روشنی اللہ تعالیٰ کی نعمت

دوسرے یہ کہ یہ جو صبح ہوئی، کیا ہمارے بس میں تھا کہ اس صبح کو لے آتے، اگر رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہوتا اور چھایا ہی رہتا تو کیا ہمارے بس میں تھا کہ ہم روشنی نکال لاتے؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اَرَءَ یْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی
یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰـهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَأتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ۝

(سورۃ القصص: آیت ۷۱)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر دائمی طور پر رات مسلّط کر دے تو کون ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے۔ یا اللہ! یہ صبح آپ کے تخلیق کردہ نظام کے تحت ہو رہی ہے، آپ نے ایسا نظام مقرر کر دیا ہے کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو ستارے نکل آتے ہیں پھر جب ستارے غروب ہوتے ہیں تو سورج نکل آتا ہے۔ اس دعا میں اسی طرف اشارہ ہے کہ

اللّٰھمّ بك اصبحنا و بك أمسینا و بك نحیٰ و بك نموت

آخر میں فرمایا و الیك النشور۔ اس جملے سے یہ بات یاد دلائی جا رہی ہے کہ آخر میں اے اللہ! آپ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

شام کی دعا

پھر جب شام ہو جائے تو یہ دعا پڑھو:

اللّٰھمّ بك أمسينا وبك اصبحنا وبك نحیٰ وبك نموت

یا اللہ! یہ جو شام ہوئی، یہ بھی آپ کی بدولت ہوئی اور جو صبح ہوئی تھی وہ بھی آپ کی بدولت ہوئی تھی، ہم آپ کی بدولت زندہ ہیں اور آپ کی بدولت مرتے ہیں، آخر میں آپ کی طرف ہمارا ٹھکانہ ہوگا۔

ایسا شخص محروم نہیں ہوگا

جب بندہ صبح شام اس طرح اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہے، کیا اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو محروم کر دیں گے؟ ایسا بندہ کبھی محروم نہیں ہوسکتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اذکار اور دعائیں تلقین فرمائی ہیں ان کا اہتمام کریں، خود بھی ان کو یاد کریں اور اپنے بچوں کو بچپن سے ان اذکار کے پڑھنے کی عادت ڈالیں اور ان دعاؤں پر کبھی کبھی ترجمہ کے ساتھ غور کیا کریں کہ معانی کی عجیب کائنات ان کے اندر پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بیت الخلاء میں داخل ہونے

اور نکلنے کی دعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا

اور

اس کی حکمتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ـ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ـ

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۶)
آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ
النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاہدین
والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العالمین۔

تمہید

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو دعائیں تلقین فرمائی ہیں، ان دعاؤں کی تھوڑی تھوڑی تشریح آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، ان میں سے پہلی دعا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیدار ہوتے وقت پڑھنا منقول ہے، اس کی تھوڑی سی تشریح پچھلے جمعہ میں عرض کی تھی۔ (افسوس کہ یہ دعا ریکارڈ ہونے سے رہ گئی، اس وجہ سے قلم بند نہ ہوسکی۔ میمن)

بیت الخلاء میں جانے کی دعا

بیدار ہونے کے بعد عام طور پر انسان کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ تلقین فرمائی ہے کہ جب آدمی قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں جانے لگے تو داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

(بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الخلاء)

اے اللہ! میں خبیث مذکر مخلوقات سے اور خبیث مؤنث مخلوقات سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

دین اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ ان مواقع پر جہاں پر انسان ذکر کرتے ہوئے شرماتا ہے، وہاں کے لئے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نہ کوئی دعا اور کوئی نہ کوئی ذکر تلقین فرمایا ہے، تاکہ اس موقع پر بھی انسان کا رابطہ اللہ جل شانہ کے ساتھ قائم رہے۔

خبیث مخلوقات سے پناہ مانگنے کی حکمت

اس دعا میں خبیث مذکر اور خبیث مؤنث مخلوقات سے پناہ مانگنے کی جو تلقین فرمائی گئی ہے، اس کی حکمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمائی کہ:

اِن هذه الحشوش محتضرة فاذا أتى احدكم الخلاء فليقل اعوذ بالله من الخبث والخبائث

(ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب مايقول الرجل اذا دخل الخلاء)

یعنی وہ مقامات جہاں انسان قضاء حاجت کے لئے جاتا ہے، وہ شیاطین کی

آماجگاہ ہوتے ہیں، کیونکہ شیاطین عام طور پر گندے اور ناپاک مقامات پر پائے جاتے ہیں، اور چونکہ یہ خود خبیث مخلوق ہے، اس لئے گندی جگہ کو پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا جب تم ان گندے مقامات پر جاؤ تو اللہ کی پناہ میں آ جاؤ، کیونکہ وہ شیاطین بسا اوقات تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

شیاطین کا جسمانی نقصان پہنچانا

اب سوال یہ ہے کہ یہ شیاطین انسان کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اس کی تفصیل تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، لیکن دوسری روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیاطین جسمانی طور پور بھی انسان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور روحانی طور پر بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جسمانی نقصان یہ پہنچا سکتے ہیں کہ تمہیں ظاہری گندگی میں ملوث کر دیں اور اس کے نتیجے میں تمہارے کپڑے اور جسم ناپاک ہو جائیں۔ اور بعض اوقات جسمانی بیماری میں مبتلا کر دیتے ہیں، چنانچہ تاریخ میں بعض ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ شیاطین نے ان گندے مقامات پر باقاعدہ کسی انسان پر حملہ کیا اور بالآخر اس کو موت کے منہ میں پہنچا دیا۔ بہرحال! ان مقامات پر اس بات کا احتمال ہے کہ شیاطین کی طرف سے انسان کی صحت کو نقصان پہنچانے والے کام سرزد ہوں۔ بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بیماری کے جراثیم شیاطین ہی کا ایک حصہ ہوتے ہیں، لہٰذا ان مقامات پر انسان کی صحت کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے اور جسمانی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔

روحانی نقصان پہنچانا

اس کے علاوہ شیاطین روحانی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں، وہ اس طرح کہ ان مقامات پر شیاطین موجود ہوتے ہیں اور انسان وہاں پر ستر کھلا ہونے کی حالت میں ہوتا ہے، اس وقت شیطان انسان کے دل میں فاسد خیالات پیدا کرتا ہے، غلط قسم کے خیالات، غلط قسم کی خواہشات، غلط قسم کی آرزوئیں انسان کے دل میں پیدا کرتا ہے، چنانچہ ان مقامات پر انسان کے سفلی جذبات، سفلی خواہشات زیادہ زور دکھاتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی پناہ شامل حال نہ ہوتو انسان ان مقامات پر گناہوں کا بھی ارتکاب کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین فرمائی کہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے تم اللہ جل شانہ کی پناہ میں آجاؤ اور یہ کہو کہ یا اللہ! میں ایسی جگہ پر جارہا ہوں جہاں شیاطین کا اجتماع ہوگا اور جہاں شیاطین انسان کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں، اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں تاکہ ان شیاطین کے شر سے محفوظ رہوں۔

اس دعا کا دوسرا فائدہ

اس دعا کے پڑھنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آگئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ تمہارا رابطہ اللہ جل شانہ کے ساتھ جڑ گیا، اس گندی حالت میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ قائم کئے ہوئے ہے، اس کے

نتیجے میں وہ انشاء اللہ وہاں پر گناہوں سے اور غلط کاموں سے محفوظ رہے گا۔

بایاں پاؤں پہلے داخل کرنا

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی سنت قرار دیا کہ جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو پہلے بایاں پاؤں اندر داخل کرے اور اندر داخل ہونے سے پہلے وہ دعا پڑھ لے جو اوپر گزری۔

بیت الخلاء سے نکلتے وقت کی دعا

پھر انسان جب فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر نکلے تو اس وقت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری دعا تلقین فرمائی اور دوسرا ادب بیان فرمایا۔ وہ یہ کہ جب باہر نکلنے لگو تو پہلے دایاں پاؤں باہر نکالو اور پھر یہ دعا پڑھو:

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

(ابن ماجة، کتاب الطهارة، باب مایقول اذا خرج من الخلاء)

"غُفْرَانَكَ" کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! میں آپ سے مغفرت اور بخشش مانگتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ کس چیز سے مغفرت مانگتا ہوں؟ اس لئے کہ اس موقع پر بظاہر کسی گناہ کا ارتکاب تو نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس موقع پر دو باتوں سے مغفرت مانگتا ہوں۔ ایک اس بات سے کہ اس وقت میں جس حالت میں تھا، ہوسکتا ہے کہ مجھ سے کوئی غلط عمل سرزد ہوگیا ہو، اس سے مغفرت مانگتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اے اللہ! آپ نے اپنے فضل وکرم

سے مجھ پر جتنے انعامات فرمائے ہیں، میں ان انعامات پر شکر کا حق ادا نہیں کر پایا، اب ایک نعمت اور مجھے حاصل ہوگئی ہے۔

جسم سے گندگی کا نکل جانا نعمت ہے

کیونکہ جسم سے نجاست کا نکل جانا یہ اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام ہے کہ انسان کی زندگی کا دارومدار اس پر ہے۔ اب اس وقت اے اللہ! آپ نے جو یہ نعمت عطا فرمائی ہے، میں اس نعمت کے شکر کا حق ادا نہیں کرسکتا، اس پر میں آپ سے پہلے ہی مغفرت مانگتا ہوں۔

مغفرت مانگنے کے بعد یہ دعا فرمائی:

الحمدلِلّٰہ الذی أذھب عنّی الأذی و عافانی

یعنی اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھ سے گندگی کو دور کر دیا اور مجھے عافیت عطا فرمائی۔ اگر اس دعا میں غور کریں تو یہ نظر آئے گا کہ اس مختصر سی دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معانی کی عظیم کائنات بیان جمع فرما دی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری دعا بھی منقول ہے جس میں اس سے زیادہ وضاحت ہے۔

دوسری دعا

وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے واپس تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰی فِیَّ قُوَّتَهٗ
وَاَذْهَبَ عَنِّیْ اَذَاهُ۔ (کنز العمال، حدیث نمبر ۱۷۸۷۷)

اس دعا میں عجیب وغریب فقرے ہیں، ایسے فقرے کہنا پیغمبر کے علاوہ کسی اور کے بس کی بات نہیں۔ اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس کھانے کی لذت عطا فرمائی اور اس کھانے میں جو قوت والے اجزاء تھے اور جو میرے جسم کو طاقت بخش سکتے تھے، وہ اجزاء میرے جسم میں باقی رکھے اور جو اجزاء تکلیف دہ اور گندے تھے، وہ میرے جسم سے دور کر دیے۔ آپ غور کریں کہ انسان دن رات یہ کام کرتا رہتا ہے لیکن اس کے نعمت ہونے کی طرف دھیان نہیں جاتا۔

زبان کے ذائقے کیلئے کھاتے ہیں

ہم جب کھانا کھاتے ہیں تو ہمارے پیش نظر صرف زبان کا ذائقہ اور لذت ہوتی ہے، کھاتے وقت اس طرف دھیان نہیں ہوتا کہ یہ کھانا ہمارے اندر جا کر کیا فساد مچائے گا، چنانچہ جس چیز کے کھانے کو دل چاہا، لستم پستم کھالیا، روٹی بھی کھالی، گوشت بھی کھالیا، چاول بھی کھالئے، پھل بھی کھالئے، میٹھی چیز بھی کھالی، کبھی چٹخارے دار چیز بھی کھالی، سب کچھ منہ کے ذریعہ اندر جا رہا ہے، لیکن کچھ پتہ نہیں کہ یہ سب کچھ اندر جا کر کیا فساد مچائے گا۔ اب اگر آپ ان اشیاء کا تجزیہ کریں جن کو آپ بغیر سوچے سمجھے کھاتے رہے ہیں تو یہ نظر آئے گا کہ کسی چیز کا جسم پر کوئی اثر ہے اور کسی چیز کا جسم پر کوئی اثر ہے۔

جسم کے اندر خودکار مشین لگی ہوئی ہے

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہر انسان کے جسم میں خودکار مشین لگائی ہوئی ہے، وہ مشین تمہارے کھانے کے تمام اجزاء کا تجزیہ کرتی ہے، جو اجزاء جسم کے لئے نقصان دہ ہیں، ان کو الگ کرتی ہے، اور جو اجزاء فائدہ مند ہیں، ان کو الگ کرتی ہے، اگر یہ مشین خراب ہو جائے تو تمہارے لئے آج ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود اور لیبارٹریوں میں ٹیسٹ کرانے کے باوجود بھی یہ فیصلہ کرانا آسان نہ ہوتا کہ کون سے اجزاء تمہارے لئے مفید ہیں اور کون سے اجزاء تمہارے لئے مضر ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے جسم کے اندر جو مشین رکھی ہے، وہ مشین خود ٹیسٹ کرتی ہے اور اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ جو کچھ اس بے وقوف انسان نے کھایا ہے، اس نے تو صرف اپنی زبان کے ذائقے کی خاطر کھالیا ہے، اس غذا کے کتنے حصّے سے خون بنانا ہے اور کتنے حصّے سے ہڈیوں کو طاقت پہنچانی ہے، کتنے حصّے سے گوشت بنانا ہے، کتنے حصّے سے بینائی کو تقویت دینی ہے، کتنے حصّے سے بالوں کو تقویت دینی ہے اور بالوں کو لمبا اور سیاہ کرنا ہے۔ یہ خودکار مشین اس غذا کے ہر حصّے کو چھانٹ چھانٹ کر الگ کرتی ہے۔

جسم کے اجزاء اور ان کے کام

اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مشین یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اس غذا میں کون سے اجزاء مضر ہیں کہ اگر وہ اجزاء جسم کے اندر رہ گئے تو وہ اجزاء اس آدمی کو

بیمار کر دیں گے اور یہ بیماریوں کا شکار ہو جائے گا، پھر ان مضر اجزاء کو یہ مشین الگ کرتی ہے۔ اس پوری مشین کے ہر حصّے نے اپنا اپنا کام الگ الگ تقسیم کر رکھا ہے، مثلاً معدہ کھانے کو ہضم کرتا ہے، جگر خون بناتا ہے، گردہ یہ کام کرتا ہے کہ جسم کو جتنے پانی کی ضرورت ہے، اس کو باقی رکھتا ہے اور باقی زائد پانی کو پیشاب بنا کر خارج کرتا ہے، آنتیں سارے فضلے کو جمع کر کے خارج کرتی ہیں۔ اور ہر انسان کے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسا سیورج نظام قائم فرما دیا ہے کہ آج کی بڑی سے بڑی سائنس کی قدرت میں نہیں ہے کہ وہ ایسا سیورج نظام قائم کر دے، یہ نظام اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کی طلب کے بغیر، محنت کے بغیر اور اس کے لئے پیسے خرچ کئے بغیر دے رکھا ہے۔

اگر گردہ فیل ہو جائے تو!

اگر اس مشین کے کسی پرزے میں ذرا سی خرابی پیدا ہو جائے، مثلاً گردہ فیل ہو گیا اور باقی سب پرزے صحیح کام کر رہے ہیں، جگر بھی صحیح کام کر رہا ہے، دل بھی صحیح ہے، معدہ بھی صحیح ہے، آنتیں بھی صحیح کام کر رہی ہیں، صرف گردہ فیل ہو گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مشین جو سیّال اشیاء میں سے مفید اجزاء کو باقی رکھنے کے لئے اور مضر اجزاء کو خارج کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنائی تھی، وہ مشین کام نہیں کر رہی ہے، اب جب ڈاکٹر صاحب کے پاس گئے تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس کے عمل کو جاری رکھنے کے لئے ہر ہفتہ میں تین مرتبہ ڈائی لیسز (گردوں کی صفائی) کرانا ہوگا، اس کے نتیجے میں تھوڑا بہت اس کا تدارک ہو جائے گا، اور ایک ڈائی لیسز پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوگا، جس کا

مطلب یہ ہے کہ گردہ کے عمل کو صرف اس حد تک برقرار رکھنے کے لئے کہ انسان زندہ رہ سکے، اس پر ایک ہفتہ میں ہزار ہا روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔

یہ مشین ہر ایک کو حاصل ہے

لیکن اللہ جل شانہ نے ہر انسان کو چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو، شہری ہو یا دیہاتی ہو، عالم ہو یا جاہل ہو، تعلیم یافتہ ہو یا ان پڑھ ہو، ہر ایک کو یہ مشین دے رکھی ہے، یہ خود کار مشین ہے جو بغیر مانگے ہوئے اور بغیر پیسہ خرچ کئے ہوئے دے رکھی ہے۔ اس مشین کا ہر جز اپنا اپنا کام رہا ہے اور اس کام کرنے کے نتیجے میں جو اجزاء قوت والے اور جسم کے لئے فائدہ مند ہیں، ان کو محفوظ رکھ رہا ہے اور جو بے فائدہ ہیں ان کو پیشاب پاخانہ کے ذریعہ خارج کر رہا ہے۔

قضاء حاجت کے بعد شکر ادا کرو

اس لئے جب تم قضاء حاجت سے فارغ ہو تو اس پر شکر ادا کرلو اور کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

دیکھئے! یہ کام ایک مسلمان بھی کرتا ہے اور ایک کافر بھی کرتا ہے، لیکن مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جب تم بیت الخلاء سے باہر نکلو تو ذرا اس کا تصور کرلیا کرو کہ یہ نجاست، یہ گندگی، یہ تکلیف دہ اجزاء اگر میرے جسم سے خارج نہ ہوتے بلکہ اندر ہی رہ جاتے تو نہ جانے یہ میرے جسم کے اندر کیا خرابیاں اور کیا بیماریاں پیدا کرتے، اے اللہ! آپ کا شکر ہے اور آپ کا فضل و کرم ہے کہ آپ نے مجھ سے یہ گندگی دور فرما دی اور مجھے عافیت عطا فرما دی۔

ذرا دھیان سے یہ دعائیں پڑھ لو

اگر ہر مسلمان روزانہ بیت الخلاء جاتے وقت داخل ہونے کی دعا پڑھے اور نکلتے وقت خارج ہونے کی دعا پڑھے اور اس دھیان کے ساتھ پڑھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیسی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے تو کیا اس کے نتیجے میں اللہ جل شانہ کی عظمت اور محبّت پیدا نہیں ہوگی؟ کیا اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا نہیں ہوگی کہ جو مالک بے نیاز میرے جسم میں اتنی قیمتی مشینیں لگا کر میرے لئے یہ کام کرا رہا ہے، کیا میں اس کے حکم کی نافرمانی کروں؟ کیا میں اس کی نافرمانی پر کمر بستہ ہو جاؤں؟ کیا میں اس کی مرضی کے خلاف زندگی گزاروں؟ کیا میں اس کی دی ہوئی نعمتوں کو غلط استعمال کروں؟ اگر انسان یہ تصور کرنے لگے تو پھر کبھی گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت الخلاء سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لو، یہ کوئی منتر نہیں ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دیا ہے، بلکہ اس کے پیچھے ایک پورا فلسفہ ہے اور معانی کی پوری کائنات ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا ان دعاؤں کو پڑھنے کی عادت ڈالئے اور اس تصور کے ساتھ پڑھیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا نعمت ہم کو عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ؕ

وضو

ظاہری اور باطنی پاکی کا ذریعہ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّى فَاِنِّى قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۶)
آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم
وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی
ذٰلک من الشاھدین والشاکرین
والحمدللّٰہ ربّ العالمین

تمہید

بزرگان محترم و برادران عزیز! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو دعائیں تلقین فرمائی ہیں، وہ اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ اور اس کی حکمت بالغہ کا احساس اور اس کے ساتھ تعلق کو قوی کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں، اس لئے ان کی تشریح گزشتہ چند جمعوں سے شروع کی ہے۔ جب انسان صبح کے وقت بیدار ہو، اس وقت کیا دعا پڑھے؟ اور جب آدمی اپنی طبعی ضرورت کے لئے بیت الخلاء جائے تو اس وقت کیا دعا پڑھے؟ اور وہاں سے جب باہر نکلے تو اس وقت کیا دعا پڑھے؟ ان دعاؤں کی تشریح پچھلے جمعوں میں عرض کر دی۔

سب سے پہلے نماز کی تیاری

جب آدمی اپنی ضروریات سے فارغ ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ اس کے بعد سب سے پہلے وضو کرے، اگر صبح صادق سے پہلے اٹھنے کی توفیق ہوئی ہے تو وضو کر کے تہجد کی نیت سے چند رکعات ادا کرلے، اور اگر فجر کے وقت بیدار ہوا ہے تو مسلمان کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ فجر کی نماز ادا کرے اور نماز کی ادائیگی کے لئے پہلے وضو کرے۔

وضو کا ظاہری اور باطنی پہلو

اس وضو کا ایک ظاہری پہلو ہے اور ایک باطنی پہلو ہے۔ اس کا ظاہری پہلو یہ ہے کہ انسان کے ہاتھ منہ صاف ہو جائیں اور اس کا میل کچیل دور ہو جائے۔ اس مقصد کے تحت تو سب انسان ہاتھ منہ دھوتے ہیں، چاہے وہ مسلمان ہو، چاہے وہ کافر ہو۔ وضو کا باطنی پہلو یہ ہے کہ جس طرح وضو سے ظاہری اعضاء دھل رہے ہیں اور ان اعضاء کا میل کچیل دور ہو رہا ہے اور صفائی حاصل ہو رہی ہے اسی طرح جب یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہو رہا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو رہا ہو اور آپ ﷺ کی اتباع میں ہو رہا ہو تو اس عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسان کے باطن کے اندر ایک روحانیت اور نورانیت پیدا فرما دیتے ہیں اور قلب میں ایمان کا نور پیدا فرما دیتے ہیں اور اتباع سنت کی برکات عطا فرما دیتے ہیں۔ وضو کے یہ دو

فائدے ہیں۔

تیمّم میں باطنی پہلو موجود ہے

چنانچہ اگر کسی وقت انسان کو وضو کے لئے پانی نہ ملے یا پانی تو ہے لیکن بیماری کی وجہ سے وہ پانی استعمال نہیں کر سکتا، تو اس وقت شریعت کا حکم یہ ہے کہ وضو کے بجائے تیمّم کرلو، یعنی مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے چہرے پر اور اپنے ہاتھ پر پھیرلو۔ اس تیمّم میں ہاتھ اور چہرے کی ظاہری صفائی کا تو کوئی پہلو نہیں ہے، بلکہ الٹا ہاتھ اور چہرے پر مٹی لگا رہے ہیں، لیکن باطنی پہلو پھر بھی موجود ہے، وہ یہ کہ اس تیمّم کے ذریعہ باطن کے اندر روحانیت اور نورانیت پیدا ہو رہی ہے اور دل میں ایمان کا نور حاصل ہو رہا ہے۔

صرف ظاہری صفائی مقصود نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے ذریعہ محض ہاتھ منہ کو ظاہری میل کچیل سے صاف کرلینا مقصود نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ چیز مقصود ہوتی تو اللہ تعالیٰ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کا حکم نہ دیتے، بلکہ یہ حکم دیتے کہ ایسی صورت میں اسپنج کرلیا کرو اور اپنے تولئے کو پانی سے بھگو کر منہ اور ہاتھ پر پھیرلیا کرو، تاکہ اس کے ذریعہ تمہارے ہاتھ منہ کا میل کچیل دور ہو جائے، لیکن اللہ جل شانہ نے اس صورت میں اسپنج کا حکم دینے کے بجائے تیمّم کا حکم دیا۔

روح کی صفائی بھی مقصود ہے

اب بظاہر تو یہ بات الٹی معلوم ہو رہی ہے، کیونکہ اگر پانی سے منہ دھوتے تو ہاتھ منہ کی مٹی دور ہوتی، اور اب تیمم کا حکم دے کر یہ کہا جا رہا ہے کہ مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھ پر پھیرلو۔ اس کے ذریعہ یہ حقیقت بتلانی مقصود ہے کہ نہ پانی کی کوئی حقیقت ہے اور نہ وضو کی کوئی حقیقت ہے، بلکہ اصل بات ہمارے حکم کی اتباع میں ہے، جب ہم نے یہ حکم دیا کہ پانی استعمال کروتو وہ پانی تمہارے لئے پاکی، صفائی، نورانیت اور روحانیت کا سبب بن گیا اور جب ہم نے یہ کہا کہ مٹی استعمال کروتو وہی مٹی جو بظاہر دیکھنے میں انسان کو میلا بناتی ہے لیکن وہ تمہاری روح کو پاک و صاف کر دے گی اور تمہارے باطن کے اندر نور پیدا کر دیگی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وضو کا اصل مقصد صرف ہاتھ منہ کی صفائی نہیں ہے بلکہ روح کی صفائی بھی مقصود ہے۔

وضو کی حقیقت سے ناواقفیت کا نتیجہ

چنانچہ آجکل بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے وضو کرنے کا جو حکم دیا تھا، اس کا مقصود ظاہری صفائی حاصل کرنا تھا، اور وضو میں پاؤں دھونے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ اس زمانے میں عرب کے لوگ کاشتکاری کا کام کرتے تھے، جس کے نتیجے میں ان کے پاؤں میلے ہوجاتے تھے، اب تو آدمی صاف ستھرا رہتا ہے، ہر وقت موزے اور بوٹ پہنے ہوئے ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے پاؤں کو مٹی لگتی ہی نہیں، لہٰذا اگر ہم

پاؤں نہ دھوئیں یا جو کپڑے کے موزے ہم نے پہنے ہوئے ہیں، اس کے اوپر مسح کرلیں تو مقصد حاصل ہو جائے گا، پھر پاؤں دھونے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ باتیں وضو کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنیاد پر کہی جاتی ہیں، اس لئے کہ لوگ وضو کی حقیقت صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں صاف ہو جائیں۔

ورنہ نیت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی

یاد رکھئے! صرف ہاتھ پاؤں کا صاف ہو جانا تنہا یہ مقصد نہیں ہے، کیونکہ اگر تنہا یہ مقصد ہوتا تو پھر شرعاً یہ حکم نہ ہوتا کہ جب آپ نے ایک مرتبہ اچھی طرح منہ ہاتھ دھو لئے، لیکن وضو کی نیت نہیں کی تو وضو کی نیت نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں تو صاف ہوگئے اور وضو بھی ہو گیا، لیکن وضو کے انوار و برکات حاصل نہ ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف ہاتھ پاؤں کا صاف ہونا تنہا یہ مقصود نہیں۔

دوبارہ وضو کرنے کا حکم کیوں؟

اسی طرح اگر کسی شخص نے نیت کر کے وضو کیا اور ہاتھ پاؤں اچھی طرح دھو لئے، لیکن وضو کرنے کے بعد ہی وضو ٹوٹ گیا، اب شریعت کا حکم یہ ہے کہ دوبارہ وضو کرلو۔ اگر صرف ہاتھ پاؤں کی صفائی مقصود ہوتی تو دوبارہ وضو کرنے کا حکم نہ دیا جاتا، کیونکہ ابھی ابھی تو اس نے وضو کیا ہے اور مکمل صفائی حاصل کی ہے، لیکن حکم یہ ہے کہ اگر وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کرو۔ اس لئے کہ صرف ظاہر کی صفائی مقصود نہیں، بلکہ باطن کی صفائی بھی مقصود ہے، اور باطن کی

صفائی یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر ہر لمحے میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کا تابع بن جائے، اس کے حکم کا فرمانبردار بن جائے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جذبہ اس طرح پیدا ہو جائے کہ جب اس کا حکم آ جائے گا تو میں اس کے حکم کے آگے سر جھکا دوں گا، چاہے وہ حکم میری سمجھ میں آ رہا ہو یا سمجھ میں نہ آ رہا ہو، اس حکم کی عقلی حکمت معلوم ہو یا معلوم نہ ہو، اسی کا نام باطن کی صفائی ہے۔

حکم ماننے سے روحانیت مضبوط ہوگی

لہٰذا اگر کسی نے ابھی وضو کیا اور وضو کرتے ہی وضو ٹوٹ گیا، تو اب اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ نیا وضو کرو، حالانکہ یہ حکم عقل کے خلاف ہے، کیونکہ ابھی ابھی تو وضو کر کے بیٹھے ہیں، ابھی ابھی تو لئے سے ہاتھ منہ صاف کئے ہیں، اب دوبارہ وضو کرنے سے کیا حاصل؟ لیکن عقل میں اس حکم کی حکمت نہ آنے کے باوجود جب آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں یہ کام کرے گا تو اس کے باطن میں اتباعِ سنّت کا نور پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے جذبے کے نتیجے میں اس کی روحانیت مضبوط ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوگا۔

پاکی اور صفائی میں فرق

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکی اور صفائی دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ یہ بات درست نہیں، پاکی اور صفائی میں فرق ہے، اسلام میں پاکی بھی مطلوب ہے اور صفائی بھی مطلوب ہے، تنہا صفائی سے کام نہیں چلے گا، لہٰذا اگر آپ،

نے صفائی تو حاصل کر لی لیکن پاکی حاصل نہیں کی تو مقصود حاصل نہیں ہوا، کیونکہ ''پاکی'' کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ یہ پاک ہے تو وہ پاک ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ یہ کہہ دیں کہ یہ ناپاک ہے تو وہ ناپاک ہے، لہٰذا اگر کوئی چیز دیکھنے میں کتنی ہی صاف نظر آ رہی ہو، لیکن اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق وہ چیز پاک نہیں تو مقصود حاصل نہیں ہوا۔

خنزیر صاف ہونے کے باوجود ناپاک ہے

دیکھئے! خنزیر کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا کہ وہ ناپاک ہے۔ اب آج کل جو قومیں خنزیر کھاتی ہیں وہ خنزیر کی بہت صاف ستھرے فارم میں پرورش کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ دیکھنے میں بڑا صاف ستھرا نظر آتا ہے، لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ خنزیر سر سے لے کر پاؤں تک ناپاک ہے، چاہے وہ دیکھنے میں کتنا ہی صاف ستھرا نظر آ رہا ہو، لہٰذا وہ صاف تو ہے لیکن پاک نہیں ہے۔

شراب صاف ہونے کے باوجود ناپاک ہے

دیکھئے! شراب کو اللہ تعالیٰ نے ناپاک قرار دیا ہے اور بالکل اسی طرح ناپاک ہے جس طرح پیشاب ناپاک ہے، اب وہ شراب دیکھنے میں بظاہر صاف ستھری ہے، صاف شفاف خوبصورت بوتلوں میں رکھی ہوئی ہے، اور باقاعدہ لیبارٹریز میں ٹیسٹ کی ہوئی ہے کہ اس میں کوئی مضر صحت جراثیم موجود

نہیں ہیں، لیکن ان سب کے باوجود وہ شراب ''پاک'' نہیں، اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے فرما دیا کہ یہ ناپاک ہے، اب بندہ کا کام یہ ہے کہ اس کو ناپاک ہی سمجھے۔

وہ پانی ناپاک ہے

یا مثلاً ایک بالٹی پانی کی بھری ہوئی ہے، اس بالٹی میں ایک قطرہ پیشاب کا گر گیا، دیکھئے! پیشاب کے ایک قطرے کے گرنے سے بظاہر بالٹی کے پانی کے صاف ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر اسی بالٹی کے پانی سے کوئی کپڑا دھو گے تو وہ کپڑا بالکل صاف ستھرا ہو جائے گا، لیکن وہ کپڑا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پاک نہیں ہوگا، چنانچہ اگر اس کو پہن کر نماز پڑھو گے تو نماز نہیں ہوگی۔

پاکی اور صفائی دونوں مطلوب ہیں

اور اگر ایک کپڑے میں پیشاب کا قطرہ لگ گیا اور آپ نے اس کپڑے کو تین مرتبہ پانی سے دھولیا تو وہ کپڑا پاک ہو جائے گا، اگر چہ وہ میلا ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا وہ کپڑا صاف تو نہیں ہے لیکن پاک ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صاف چیز پاک ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر پاک چیز صاف بھی ہو، دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور اسلام میں دونوں چیزیں مطلوب ہیں، پاکی بھی مطلوب ہے اور صفائی بھی مطلوب ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ جمعہ کے روز طہارت

بھی حاصل کرو، غسل کرو، وضو کرو، پاک کپڑے پہنو، لیکن ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ جتنا ہو سکے انسان جمعہ کے دن صاف کپڑے پہن کر مسجد میں آئے، میلے کچیلے کپڑے پہن کر نہ آئے، تاکہ ساتھ بیٹھنے والے کو تکلیف نہ ہو۔ لہٰذا اسلام میں پاکی بھی مطلوب ہے اور صفائی بھی مطلوب ہے اور ایک کو حاصل کرنے سے دوسرا حاصل نہیں ہوتا، وضو کے اندر اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں رکھی ہیں، اس میں پاکی بھی ہے اور صفائی بھی ہے۔

انگریزوں کی ظاہری صفائی کی حقیقت

یہ انگریز اور مغربی ممالک کے لوگ دیکھنے میں بڑے صاف ستھرے نظر آتے ہیں اور ساری دنیا پر ان کی صفائی ستھرائی کا رعب جما ہوا ہے، لیکن اگر ان کی اندرونی زندگی میں جھانک کر دیکھو تو یہ نظر آئے گا کہ ان کے یہاں پاکی کا کوئی تصور نہیں، چنانچہ جب وہ لوگ قضاء حاجت سے فارغ ہوتے ہیں تو اس کے بعد پانی کے استعمال کا کوئی تصور نہیں، صرف ٹائیلٹ پیپر سے اپنی نجاست صاف کر لیتے ہیں۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ انسان ٹائیلٹ پیپر سے کس حد تک نجاست کو صاف کر سکتا ہے۔ اور اگر کسی نے بہت زیادہ صفائی حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے یہ کیا کہ غسل کرنے کے ٹب میں پانی بھر کے اسی گندگی اور ناپاکی کی حالت میں جا کر بیٹھ گیا اور اسی میں بیٹھ کر صابن بھی لگالیا، اب اس ٹب کا پانی صابن اور نجاست کا مکسچر بن گیا اور اسی مکسچر میں اس نے دو چار غوطے لگا لئے، غوطے لگانے کے نتیجے میں ظاہری طور پر جسم پر

سے میل کچیل صاف ہوگیا۔ اور اگر کسی کو اس سے زیادہ صفائی کا خیال آیا تو اس نے شاور لے لیا اور اس سے اپنے بدن کو دھولیا، لیکن اکثر شاور کی نوبت نہیں آتی، بلکہ اسی حالت میں ٹب سے نکل کر جسم خشک کرلیا اور پاؤڈر اور کریم لگا کر ظاہری ٹیپ ٹاپ کر کے غسل خانے میں سے باہر آ گئے اور صاف ستھرے ہو گئے، یہ ہے ان انگریزوں کی صفائی کی حقیقت۔

مسلمانوں میں پاکی اور صفائی کا اہتمام

لیکن اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو دونوں چیزوں کا ایک ساتھ حکم دیا، طہارت کا بھی حکم دیا اور نظافت کا بھی حکم دیا، فرمایا کہ پاک بھی رہو اور صاف ستھرے بھی رہو۔ اسی لئے اللہ جل شانہ نے استنجاء کرنے کا ایسا طریقہ مقرر فرمایا کہ گندگی سے پاکی حاصل کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا، چنانچہ آپ اگر مسلمانوں کے علاقوں کے علاوہ دنیا کے جس علاقے میں چلے جائیں تو وہاں آپ کو قضاء حاجت کے بعد صفائی ستھرائی حاصل کرنے کا ایسا انتظام نہیں ملے گا جو مسلمانوں کے ہاں آپ کو نظر آئے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دونوں باتوں کا حکم دیا ہے، طہارت کا بھی اور صفائی کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے یہ نعمت مسلمانوں کو عطا فرمائی۔

ایک یہودی کا اعتراض اور اسکا جواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء کرنے کی عملی صورتیں صحابہ کرامؓ کو سکھائیں، یہاں تک کہ ایک یہودی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے بطور اعتراض کے یہ کہنے لگا کہ:

علمکم نبیکم کل شئی حتی الخراء

یعنی تمہارے نبی ﷺ بھی بڑے عجیب ہیں کہ تمہیں گندی گندی باتیں بھی سکھاتے ہیں کہ بیت الخلاء میں کس طرح داخل ہوں اور کس طرح فارغ ہوں۔ اس نے یہ بات اعتراض کے طور پر کہی کہ نبی کی شان تو بڑی ہوتی ہے، وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں کیوں الجھتے ہیں۔ جواب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

أجل

یعنی ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز سکھائی ہے، یہاں تک کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی سکھایا ہے، کیونکہ ہمارے نبی ہمارے اوپر شفیق باپ کی طرح ہیں، ماں باپ جس طرح بچے کو دوسری باتیں سکھاتے ہیں، اسی طرح بچے کو یہ بھی سکھاتے ہیں کہ قضاء حاجت کیسے کی جائے اور پاکی کیسے حاصل کی جائے۔

قضاء حاجت کے بارے میں حضور ﷺ کی تعلیم

چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ جب قضاء حاجت کے لئے بیٹھو تو قبلے کی طرف رخ کر کے نہ بیٹھو اور نہ ہی قبلے کی طرف پشت کر کے بیٹھو۔ اور ہمیں حکم فرمایا کہ تین پتھر استعمال کرو۔ اس زمانے میں پتھر استعمال ہوتے تھے۔ اور ہمیں وہ چیزیں بتائیں کہ ہم کس چیز سے استنجاء کر سکتے

ہیں اور کس چیز سے استنجاء نہیں کر سکتے۔ لہٰذا تم تو ان چیزوں پر اعتراض کر رہے ہو لیکن ہمارے لئے یہ باعث فخر ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں یہ سب باتیں بتائی ہیں اور الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ایسا جامع دین عطا فرمایا ہے۔

وضو سے ظاہری اور باطنی پاکی حاصل ہوتی ہے

بہر حال! جو وضو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے، یہ محض ہاتھ منہ صاف کرنے کا ذریعہ نہیں، بیشک اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے ہاتھ منہ صاف ہوتے ہیں، اور جو شخص دن میں پانچ مرتبہ وضو کرے گا، اس کے جسم پر گندگی نہیں رہے گی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ وضو ایک روحانی عمل بھی ہے جس کے ذریعہ باطن کی صفائی کی جارہی ہے، باطن کا تزکیہ کیا جارہا ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کے وقت تمہاری زبان پر ذکر ہونا چاہئے، تاکہ باطن کی صفائی پختہ اور مستحکم اور دیرپا ہو جائے، چنانچہ فرمایا کہ وضو کرتے وقت بلاضرورت باتیں مت کرو اور یہ کوشش کرو کہ جتنا وقت وضو میں لگ رہا ہے، وہ وقت بھی اللہ کے ذکر میں صرف ہو۔ چنانچہ احادیث میں وضو کے دوران جو اذکار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان کے بارے میں انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں عرض کروں گا۔

آج کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم وضو کرنے بیٹھو تو اس وقت ذرا دھیان اور توجہ کو اس طرف لگاؤ کہ جو کام میں شروع کر رہا ہوں، اس سے صرف ظاہری اعضاء ہی کی صفائی مقصود نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ

میرے باطن کو بھی صاف کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا مجھے یہ کام سنّت کے مطابق کرنا چاہئے، تاکہ یہ دونوں مقصد ایک ساتھ حاصل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

ہر کام سے پہلے ''بسم اللہ'' کیوں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِیَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ ؕ اُجِیبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۶)

آمنت باللہ صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ
النبی الکریم ونحن علی ذٰلِکَ من الشاھدین
والشاکرین والحمدللہ ربّ العالمین

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز، گزشتہ چند جمعوں سے ادعیہ ماثورہ کا ذکر چل رہا ہے، جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ وضو کے اندر دو پہلو ہیں، ایک پہلو اعضاء کی ظاہری صفائی کا ہے اور دوسرا پہلو باطنی طہارت کا ہے، یعنی وضو سے صرف وضو کے اعضا ہی صاف نہیں ہوتے بلکہ وضو سے ایک باطنی طہارت بھی حاصل ہوتی ہے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ وضو کرنے والے کے دل اور روح کے اندر ایک نور پیدا کر دیتے ہیں۔

وضو سے باطنی نور بھی مقصود ہے

ایک شخص مسلمان نہیں ہے، وہ اگر وضو کے سارے کام کرے، مثلاً ہاتھ دھوئے، کلی کرے، ناک صاف کرے، منہ دھوئے، سر کا مسح کرے، پاؤں بھی دھوئے، تو اس کے نتیجے میں صفائی تو حاصل ہو جائے گی، لیکن اس وضو کا نور اور اس کی روحانی برکات اس کو حاصل نہیں ہوں گی۔ لہٰذا مسلمان کو

جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نماز سے پہلے وضو کرے، اس کا مقصد محض ظاہری بدن کی صفائی نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس وضو کے ذریعہ اس کے باطن میں اور اس کی روح میں ایک نور اور برکت پیدا ہو اور اس کے باطن کی بھی صفائی ہو جائے۔

وضو کی نیت کریں

اس باطن کی صفائی کے لئے ضروری ہے کہ انسان وضو کرنے سے پہلے نیت کرے، کیونکہ اگر کسی شخص نے وضو کی نیت کے بغیر ہاتھ پاؤں دھو لئے تو اگرچہ وضو ہو جائے گا، لیکن چونکہ یہ نیت نہیں تھی کہ میں اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کر رہا ہوں، اس لئے باطنی انوار و برکات اس وضو کے ذریعہ حاصل نہیں ہوں گے۔ لہٰذا سب سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔

وضو سے پہلے "بسم اللہ" پڑھیں

دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ وضو کرنے سے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا نام لے کر وضو کرے، یعنی بسم اللہ پڑھ کر وضو کرے تو یہ وضو اس کے جسم کے تمام اعضاء کی طہارت کا سبب بن جائے گا، اور اگر کوئی شخص "بسم اللہ" پڑھے بغیر وضو کریگا تو صرف وہی اعضاء صاف ہوں گے جن کو اس نے وضو میں دھویا ہے۔ اس

حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنے کو جو سنت قرار دیا گیا ہے، وہ اس لئے ہے تاکہ وضو سے پورا فائدہ حاصل ہو جائے۔

''بسم اللہ'' ظاہری اور باطنی نور کا ذریعہ ہے

آپ اندازہ لگائیں کہ اگر ایک شخص وضو سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھ لے تو اس میں کونسی محنت خرچ ہوتی ہے، کونسی اس میں مشقت ہوتی ہے، کونسا اس میں وقت خرچ ہوتا ہے، کونسا اس میں پیسہ خرچ ہوتا ہے، لیکن یہ چھوٹا سا عمل انسان کے ظاہر اور باطن دونوں کی طہارت اور نور کا سبب بن جاتا ہے۔ بعض اوقات دھیان نہ کرنے کی وجہ سے ہم لوگ اس قسم کی برکات سے محروم رہ جاتے ہیں، اس لئے وضو شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

وضو گناہوں کی صفائی کا ذریعہ بھی ہے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی ''بسم اللہ'' پڑھ کر وضو کرتا ہے تو جس وقت وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو چہرے سے اس نے جو گناہ صغیرہ کئے ہوتے ہیں، وہ سب چہرہ دھونے سے دھل جاتے ہیں۔ اب ظاہر میں تو ہمیں یہ نظر آ رہا ہے کہ وضو کے ذریعہ چہرے کا گرد و غبار اور میل کچیل دھل گیا اور چہرہ صاف ستھرا ہو گیا، لیکن جو چیز ہمیں نظر نہیں آ رہی ہے، اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جب تم چہرہ دھوتے ہو تو تمہارے چہرے سے جتنے صغیرہ گناہ ہوئے ہیں، وہ بھی ساتھ میں دھل

جاتے ہیں، اور جب تم ہاتھ دھوتے ہو تو تمہارے ہاتھ سے جتنے گناہ ہوئے ہیں وہ بھی دھل جاتے ہیں، اور جب تم سر کا مسح کرتے ہو تو اس کے ساتھ تمہارے سر کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور جب تم کانوں کا مسح کرتے ہو تو اس کے ساتھ تمہارے کانوں کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور جب تم پاؤں دھوتے ہو تو جن گناہوں کی طرف تم پاؤں سے چل کر گئے، ہو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دیتے ہیں، یہاں تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان وضو کر کے فارغ ہوتا ہے تو وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو چکا ہوتا ہے۔

صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں

لیکن اس حدیث میں جن گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، وہ صغیرہ گناہ ہیں، لیکن کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، اسی طرح جو گناہ حقوق العباد سے متعلق ہوں، مثلاً کسی بندہ کا حق پامال کیا ہو تو وہ اس بندے سے اپنا حق معاف کرائے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ البتہ اللہ تعالیٰ ہر وضو میں تمہارے صغیرہ گناہ معاف فرما رہے ہیں، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلاً كَرِيْماً ○

(سورۃ النسآء، آیت ۳۱)

یعنی اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے تو جو تمہارے چھوٹے گناہ ہیں، ان کا کفارہ ہم خود کرتے رہیں گے اور ایک باعزت جگہ یعنی جنّت میں داخل کریں گے۔ اور دوسری آیت میں چھوٹے گناہوں کی معافی کا ایک قاعدہ بیان فرمایا کہ:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔

(سورۂ هود، آیت ۱۱۴)

بیشک نیکیاں چھوٹے گناہوں کو دھوتی رہتی ہیں۔

مثلاً کوئی صغیرہ گناہ ہوگیا، اس کے بعد وضو کرلیا تو وہ گناہ معاف ہوگیا، اور نماز کے لئے مسجد کی طرف چلے تو اب ہر ایک قدم پر ایک صغیرہ گناہ معاف ہو رہا ہے، نماز پڑھنے سے صغیرہ گناہ معاف ہو رہے ہیں۔ بہرحال! اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم تمہارے صغیرہ گناہ معاف کرتے رہیں گے، بشرطیکہ تم کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی اتباع میں آدمی جب وضو کر رہا ہے تو اس وضو سے صرف جسم کی ظاہری صفائی ہی حاصل نہیں ہو رہی بلکہ اس وضو سے اس کے باطن کی بھی صفائی ہو رہی ہے، اس وضو سے اس کے گناہ بھی معاف ہو رہے ہیں اور اس کے دل میں نور بھی پیدا ہو رہا ہے، اس لئے فرمایا کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر وضو شروع کرو۔

''بسم اللہ'' کا فائدہ

حدیث شریف میں ''بسم اللہ'' کے سلسلے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَأُ فِیْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ۔

یعنی دنیا یا آخرت کا ہر اہم کام اگر ''بسم اللہ'' سے شروع نہ کیا جائے تو وہ ادھورا اور ناقص ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اور اگر اسی کام کو ''بسم اللہ'' پڑھ کر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت عطا فرمائیں گے اور اس میں دین کا بھی فائدہ ہوگا اور دنیا کا بھی فائدہ ہوگا۔

''بسم اللہ'' پڑھنے میں کیا حکمت ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے کہ ''بسم اللہ'' پڑھ کر کام کرو تو مکمل اور ''بسم اللہ'' کے بغیر کام کرو تو وہ کام ادھورا ہے اور ناقص ہے، حالانکہ دنیا کا ایک کام ہم نے ''بسم اللہ'' کے بغیر کرلیا تو بظاہر دیکھنے میں یہ نظر آ رہا ہے کہ وہ کام پورا ہوگیا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ وہ کام ناقص اور ادھورا ہے۔ اور بعض جگہوں پر ''بسم اللہ'' کو اتنی اہمیت دی کہ اگر وہ کام ''بسم اللہ'' پڑھے بغیر کرلیا تو وہ کام شرعاً معتبر ہی نہیں۔ مثلاً آپ نے ایک حلال جانور ذبح کیا، لیکن ذبح کے وقت قصداً ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی،

اب صرف عقل سے سوچنے والے لوگ تو یہ کہیں گے کہ ''بسم اللہ'' نہ پڑھنے سے جانور پر کیا فرق پڑا؟ اگر ''بسم اللہ'' پڑھ کر ذبح کرتے، تب بھی رگیں کٹتیں اور اگر ''بسم اللہ'' پڑھے بغیر ذبح کیا تب بھی رگیں کٹ گئیں اور خون اتنا ہی نکلا، اور شریعت نے جانور کو ذبح کرنے کا جو حکم دیا ہے، اس کا مقصد بھی یہ ہے کہ خون اس کے جسم میں رہ کر گوشت میں فساد پیدا نہ کرے اور پھر وہ گوشت انسان کی صحت کے لئے مضر نہ ہو۔ یہ مقصد تو بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کرنے سے بھی حاصل ہو گیا، پھر ''بسم اللہ'' نہ پڑھنے سے کیا نقصان ہوا؟

وہ جانور حلال نہیں

لیکن ایسے جانور کے بارے میں قرآن کریم کا صریح ارشاد ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ۔

(سورۃ الانعام، آیت ۱۲۱)

یعنی جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کو
ہرگز مت کھاؤ اور ایسے جانور کو کھانا فسق ہے۔

یعنی ایسے جانور کو کھانا بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسے شراب پینا، خنزیر کھانا، زنا کرنا گناہ ہیں۔ اب بظاہر تو ایسا جانور بالکل صاف ستھرا ہے، اس کی ساری رگیں کٹی ہوئی ہیں، خون نکلا ہوا ہے، صرف یہ کہ ذبح کے وقت زبان سے بسم اللہ نہیں پڑھی۔

کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ''بسم اللہ'' نہ پڑھنے کا اس جانور پر کیا اثر پڑ گیا؟ اگر بسم اللہ پڑھ لیتے تو کیا اس ''بسم اللہ'' کی آواز اس کے کان کے اندر پہنچ جاتی؟ یا یہ ''بسم اللہ'' کوئی منتر ہے کہ اس کے پڑھنے سے وہ حلال ہو جاتا؟

ذبح کے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنے میں عظیم حقیقت

بات دراصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ ذبح کے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنے کا حکم دے کر ایک عظیم حقیقت کی طرف انسان کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ذرا یہ تو سوچو کہ جس جانور کو تم ذبح کر رہے ہو، یہ بھی تو تمہاری طرح جاندار ہے، ہم نے اس کو بھی پیدا کیا اور تمہیں بھی پیدا کیا، تم بھی جاندار ہو اور یہ بھی جاندار ہے، اور جاندار ہونے کی حیثیت سے جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے اور تمہیں کوئی زخمی نہ کرے، اسی طرح جانور بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور کوئی زخم نہ لگائے۔ اور جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ تم زندہ رہو، تمہیں موت نہ آئے اور تمہیں ہر وقت موت سے ڈر لگتا ہے، اسی طرح جانور بھی چاہتے ہیں کہ وہ زندہ رہیں، ان کو موت نہ آئے اور ان کو بھی موت سے ڈر لگتا ہے، یہ جانور بھی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر بھی جان ڈالی ہے۔ اگر کوئی شخص تمہارے گلے پر چھری پھیر کر ذبح کر کے تمہیں کھانا چاہے تو تمہیں کس قدر برا لگے گا اور اس کو تم اپنے اوپر کتنا ظلم سمجھو گے۔

تم جانور کو موت کے گھاٹ کیوں اتار رہے ہو؟

لہٰذا تم اپنے ذبح ہونے کو تو برا سمجھتے ہو اور اپنی موت کو تو تم اتنا مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھتے ہو اور ہماری ہی پیدا کی ہوئی مخلوق کے گلے پر روزانہ چھری پھیر کر اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھاتے ہو، کبھی تمہیں یہ خیال نہیں آتا کہ میں اس مخلوق پر ظلم کر رہا ہوں، یہ مخلوق بھی تو جاندار ہے، لیکن میں نے اپنے ذائقے کی خاطر اس کے گلے پر چھری پھیر کر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ذرا سوچو کہ تم یہ کیا کام کرنے جا رہے ہو؟ اپنے ذائقے کے خاطر ایک مخلوق کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہو؟

یہ جانور تمہارے لئے پیدا کئے گئے ہیں

اگر اس عمل کا جواز ہوسکتا ہے تو وہ صرف ایک ہے، وہ یہ کہ جس پیدا کرنے والے نے اس جانور کو بھی پیدا کیا اور تمہیں بھی پیدا کیا، اسی پیدا کرنے والے نے یہ تقسیم کر دی کہ اگرچہ جانور بھی ہماری جاندار مخلوق ہے، لیکن ہم نے اس کو ایک دوسری جاندار مخلوق کی خاطر پیدا کیا ہے، یعنی یہ جانور بکرا، دنبہ، گائے، اونٹ، یہ سب اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا فرمائے ہیں، اور چونکہ ان کا مقصد تخلیق یہ ہے کہ یہ انسان کو فائدہ پہنچائیں، اس وجہ سے تم روزانہ اس کے گلے پر چھری پھیر کر اس کو کھاتے ہو اور دنیا میں اس کو کوئی ظلم نہیں سمجھتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔

(سورۃ البقرۃ، آیت ۲۹)

یعنی زمین میں جو کچھ ہے، اے انسان! ہم نے تیرے لئے پیدا کیا ہے، لہٰذا جانور کو ذبح کر کے کھانا تمہارے لئے حلال اور جائز ہے۔

لیکن جس وقت تم ذبح کا عمل کرو، اس وقت اس حقیقت کا اعتراف کرو کہ جانور کو ذبح کرنا اصولاً میرے لئے ظلم تھا، لیکن میرے لئے میرے خالق نے اس ظلم کو جائز کر دیا اور میرے نفع کی خاطر میرے مالک نے اس کو میرے لئے حلال کر دیا۔ اس لئے جب تک تم یہ اعتراف نہیں کرو گے کہ اس جانور کو میرے خالق نے میرے لئے حلال کیا ہے ورنہ یہ میرے لئے حلال نہیں تھا، اس وقت تک وہ جانور تمہارے لئے حلال نہیں۔

''بسم اللہ'' ایک اقرار ہے

لہٰذا جس وقت تم ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر یا ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کر جانور کو ذبح کر رہے ہو تو یہ کوئی منتر نہیں ہے جسے زبان سے پڑھ رہے ہو، بلکہ اس کے ذریعہ تم اس حقیقت کا اعتراف کر رہے ہو کہ میں یہ جانور اس اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر رہا ہوں جس نے اس مخلوق کو میرے لئے پیدا کیا اور میرے لئے حلال کر دیا۔ اور ساتھ میں جب تم نے ''بسم اللہ اللہ اکبر'' پڑھا تو تم نے اس کے ذریعہ اس بات کا اقرار کرلیا کہ اللہ ہی سب سے بڑا ہے، اور چونکہ وہ سب سے بڑا ہے، اس لئے وہی اس بات کا حق رکھتا ہے کہ وہ یہ فیصلہ

کرے کہ کونسی مخلوق کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے، اب اس اعتراف کے بعد جب تم جانور کے گلے پر چھری پھیرو گے تو وہ جانور تمہارے لئے حلال ہو جائے گا، لیکن اگر تم نے غفلت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا اعتراف کئے بغیر اس کے گلے پر چھری پھیر دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اس جانور کے حلال ہونے کی شرط پوری نہیں کی، لہٰذا وہ جانور تمہارے لئے حرام ہے۔ ایسا جانور اس جانور کی طرح ہے جو اپنی موت مر گیا ہو، دونوں میں کوئی فرق نہیں، حالانکہ اس جانور کا خون بہہ گیا ہے اور ڈاکٹر بھی اس کے بارے میں رپورٹ دیدیں گے کہ طبی اعتبار سے اس جانور کا کھانا صحت کے اعتبار سے نقصان دہ نہیں ہے، لیکن قرآن کریم یہ فتویٰ دے رہا ہے کہ اس کا کھانا حلال نہیں، کیونکہ تم نے اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے۔ ''بسم اللہ'' پڑھنے سے ایک تو یہ اعتراف ہو رہا ہے۔

''بسم اللہ'' کی ایک اور حقیقت

دوسرے ''بسم اللہ'' سے ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو تمہارے لئے پیدا کیا، اس لئے تمہارے لئے اس کا کھانا حلال ہے، لیکن یہ بتاؤ کہ تمہارے اندر وہ کون سے سرخاب کے پر ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ ساری مخلوق تمہاری تسکین کے لئے پیدا فرمادی ہے، حالانکہ تم درخت کے پتوں پر بھی گزارہ کر سکتے تھے، اور ان پتوں کے ذریعہ بھی تمہاری بھوک مٹ جاتی، سبزیوں سے بھی تمہاری بھوک مٹ

جاتی، زمین سے اُگنے والی چیزوں سے بھی مٹ جاتی، لیکن صرف تمہارا ذائقہ بہتر کرنے کے لئے اور تمہیں اچھی غذا فراہم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتنی بڑی مخلوق پیدا کر دی اور تمہیں اس کی اجازت دیدی کہ تم اس کو موت کے گھاٹ اتارتے رہو اور اس کے ذریعے اپنے لئے لذت کا سامان فراہم کرتے رہو۔

جان بھی لے لو اور ثواب بھی لوٹو

کسی نے بکرے کی زبان میں ایک خوبصورت نظم کہی تھی کہ یہ جانور جس کو انسان کاٹتا بھی ہے اور اس کی قربانی بھی کرتا ہے، گویا کہ جانور کو کاٹتا بھی ہے اور الٹا ثواب بھی لیتا ہے۔

وہی ذبح بھی کرے ہے
وہی لے ثواب الٹا

لہٰذا جانوروں کو کاٹ بھی رہا ہے، ثواب بھی حاصل کر رہا ہے اور اپنی لذتوں کی تسکین بھی کر رہا ہے۔ اس پر کسی نے بکرے کی زبان میں نظم کہی تھی کہ بکرا اپنی زبان حال سے یوں کہتا ہے ؎

نسلوں کو نگل لیا ہے تو نے
پھر بھی نہیں تیری اشتہاء کم

اگر حساب لگا کر دیکھو کہ ایک انسان پیدائش سے لے کر مرتے دم تک کتنے

بکرے اور کتنی گائیں کھالیتا ہے، کتنی نسلیں اس نے اپنے حلق سے اتاری ہوں گی، لیکن پھر بھی اس کی بھوک کم نہیں ہوتی۔

انسان ایک بڑے مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سارے جانوروں پر یہ فوقیت عطا کر دی کہ تم اپنی لذت کی خاطر اِن کو موت کے گھاٹ اتارتے رہو، تو آخر تمہارے اندر ایسا کونسا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے جانور تمہارے لئے حلال کر دئے گئے؟ اس کے برعکس حکم کیوں نہیں ہوا کہ گائے بھینسوں سے کہا جاتا کہ وہ انسان کو چیر پھاڑ کر کھا جائیں، کیونکہ وہ تمہارے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہیں، اگر گائے کا مقابلہ کسی بڑے سے بڑے صحت مند طاقتور انسان سے کیا جائے تو بھی گائے انسان سے کئی گنا زیادہ طاقت ور ثابت ہوگی، لیکن اس کے باوجود طاقت ور سے کہا جا رہا ہے کہ تو اس کمزور انسان کی خاطر قربان ہو جا، اس کی کیا وجہ ہے کہ انسان کو جانوروں پر فضیلت اور فوقیت عطا کی گئی؟

اس فوقیت کی وجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ درحقیقت انسان کو کسی اور بڑے مقصد کے لئے پیدا گیا ہے اور وہ بڑا مقصد قرآن کریم نے ان الفاظ سے بیان فرما دیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔

(سورۃ الذّٰرِیٰت، آیت ۵۶)

یعنی میں نے انسان اور جنات کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا اگر یہ انسان عبادت کرتا ہے، پھر تو یہ بیشک اس بات کا مستحق ہے کہ وہ دوسری مخلوقات سے کام لے اور ان سے فائدہ اٹھائے اور ان سے لذّت حاصل کرے۔ لیکن اگر انسان کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس مقصد کو بجا نہیں لاتا تو پھر اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق کے گلے پر چھری پھیرے اور اس کو اپنی لذّت کے لئے استعمال کرے۔

''بسم اللہ'' کے ذریعہ دو حقیقتوں کا اعتراف

لہٰذا جب انسان جانور کو ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھ رہا ہے تو اس کے ذریعہ وہ دو حقیقتوں کا اعتراف کر رہا ہے، ایک تو وہ اس حقیقت کا اعتراف کر رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے میرے لئے اس جانور کو حلال کر دیا، ورنہ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے جیسے جاندار کو ذبح کر کے کھاؤں، اس لئے میں پہلے اس کی عظمت کا اعتراف کرتا ہوں اور اس کی حکمت اور اس کی قدرت کاملہ کا اعتراف کرتا ہوں۔

دوسرے وہ اس حقیقت کا اعتراف کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یہ جانور جو حلال کیا ہے، یہ ویسے ہی حلال نہیں کر دیا، بلکہ اس لئے حلال کیا ہے کہ میری زندگی کا بھی کوئی مقصد ہے اور مجھے اس مقصد کو پورا کرنا چاہئے۔ لہٰذا ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کر ذبح کرنے والا ان دو حقیقتوں کا اعتراف کرتے ہوئے ذبح کر رہا ہے۔ اگر انسان ان دو حقیقتوں کو سمجھ لے اور

ان کو یاد رکھ لے تو اس کی زندگی سنور جائے۔

بہر حال! جانور پر ''بسم اللہ اللہ اکبر'' پڑھنے کا یہ فلسفہ ہے جو میں نے تفصیل سے عرض کیا۔ یہ میں نے آپ کے سامنے ''جانور'' کی ایک مثال عرض کی، ورنہ دنیا کے ہر کام کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر شروع کرو اور جو کام اللہ کا نام لئے بغیر شروع کیا جائے گا، وہ ادھورا اور ناقص ہوگا، اسی طرح وضو کو بھی ''بسم اللہ'' پڑھ کر شروع کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان حقائق کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ کا عظیم الشان

فلسفہ و حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

"بسم اللّٰہ"
کا عظیم الشّان فلسفہ و حقیقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ! فقد قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: كل أمر ذی بال لا يبدأ فيه ببسم اللّٰه الرحيم أقطع۔ (کنزالعمال، حدیث نمبر ۲۴۹۱)

تمہید

بزرگانِ محترم و برادران عزیز! پچھلے جمعہ کو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بارے میں کچھ گزارشات عرض کی تھیں، حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر کوئی اہم کام جو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع نہ کیا جائے، وہ ادھورا اور ناقص ہے۔ اس حدیث کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو یہ تلقین فرمائی کہ اپنی زندگی کا ہر اہم کام اللہ کے نام سے شروع کرے۔

ہر کام سے پہلے ''بسم اللہ''

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ایک ایسا کلمہ ہے جو ہمیں ہر کام سے پہلے پڑھنے کا حکم دیا گیا، صبح کو بستر سے بیدار ہوتے وقت، غسل خانے میں جاتے وقت، غسل خانے سے نکلتے وقت، کھانا کھانے سے پہلے، پانی پینے سے پہلے، بازار میں جانے سے پہلے، مسجد میں داخل ہونے سے پہلے، مسجد سے باہر نکلتے وقت، کپڑے پہنتے وقت، گاڑی چلاتے وقت، سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت۔ تمام اوقات میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا کلمہ ہم سے کہلوایا جا رہا ہے۔

ہر کام کے پیچھے نظام ربوبیت

جیسا کہ پچھلے جمعہ عرض کیا تھا کہ یہ کوئی منتر نہیں ہے جو ہم سے پڑھوایا

جا رہا ہو، بلکہ اس کے پیچھے ایک عظیم الشان فلسفہ ہے اور ایک عظیم الشان حقیقت کی طرف اس کے ذریعہ متوجہ کیا جا رہا ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کا جو بھی کام انسان کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں، دیکھنے میں چاہے یہ نظر آ رہا ہو کہ جو کام میں کر رہا ہوں وہ میری کوشش اور محنت کا نتیجہ ہے، لیکن اگر انسان گہری نظر سے دیکھے تو اس کو اپنی کوشش اور محنت کا عمل دخل اس میں بہت تھوڑا نظر آئے گا اور اس کے پیچھے اللہ جل شانہ کا بنایا ہوا عظیم الشان نظام ربوبیت کام کرتا نظر آئے گا۔

ایک گلاس پانی پر نظام ربوبیت کارفرما ہے

مثال کے طور پر دیکھئے! ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب پانی پیو تو پانی پینے سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھو۔ دیکھنے میں تو یہ نظر آتا ہے کہ پانی پینا معمولی بات ہے، گھر میں پانی مہیا کرنے کے لئے ہم نے پائپ لائن لے رکھی ہے اور پانی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کولر اور فرج موجود ہے، چنانچہ آپ نے فرج سے ٹھنڈا پانی نکالا اور گلاس میں بھرا اور پی لیا۔ اب بظاہر یہ نظر آ رہا ہے کہ اس ٹھنڈے پانی کا حصول ہماری اپنی محنت اور کوشش اور پیسہ خرچ کرنے کا نتیجہ ہے، لیکن یہ خیال بہت کم لوگوں کو آتا ہے کہ یہ ایک گلاس ٹھنڈا پانی جو ہم نے ایک لمحے میں حلق سے نیچے اتار لیا، اس پانی کو ہمارے حلق تک پہنچانے کے لئے اللہ جل شانہ کی نظام ربوبیت کا عظیم کارخانہ کس طرح کام کر رہا ہے۔

زندگی پانی پر موقوف ہے

دیکھئے! پانی ایسی چیز ہے کہ اس پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ (سورۃ الانبیاء، آیت ۳۰)

یعنی ہم نے ہر جاندار کو پانی ہی سے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا پانی صرف انسان کا ہی نہیں بلکہ ہر جاندار کا اصل مبدأ بھی ہے اور اس کی زندگی کا دارومدار بھی اسی پر ہے، اسی لئے اللہ جل شانہ نے اس کائنات میں پانی اتنی وافر مقدار میں پیدا فرمایا کہ اگر اس روئے زمین پر ایک تہائی خشکی ہے تو دو تہائی سمندر کی شکل میں پانی ہے، اور اس سمندر میں بھی بے شمار مخلوقات کا جہان آباد ہے جو ہر روز پیدا ہو رہے ہیں اور مر رہے ہیں، اگر سمندر کا یہ پانی میٹھا ہوتا تو جو جانور اس پانی میں مر کر سڑتے ہیں، ان کی وجہ سے وہ پانی خراب ہو جاتا، اس لئے اللہ جل جلالہ کی حکمت بالغہ نے اس پانی کو کھارا اور نمکین بلکہ کڑوا بنایا، تاکہ اس کے نمکین اجزاء اس پانی کو خراب ہونے اور سڑنے سے محفوظ رکھیں۔

پانی صرف سمندر میں ہوتا تو کیا ہوتا؟

پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما دیتے کہ ہم نے تمہارے لئے سمندر کی شکل میں پانی پیدا کر دیا ہے اور اس کو خراب ہونے اور سڑنے سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے اندر نمکیات بھی پیدا کر دی ہیں، اب تم جانو تمہارا کام جانے، تمہیں اگر پانی کی ضرورت ہو تو جا کر سمندر سے پانی بھر و اور

اس کو میٹھا کرو اور پیو اور اس کو اپنے استعمال میں لاؤ۔ اگر یہ حکم دیدیا جاتا تو کیا کسی انسان کے بس میں تھا کہ وہ سمندر سے پانی لے کر آئے اور اس سے اپنی ضروریات پوری کرے؟ چلیں! اگر سمندر سے پانی لے بھی آئے تو پھر اس کو میٹھا کیسے کرے؟

پانی کو میٹھا کرنے اور سپلائی کرنے کا خدائی نظام

سعودی عرب میں سمندر کے پانی کو میٹھا کرنے کے لئے ایک زبردست پلانٹ کروڑوں اور اربوں روپے کے خرچ سے نصب کیا گیا ہے، اس کی وجہ سے جگہ جگہ یہ اعلان لگایا گیا ہے کہ اس پانی کو میٹھا کرنے کے لئے بہت بڑی رقم خرچ ہوئی ہے، اس لئے اس کو احتیاط سے استعمال کیا جائے۔ لیکن اللہ جل شانہ نے انسان کی خاطر سمندر کا پانی میٹھا کرنے کے لئے یہ نظام بنایا کہ سمندر سے ''مون سون'' کے بادل اٹھائے اور اس بادل میں ایسا خودکار پلانٹ نصب کر دیا کہ وہ پانی جو سمندر کے اندر کڑوا اور کھارا تھا، جب وہ بادل کی شکل میں اوپر اٹھتا ہے تو اس کی کڑواہٹ دور ہو جاتی ہے اور وہ پانی میٹھا بن جاتا ہے، اور پھر وہ لوگ جو سمندر سے ہزاروں میل دور آباد ہیں اور ان کے لئے سمندر سے پانی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بادلوں کی شکل میں مفت ''کارگو سروس'' مہیا فرما دی۔

بادل مفت کارگو سروس مہیّا کرتے ہیں

پچھلے دنوں میں ناروے گیا، وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ چونکہ یہاں کا

پانی بہت اچھا اور صحت بخش سمجھا جاتا ہے، لہذا بہت سے ممالک یہ پانی یہاں سے امپورٹ کرتے ہیں، چنانچہ وہ پانی بڑے بڑے کنٹینرز میں پانی کے جہازوں کے ذریعہ دوسرے ملکوں کو بھیجا جاتا ہے، اس کے نتیجے میں ایک لیٹر پانی پر ایک ڈالر خرچ آتا ہے جو ہمارے حساب سے ۶۲/ روپے بنتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کے لئے، اس میں مسلمان اور کافر کی بھی قید نہیں، بادلوں کی شکل میں یہ کارگو سروس مفت مہیا کر دی ہے، یہ بادل سمندر سے پانی اٹھا کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنا دیا کہ روئے زمین کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جو اس "کارگو سروس" سے فیض یاب نہ ہوتا ہو، بادل آتے ہیں، گرجتے ہیں، پانی برساتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

پانی کی ذخیرہ اندوزی ہمارے بس میں نہیں

جب بادلوں کے ذریعہ ہمارے گھر تک پانی پہنچا دیا تو اب اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ ہم نے تو تمہارے گھر تک پانی پہنچا دیا، اب تم خود ذخیرہ کر کے سال بھر کا پانی جمع کر لو اور حوض اور ٹنکیاں بنا کر اس کے اندر محفوظ رکھو، کیا انسان کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ بارش کے موقع پر سال بھر کے لئے پانی کا ذخیرہ کر لیتا؟ کیا انسان کے پاس ایسا اسٹوریج نظام ہے کہ سال بھر کا پانی اس کے اندر جمع کر لے اور پھر پورے سال اس میں سے پانی لے لے کر استعمال کیا کرے۔ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ اس کمزور اور ضعیف انسان کے بس میں یہ بھی نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بارش کو جتنا تم جمع کر سکتے ہو اور

استعمال کر سکتے ہو کرلو، باقی سارے سال کے لئے ذخیرہ کرنے کی ذمہ داری بھی ہم ہی لیتے ہیں۔

یہ برفانی پہاڑ کولڈ اسٹوریج ہیں

چنانچہ ان بادلوں کا پانی پہاڑوں پر برسایا اور ان پہاڑوں کو اس پانی کے لئے ''کولڈ اسٹوریج'' بنا دیا اور ان پہاڑوں پر وہ پانی برف کی شکل میں محفوظ کر دیا اور اتنی بلندی پر اس پانی کو محفوظ کر دیا کہ کوئی خراب کرنے والا اس پانی کو خراب کرنے کے لئے وہاں تک نہ پہنچ سکے اور اتنے ٹمپریچر پر رکھا کہ وہاں سے پگھل بھی نہ سکے۔ یہ بلند پہاڑ ایک طرف انسان کو خوشنما نظارہ مہیا کر رہے ہیں اور دوسری طرف انسان کے لئے زندگی بھر کے لئے پانی کے ذخیرہ کو محفوظ کر رہے ہیں۔

دریاؤں اور ندیوں کے ذریعہ پانی کی فراہمی

اگر اس مرحلے پر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہم نے تمہارے لئے پہاڑوں پر پانی کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے، اب جس کو ضرورت ہو وہاں سے جا کر لے آیا کرے۔ کیا انسان کے لئے یہ ممکن تھا کہ ان پہاڑوں کی چوٹیوں سے اس برف کو پگھلا کر اس پانی کو اپنی ضرورت میں استعمال کرے؟ یہ بھی انسان کے بس میں نہیں تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ذمہ داری بھی ہم ہی پوری کر لیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو حکم دیا کہ تم اپنی کرنیں اس برف پر ڈالو اور اس برف کو پگھلاؤ، اور پھر اس پانی کے لئے دریاؤں اور

ندیوں کی شکل میں راستے بھی اللہ پاک نے بنا دیئے، چنانچہ وہ برف پانی کی شکل میں پہاڑوں سے نیچے اترتا ہے اور دریاؤں اور ندیوں کی شکل میں بہتا ہوا پوری دنیا کے اندر سپلائی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تہہ میں پانی کی سوتیں اور رگیں اس طرح بچھا دیں جس طرح پائپ لائنیں بچھائی جاتی ہیں، اب تم دنیا کے جس خطے میں چاہو زمین کھودو اور پانی برآمد کرلو۔

یہ پانی ہم نے پہنچایا ہے

بس انسان کا صرف اتنا کام ہے کہ جو پانی اللہ تعالیٰ نے سمندر سے اٹھا کر پہاڑوں پر برسایا اور پھر پہاڑوں سے پگھلا کر زمین کے ایک ایک گوشے میں پہنچایا ہے، اس پانی کو ذرا سی محنت کر کے اپنے گھر تک لے آئے۔ لہٰذا جو پانی تم اپنے حلق سے اتار رہے ہو، اگر غور کرو تو یہ نظر آئے گا کہ اس تھوڑے سے پانی پر کائنات کی ساری طاقتیں صرف ہوئی ہیں، تب جا کر یہ پانی تمہارے منہ تک پہنچا۔ اس لئے یہ جو کہا جا رہا ہے کہ پانی پیتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو اور ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھو، اس کے ذریعہ انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے حلق تک اس پانی کا پہنچنا تمہارے زور بازو کا کرشمہ نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے جس کے ذریعہ انسان اس پانی سے سیراب ہو رہا ہے۔

جسم کے ہر ہر عضو کو پانی کی ضرورت ہے

پھر ہم نے گلاس میں پانی بھرا اور اس کو حلق سے نیچے اتار لیا، اب

آگے کے بارے میں ہمیں نہیں معلوم کہ وہ پانی کہاں جا رہا ہے اور جسم کے کس حصے کو کیا فائدہ پہنچا رہا ہے؟ اس غریب انسان کو اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں، بس وہ تو اتنا جانتا ہے کہ مجھے پیاس لگی تھی، پانی پیا وہ پیاس بجھ گئی، اس کو یہ معلوم نہیں کہ وہ پیاس کیوں لگی تھی؟ اور پیاس لگنے کے بعد جب پانی پیا تو اس پانی کا انجام کیا ہوا؟ اس کو کچھ نہیں معلوم۔ ارے تمہیں پیاس اس لئے لگی تھی کہ تمہارے جسم کے ایک ایک عضو کو پانی کی ضرورت تھی، صرف منہ کو اور حلق کو ہی ضرورت نہیں تھی، بلکہ جسم کے تمام اعضاء کو پانی کی ضرورت تھی، اگر جسم میں پانی نہ ہو تو انسان کی موت واقع ہو جائے، ذرا کسی کو دست لگ جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں جسم کے اندر پانی کی کمی ہو جاتی ہے تو اس وقت کمزوری کی وجہ سے انسان کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ضرورت سے زائد پانی نقصان دہ ہے

لہٰذا ایک طرف تو انسان کے جسم کے ہر ہر عضو کو پانی کی ضرورت ہے، اس لئے انسان کو پیاس لگتی ہے اور وہ پانی پیتا ہے اور دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پانی جسم کے اندر ضرورت سے زیادہ نہ ہو جائے، کیونکہ اگر ضرورت سے زیادہ پانی جسم کے اندر جمع ہو جائے تو جسم پر ورم آ جاتا ہے اور سوج جاتا ہے، یا یہ پانی اگر جسم کے اندر کسی ایسی جگہ پر رک جائے جہاں رکنا نہیں چاہئے تو اس کے نتیجے میں بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً اگر وہ پانی پھیپھڑوں میں رک جائے تو انسان کو ٹی بی ہو جاتی ہے، پسلیوں میں پانی رک

جائے تو دمہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر ضرورت سے زیادہ پانی جمع ہو جائے تو وہ بھی انسان کے لئے خطرہ ہے، اور اگر پانی کم ہو جائے یا ختم ہو جائے تو بھی انسان کے لئے خطرہ ہے، انسان کے جسم کے اندر پانی ایک خاص حد تک رہنا ضروری ہے۔

جسم میں خودکار میٹر نصب ہے

پانی کی وہ حد کیا ہے؟ ایک انسان جواَن پڑھ ہے، جس کو ایک حرف پڑھنا نہیں آتا، وہ کیسے پہنچانے کہ کتنا پانی میرے جسم میں ہونا چاہئے اور کتنا نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے جسم میں ایک خودکار میٹر نصب کر دیا ہے۔ جس وقت انسان کے جسم کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو پیاس لگ جاتی ہے۔ پیاس کیوں لگ رہی ہے؟ اس وجہ سے نہیں لگ رہی ہے کہ حلق خشک ہے اور ہونٹ خشک ہیں، بلکہ اس وجہ سے لگ رہی ہے کہ تمہارے جسم کو پانی کی ضرورت ہے، انسان کو اس ضرورت کا احساس دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیاس کو پیدا کر دیا، ایک بچہ جو کچھ نہیں جانتا، لیکن یہ ضرور جانتا ہے کہ مجھے پیاس لگ رہی ہے، اس کو بجھانا چاہئے۔

جسم کے اندر پانی کیا کام کر رہا ہے؟

پھر جسم کے اندر پہنچنے کے بعد وہ پانی جسم کے اندر کی پائپ لائن کے ذریعہ ان تمام مقامات تک پہنچ رہا ہے جہاں اس کی ضرورت ہے، اور جو پانی ضرورت سے زائد ہے، وہ جسم کی صفائی کرنے کے بعد پیشاب کے ذریعہ باہر

آ جاتا ہے، تاکہ وہ گندا پانی جسم کے اندر باقی نہ رہے۔

ہم اور آپ ایک لمحہ کے اندر پانی پی لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ وہ پانی کہاں سے آیا تھا اور کس طرح ہمارے منہ تک پہنچا اور نہ یہ سوچا کہ اندر جانے کے بعد اس کا کیا انجام ہونے والا ہے اور کون اس پانی کی نگرانی کر رہا ہے؟ لہٰذا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا کلمہ درحقیقت ہمیں ان سارے حقائق کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔

ہارون رشید کا ایک واقعہ

ہارون رشید ایک مرتبہ اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے، پینے کے لئے پانی منگوایا، قریب میں مجذوب صفت بزرگ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے، جب ہارون رشید پانی پینے لگے تو انہوں نے ہارون رشید سے کہا کہ امیر المؤمنین! ذرا ایک منٹ کے لئے رک جائیں، وہ رک گئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ آپ کو اس وقت پیاس لگ رہی ہے اور پانی کا گلاس آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ بتائیں کہ اگر آپ کو ایسی ہی پیاس لگ رہی ہو اور آپ کسی صحراء یا جنگل میں ہوں اور وہاں پانی موجود نہ ہو اور پیاس شدّت کی لگ رہی ہو، تو آپ ایک گلاس پانی حاصل کرنے کے لئے کتنی دولت خرچ کر دیں گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا کہ اگر شدید پیاس کے عالم میں پانی نہ ملے تو چونکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں موت ہے، تو اپنی جان بچانے کے لئے

میرے پاس جتنی دولت ہوگی، خرچ کر دوں گا تا کہ جان بچ جائے۔ یہ جواب سننے کے بعد حضرت بہلول مجذوبؒ نے فرمایا کہ اب آپ ''بسم اللہ'' پڑھ کر پانی پی لیجئے۔

پوری سلطنت کی قیمت ایک گلاس پانی سے بھی کم ہے

جب بادشاہ پانی پی چکے تو حضرت بہلول مجذوبؒ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! میں ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا سوال ہے؟ بہلول مجذوبؒ نے فرمایا کہ سوال یہ ہے کہ یہ پانی جو آپ نے ابھی پیا ہے، اگر یہ پانی آپ کے جسم کے اندر ہی رہ جائے اور باہر نہ نکلے اور پیشاب بند ہو جائے، اب مثانے کے اندر پیشاب بھرا ہوا ہے اور باہر نکالنے کی کوئی صورت نہیں تو اس کو باہر نکالنے کے لئے کتنی دولت خرچ کر دیں گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا کہ اگر پیشاب نہ آئے بلکہ پیشاب آنا بند ہو جائے اور مثانہ پیشاب سے بھر جائے تو یہ صورت بھی نا قابل برداشت ہے، اس لئے اگر کوئی شخص اس کے علاج کے لئے جتنی دولت مانگے گا، میں اس کو دے دوں گا، حتی کہ اگر کوئی شخص پوری سلطنت بھی مانگے گا تو میں دے دوں گا۔ بہلولؒ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! اس کے ذریعہ میں یہ حقیقت بتانا چاہتا تھا کہ آپ کی پوری سلطنت کی قیمت ایک گلاس پانی پینے اور اس کو باہر نکالنے کے برابر بھی نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارا نظام مفت میں دے رکھا ہے، مفت میں پانی مل رہا ہے اور مفت میں خارج ہو رہا ہے، اس کے خارج کرنے کے لئے کوئی قیمت اور کوئی پریشانی اٹھانی نہیں پڑتی۔

’’بسم اللہ‘‘ کے ذریعہ یہ اعتراف کرنا ہے

بہر حال! اللہ جل شانہ نے ہر انسان کو یہ نظام مفت میں دے رکھا ہے، کیونکہ اس نے نہ کوئی پیسہ خرچ کیا اور نہ ہی محنت اٹھائی۔ اس لئے یہ جو حکم دیا جا رہا ہے کہ پانی پینے سے پہلے ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم‘‘ پڑھو، اس کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نظام ربوبیت کا کرشمہ ہے اور اس کے ذریعہ یہ اعتراف بھی ہو رہا ہے کہ یا اللہ! ہمارے بس میں یہ نہیں تھا کہ ہم یہ پانی پی سکتے، اگر آپ کا بنایا ہوا یہ کارخانہ ربوبیت نہ ہوتا تو ہم تک یہ پانی کیسے پہنچتا، آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہم تک یہ پانی پہنچایا، اور جب یہ پانی آپ نے ہی پہنچایا ہے تو اے اللہ! ہم آپ ہی سے یہ درخواست اور دعا کرتے ہیں کہ جو پانی ہم پی رہے ہیں، یہ پانی جسم کے اندر جانے کے بعد خیر کا سبب بنے اور کوئی فساد نہ پھیلائے، کیونکہ اگر اس پانی میں بیماریاں اور خرابیاں ہوں گی تو یہ پانی جسم میں فساد مچائے گا، اسی طرح اگر جسم کے اندر کے نظام میں خرابی پیدا ہو جائے، مثلاً جگر اپنا کام کرنا چھوڑ دے تو وہ پانی جسم کے اندر تو جائے گا لیکن اس پانی کو صاف کرنے کا اور گندگی کو باہر پھینکنے کا جو نظام ہے وہ خراب ہو جائے گا، اس لئے ہم پانی پیتے وقت دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس پانی کا انجام بھی بخیر فرما دے۔

انسانی گردے کی قیمت

کراچی میں گردے کے ایک اسپشلسٹ ہیں، ان سے ایک مرتبہ

میرے بھائی صاحب نے پوچھا کہ آپ انسانی گردہ ایک انسان کے جسم سے نکال کر دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کر دیتے ہیں، لیکن اب تو سائنس نے بڑی ترقی کر لی ہے تو کوئی مصنوعی گردہ کیوں نہیں بنالیا جاتا، تاکہ دوسرے انسان کے گردے کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے؟ وہ ہنس کر جواب دینے لگے کہ اول تو سائنس کی اس ترقی کے باوجود مصنوعی گردہ بنانا بڑا مشکل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گردے کے اندر جو چھلنی لگائی ہے، وہ اتنی لطیف اور باریک ہے کہ ابھی کوئی ایسی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو اتنی لطیف چھلنی بنا سکے، اگر بالفرض ایسی مشین ایجاد بھی کر لی جائے جو ایسی چھلنی بنا سکے تو اس کے تیاری پر اربوں روپے خرچ ہوں گے، اور اگر اربوں روپے خرچ کر کے ایسی چھلنی بنا بھی لی جائے تب بھی گردے کے اندر ایک چیز ایسی ہے جس کو بنانا ہماری قدرت سے باہر ہے، وہ یہ کہ گردے کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک دماغ بنایا ہے جو یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس آدمی کے جسم میں کتنا پانی رکھنا چاہئے اور کتنا پانی باہر پھینکنا چاہئے۔ ہر انسان کا گردہ اس انسان کے حالات کے مطابق، اس کی جسامت کے مطابق اور اس کے وزن کے مطابق یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کتنا پانی اس کے جسم میں رہنا چاہئے اور کتنا پانی باہر پھینکنا چاہئے، اور اس کا یہ فیصلہ سو فیصد درست ہوتا ہے، اس کے نتیجے میں وہ اتنا پانی جسم میں روکتا ہے جتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور ضرورت سے زائد پانی کو پیشاب کی شکل میں باہر پھینک دیتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم اربوں روپیہ خرچ کر کے ربر کا مصنوعی گردہ بنا بھی لیں، تب بھی ہم اس میں دماغ نہیں بنا سکتے جو اللہ تعالیٰ

نے ہرانسان کے گردے میں پیدا فرمایا ہے۔

جسم کے اندر کارخانہ ربوبیت

قرآن کریم بار بار اس طرف توجہ دلا رہا ہے کہ:

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (سورۃ الذاریات، آیت ۲۱)

تم اپنی جانوں میں غور کیا کرو کہ تمہارے جسم میں ہماری قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا کیا کارخانہ کام کر رہا ہے، اس پر کبھی کبھی غور کیا کرو۔ اور اس گردے کا انجام بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے کہ کب تک یہ گردہ کام کرے اور کب یہ کام کرنا بند کر دے۔ لہٰذا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا یہ پیغام ہے کہ ایک طرف یہ یاد کرو کہ یہ پانی تمہارے پاس کیسے پہنچا اور دوسری طرف یہ خیال کرو کہ یہ پانی تمہارے جسم کے اندر جا کر فساد نہ پھیلائے بلکہ یہ پانی صحت اور برکت کا سبب بنے، اور اس بسم اللہ کے پڑھنے میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا اعتراف ہے اور دوسری طرف یہ دعا اور درخواست ہے کہ ہم اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست کر رہے ہیں کہ یا اللہ! ہم یہ پانی پی تو رہے ہیں لیکن یا اللہ! یہ پانی اندر جا کر کہیں فساد کا سبب نہ بن جائے، بلکہ یہ پانی صحت اور صلاح و فلاح کا سبب بنے۔ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا یہ فلسفہ ہے، لہٰذا پانی پیتے وقت اس فلسفہ کو سامنے رکھو پھر دیکھو کہ پانی پینے میں کیا لطف ہے اور کیا برکت ہے اور اس طرح پانی پینے کو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے عبادت بھی بنا دیں گے اور اس پر

اجر وثواب بھی عطا فرمائیں گے۔

محبّت اور خشیت پیدا ہوگی

اور جب پانی پیتے وقت یہ فلسفہ سامنے رکھو گے تو کیا اس کے نتیجہ میں اس ذات سے محبّت پیدا نہیں ہوگی؟ جب تم اس تصور کے ساتھ پانی پیو گے تو یہ چیز تمہارے دل میں اللہ جل شانہ کی محبّت میں اضافہ کرے گی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اضافہ کرے گی اور اس محبّت کے نتیجے میں تمہارے دل میں خشیت پیدا ہوگی اور پھر یہ خشیت تمہیں گناہوں سے بھی روک دے گی۔

کافر اور مسلمان کے پانی پینے میں فرق

ایک کافر بھی پانی پیتا ہے، لیکن وہ غفلت کی حالت میں پانی پیتا ہے، اپنے خالق اور مالک کو یاد نہیں کرتا، ایک مؤمن بھی پانی پیتا ہے، لیکن اس تصور اور دھیان کے ساتھ پیتا ہے، اگرچہ پانی کی نعمت اللہ تعالیٰ نے کافر کو بھی دے رکھی ہے اور مؤمن کو بھی دے رکھی ہے، لیکن ایک ایسے شخص کے پانی پینے کی کیفیت میں جو ناشکرا ہے اور ایک ایسے شخص کے پانی پینے میں جو شکر گزار ہے، ان دونوں میں کچھ تو فرق ہونا چاہئے، وہ فرق یہ ہے کہ مؤمن کو چاہئے کہ وہ دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے پانی پئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس اور اعتراف کرتے ہوئے پانی پئے اور برکت کی دعا کرتے ہوئے پانی پئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقائق کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وضو کے دوران اور بعد کی دعائیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم

گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

وضو کے دوران کی مسنون دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ۔

(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸٦)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم و
صدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی
ذٰلک من الشاھدین والشاکرین
والحمد للّٰہ ربّ العالمین

اُدعیہ ماثورہ کی تشریح کا بیان پچھلے کئی جمعوں سے چل رہا ہے۔ پچھلے جمعہ وضو کے اذکار کا بیان شروع کیا تھا اور یہ عرض کیا تھا کہ وضو شروع کرنے سے پہلے جو ذکر مسنون ہے، وہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے، اس کی کچھ تفصیل گزشتہ جمعہ کو عرض کر دی تھی۔

وضو کے دوران کی دعا

وضو کرنے کے دوران جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا بکثرت مانگا کرتے تھے، وہ یہ دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ
وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔

تین جملوں کی جامعیت

یہ دعا تین جملوں پر مشتمل ہے، پہلا جملہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ۔

اے اللہ! میرے گناہ کی مغفرت فرما۔

دوسرا جملہ ہے:

وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ۔

اے اللہ! میرے گھر میں کشادگی اور وسعت پیدا فرما۔

تیسرا جملہ ہے:

وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔

اے اللہ! میرے رزق میں برکت عطا فرما۔

اگر آپ غور کریں تو یہ نظر آئے گا کہ یہ تینوں جملے ایسے ہیں کہ اگر ایک مرتبہ بھی اللہ جل شانہ اس دعا کو قبول فرمالیں تو دنیا و آخرت میں انسان کا بیڑہ پار ہو جائے۔ کیونکہ یہ گناہوں کی مغفرت، گھر کی کشادگی اور رزق کی برکت کی دعا ہے، اگر انسان کو یہ بات حاصل ہو جائے کہ اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جائے اور اس کے گھر میں کشادگی حاصل ہو جائے اور رزق میں برکت ہو جائے تو انسان کو اور کیا چاہیے، دنیا اور آخرت کی ساری حاجتیں اور سارے مقاصد اور سارے اغراض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں جملوں میں سمیٹ دیے ہیں، کیونکہ ان میں سے پہلی دعا آخرت کے بارے میں ہے اور دوسری دعائیں دنیا سے متعلق ہیں۔

پہلا جملہ: طلب مغفرت

پہلا جملہ جو آخرت سے متعلق ہے، وہ یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ۔

اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما۔ اب اگر کسی کو مغفرت مل گئی تو اس کو آخرت کی ساری نعمتیں حاصل ہوگئیں، کیونکہ جنّت میں جانے میں رکاوٹ یہ گناہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں تو یہ رکاوٹ دور ہوگئی اور جنّت پکّی ہوگئی۔ کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جو گناہوں سے پاک ہو، غلطیوں سے مبّرا ہو، ہر انسان سے کبھی نہ کبھی کوئی غلطی کوئی گناہ چھوٹا یا بڑا ہو جاتا ہے اور کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے بے نیاز ہو۔ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذات ایسی تھی جن کو مکمل طور پر گناہوں سے پاک کہا جاسکتا ہے، آپ ﷺ کی ذات گناہوں سے اس طرح معصوم تھی کہ کوئی گناہ آپ سے سرزد ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کوئی چھوٹی موٹی بھول چوک ہو بھی گئی ہو تو اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

(سورۃ الفتح، آیت ۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی تمام بھول چوک کو بھی معاف فرما دیا ہے۔ اس کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

یعنی میں روزانہ ستر مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اور یہ ستر کا لفظ بھی گنتی کے بیان کے لئے ارشاد نہیں فرمایا بلکہ کثرت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بیان فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ستر سے زیادہ مرتبہ آپ استغفار کیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کا مغفرت طلب کرنا

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ یہ حکم فرمارہے ہیں:

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمایئے کہ اے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور آپ سارے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کثرت سے استغفار فرمارہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی مغفرت کا اعلان فرمادیا ہے، اس کے بعد بھی آپ سے یہ کہا جارہا ہے کہ آپ مجھ سے مغفرت طلب کریں، ایسا کیوں ہے؟

نامعلوم گناہوں سے استغفار

بات دراصل یہ ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتا ہے کہ جس چیز کو وہ گناہ اور بُرائی سمجھتا ہے، وہ اسی سے پرہیز کرلے گا، لیکن بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ انسان کو اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ مجھ سے یہ غلط کام ہوا

ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ غلط کام ہوتا ہے۔

مثلاً ہم نماز پڑھتے ہیں، یہ نماز حقیقت میں تو بڑی عبادت ہے، بڑے ثواب کا کام ہے اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے، لیکن جس انداز میں ہم نماز پڑھتے ہیں کہ جیسے ہی تکبیر تحریمہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر نیت باندھی تو بس ایک سوئچ آن ہوگیا اور پھر وہ زبان آٹو میٹک طریقے پر چل رہی ہے، نہ اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہے، نہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار ہے، اور جو الفاظ زبان سے نکل رہے ہیں، نہ ان کی طرف توجہ ہے، دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے، دھیان کہیں ہے، اگر نماز کے بعد یہ پوچھا جائے کہ پہلی رکعت میں کونسی سورت پڑھی تھی اور دوسری رکعت میں کونسی سورت پڑھی تھی تو بعض اوقات وہ بھی یاد نہیں آتا۔ حالانکہ یہ نماز درحقیقت اللہ جل شانہ کے دربار میں حاضری ہے اور احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری ہے، اگر ایک معمولی سے بادشاہ اور معمولی سے سربراہ حکومت کے دربار میں تمہاری حاضری ہو جائے اور وہاں پر یہ رویّہ اختیار کرو کہ بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو اور تمہارا دماغ اپنے دفتر میں ہو یا گھر میں ہو یا تجارت میں ہو، نہ تم اس بادشاہ کی بات سن رہے ہو اور نہ تمہیں اس بات کا دھیان ہے کہ میں بادشاہ کے دربار میں کیا درخواست پیش کر رہا ہوں، تو بادشاہ کے دربار میں ایسی حاضری قابل سزا ہونی چاہئے کہ تم بادشاہ کے دربار میں آئے ہو یا اپنا کاروبار کرنے آئے ہو۔ اصل تقاضہ تو یہ تھا کہ اس حاضری کو منہ پر مار دیا جائے اور اس حاضری پر سزا دی جائے۔

ہماری نمازیں ان کی شایانِ شان نہیں

لیکن اللہ جل شانہ کا بڑا کرم ہے کہ ہماری ان زیادتیوں کے باوجود اور ہماری طرف سے ان کوتاہیوں کے باوجود محض اپنے فضل و کرم سے ان نمازوں کو قبول فرما لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ نماز جس کو ہم عبادت کہہ رہے ہیں، حقیقت شناس نگاہوں سے دیکھو تو یہ نماز اللہ تعالیٰ کی توہین ہے، مگر اس طرح نماز پڑھتے ہوئے ہمیں کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم کوئی گناہ کر رہے ہیں۔ اس لئے بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں یہ خیال بھی نہیں آتا، لیکن حقیقت میں وہ مغفرت کے قابل ہوتی ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَتَكَرَّمْ
وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمْ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَالَا نَعْلَمُ

اے اللہ! ہماری مغفرت فرمایئے اور ہم پر رحم فرمایئے اور ہمیں معاف کر دیجئے اور کرم فرمایئے اور ہمارے ان گناہوں سے درگزر کیجئے جو آپ کے علم میں ہیں، کیونکہ آپ کے علم میں ہمارے وہ گناہ بھی ہیں جو ہمارے علم میں نہیں۔ یہ گناہ ہم نے کئے تھے، لیکن ہمیں ان کے گناہ ہونے کا پتہ نہیں، لہٰذا کوئی انسان کسی بھی لمحے استغفار سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

توبہ سے ترقی درجات

استغفار کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا نسخہ کیمیا عطا فرمایا ہے کہ یہ مٹی کو سونا بنا دے اور گندگی اور نجاست کو پاک چیز میں تبدیل کر دے۔ گناہ گندگی اور نجاست ہے، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ گناہ کرنے کے بعد خلوص دل سے استغفار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو وہ گناہ اس کی ترقی درجات کا سبب بن جاتا ہے، گناہ ہو جانے کے بعد جب دل میں ندامت، شرمندگی اور عاجزی پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ یا اللہ! مجھ سے سخت غلطی ہوئی، اپنی رحمت سے مجھے معاف فرما دیں تو یہ معافی انسان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس استغفار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گندگی کو بھی پاکی سے تبدیل فرما دیتے ہیں، اس لئے ہر مرحلے پر استغفار کرتے رہنا چاہئے، یہاں تک کہ عبادت کے بعد بھی استغفار کرنا چاہئے۔

نماز کے بعد استغفار کیوں ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تھے تو سلام پھیرنے کے بعد پہلا لفظ جو زبان سے ادا فرماتے، وہ تین مرتبہ استغفار ہوتا تھا، ''استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ'' اب سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ استغفار تو کسی گناہ کے بعد ہونا چاہئے، لیکن یہاں تو ایک عبادت انجام دی اور ایک ثواب کا کام کیا، اس کے بعد استغفار کیوں کیا؟

استغفار اس بات سے کیا کہ یا اللہ! نماز ادا کرنے کا جو حق تھا، وہ ہم سے ادا نہیں ہوسکا۔

مَا عَبَدْ نَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَ مَاعَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

اے اللہ! ہم سے آپ کی عبادت کا حق ادا نہیں ہو پایا، نہ جانے کتنی کوتاہیاں اور کتنی غلطیاں اس عبادت کے اندر سرزد ہوئیں، اے اللہ! ہم پہلے آپ سے ان کوتاہیوں اور غلطیوں پر مغفرت مانگتے ہیں جو ہم سے اس نماز کے ادا کرنے کے دوران سرزد ہوئیں۔

ہر عبادت کے بعد دو کام کرو

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کوئی عبادت انجام دے تو اس عبادت کو انجام دینے کے فوراً بعد دو کام کرے، چاہے وہ عبادت نماز ہو، تلاوت ہو، صدقہ ہو، روزہ ہو، ذکر ہو، ان سب کے بعد دو کام انجام دے، ایک یہ کہ ''الحمدللہ'' کہے اور دوسرے ''استغفر اللہ'' کہے۔ الحمدللہ اس بات پر کہے کہ اے اللہ! آپ نے مجھے یہ عبادت انجام دینے کی توفیق عطا فرمادی، اگر آپ توفیق نہ دیتے تو مجھ سے یہ عبادت انجام نہ پاتی، اگر آپ کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نہ ملتی، اگر آپ کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں نماز پڑھنے اور روزے رکھنے کی توفیق نہ ہوتی، لہٰذا پہلے اس عبادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرلو کہ اس نے اتنی توفیق دیدی کہ اس کی بارگاہ میں آکر کھڑے ہوگئے، ورنہ کتنے لوگ ہیں جو اس سے

محروم ہیں۔

حق عبادت ادا نہ ہوسکنے پر استغفار

پھر اس کے بعد ''استغفر اللہ'' کہے کہ یا اللہ! اس عبادت کا جو حق تھا وہ مجھ سے ادا نہ ہوسکا، جس طرح اس عبادت کو ادا کرنا چاہئے تھا، اس طرح ادا نہیں کیا، اس لئے اے اللہ! میں اس کوتاہی پر آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ لہٰذا انسان کسی بھی لمحے استغفار سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ یہ بڑی عظیم دولت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو دعائیں تلقین فرمائیں، ان میں استغفار کو بھی شامل فرمایا، چنانچہ وضو کے دوران کی دعا میں بھی پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ۔

ظاہری اور باطنی میل کچیل دور ہوجائے

وضو کے دوران اس جملے کو پڑھنے میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ جس وقت انسان وضو کرتا ہے تو اس کے ذریعہ وہ اپنے ظاہری اعضاء کے میل کچیل کو صاف کرتا ہے، اس جملے کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے والے کو اس طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ وہ اپنے باطنی میل کچیل کی صفائی کا بھی خیال کرے اور اس کی بھی فکر کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وضو کے ذریعہ اس نے اپنے چہرے کو تو دھو کر صاف کرلیا اور اب وہ چہرہ صاف ستھرا نظر آرہا ہے، لیکن باطن کے اندر گناہوں کی گندگی جمی ہوئی ہے تو پھر اس ظاہری صفائی کا

بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ جب تم ظاہری اعضاء کو دھو رہے ہو اور اس کا میل کچیل دور کر رہے ہو تو اس وقت تم اللہ تعالیٰ سے اندرونی میل کچیل کی صفائی بھی مانگو اور کہو:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ۔

اے اللہ! میرے اندر کے میل کچیل کو بھی صاف کر دیجئے اور میرے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے۔

صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں کی معافی

اس دعا میں ایک اور نکتہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ صغیرہ گناہ تو وضو کے ذریعہ خود بخود معاف ہوتے رہتے ہیں، چاہے توبہ کرے یا نہ کرے، چنانچہ جو صغیرہ گناہ ہاتھوں کے ذریعہ کئے ہیں، وضو میں ہاتھ دھونے سے وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، آنکھ سے جو گناہ کئے ہیں، وہ چہرہ دھونے سے معاف ہو جاتے ہیں، کان سے جو گناہ کئے ہیں، وہ کان کا مسح کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں، جو گناہ پاؤں کے ذریعہ چل کر کئے ہیں، وہ پاؤں دھونے سے معاف ہو جاتے ہیں، لہٰذا صغیرہ گناہ تو اس طرح خود بخود معاف ہو جاتے ہیں، لیکن کبیرہ گناہ خود بخود معاف نہیں ہوتے جب تک توبہ نہ کی جائے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ ترتیب بتا رہے ہیں کہ صغیرہ گناہ تو اللہ تعالیٰ خود معاف فرما رہے ہیں البتہ کبیرہ گناہوں کے لئے تم اللہ تعالیٰ سے اس وقت مغفرت مانگ لو اور کہو:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ۔

اے اللہ! جو میرے بڑے گناہ ہیں، ان کی بھی مغفرت فرما، اس طرح صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنّت یہ ہے کہ جو بندہ نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما ہی دیتے ہیں بہرحال! یہ جملہ تو آخرت سے متعلق ہے۔

گھر میں دونوں قسم کی کشادگی مطلوب ہے

اس کے بعد دو جملے دنیا سے متعلق ارشاد فرمائے، پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا:

وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ

اے اللہ! میرے گھر میں کشادگی عطا فرما۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا کہ گھر کی کشادگی مطلوب ہے، تنگی مطلوب نہیں۔ اور یہ کشادگی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک کشادگی ظاہری ہوتی ہے کہ گھر لمبا چوڑا ہے، کمرے بڑے ہیں، صحن بڑا ہے، برآمدہ وسیع و عریض ہے، ایک کشادگی تو یہ ہے۔ دوسری کشادگی معنوی ہے، وہ یہ کہ جب آدمی گھر کے اندر جائے تو اس کے دل کو سکون نصیب ہو، آرام اور راحت نصیب ہو، لیکن اگر گھر تو بہت بڑا ہے، بڑی کوٹھی اور بنگلہ ہے، مگر جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو گھر والوں کا طرزِ عمل اور بیوی بچوں کا طرزِ عمل ایسا ہے جس سے انسان کو ضیق اور تنگی ہوتی ہے اور اس گھر میں اس کو آرام اور سکون نہیں ملتا تو اس صورت میں گھر کی ظاہری کشادگی کس کام کی، وہ کشادگی

بیکار ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کشادگی مانگی، اس کے اندر دونوں قسم کی کشادگی داخل ہے، یعنی اے اللہ! ظاہری کشادگی بھی عطا فرما اور باطنی کشادگی بھی عطا فرما، تاکہ جب میں گھر میں جاؤں تو راحت اور سکون نصیب ہو۔

گھر کا اصل وصف ''سکون'' ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَناً

(سورۃ النحل، آیت ۸۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو تمہارے لئے سکون کی جگہ بنایا۔ لہٰذا گھر کا سب سے اعلیٰ وصف یہ ہے کہ اس کے اندر جانے کے بعد انسان کو سکون نصیب ہو، اگر سکون نصیب نہیں تو پھر وہ گھر چاہے کتنا ہی بڑا بنگلہ ہو، اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور اگر جھونپڑی ہو اور اس کے اندر سکون حاصل ہو جائے تو وہ بڑے بڑے محلات سے بہتر ہے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میرے گھر میں کشادگی عطا فرما۔

گھر میں خوبصورتی سے زیادہ کشادگی مطلوب ہے

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا نہیں فرمائی کہ میرے گھر کو خوبصورت بنا دیجئے یا میرے گھر کو عالیشان بنا دیجئے، بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کشادگی'' کا لفظ استعمال فرمایا۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس جملے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گھر کی اصل صفت یہ ہے کہ اس میں کشادگی ہو، تنگی نہ ہو، کیونکہ اگر تنگی ہوگی تو وہ انسان کے لئے تکلیف دہ ہوگی اور کشادگی انسان کے لئے راحت کا سبب ہوگی، باقی ٹیپ ٹاپ اور آرائش یہ زائد چیزیں ہیں، انسان کی اصل ضرورت یہ ہے کہ گھر کے اندر کشادگی ہو، اس لئے آپ نے یہ دعا فرمائی۔

تین چیزیں نیک بختی کی علامت ہیں

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں انسان کی سعادت میں سے ہیں، ایک اچھی بیوی، دوسرے کشادگی والا گھر، تیسرے خوشگوار اور آرام دہ سواری۔ اس لئے آپ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے گھر میں کشادگی عطا فرما۔

دلوں کا ملا ہوا ہونا کشادگی میں داخل ہے

پھر ''کشادگی'' کا لفظ اتنا وسیع ہے کہ اس کے معنی صرف یہ نہیں ہیں کہ گھر بڑا ہو، بلکہ اس کے اندر یہ بات بھی داخل ہے کہ گھر والوں کے دل باہم ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں، اگر گھر تو بڑا ہے لیکن گھر والوں کے دل ملے ہوئے نہیں ہیں تو وہ گھر بڑا ہونے کے باوجود گھر کی راحت اس میں حاصل نہیں ہوسکے گی۔ لہٰذا اس دعا کے اندر یہ بات بھی داخل ہے کہ گھر کے ماحول کے اندر راحت ملے، یہ نہ ہو کہ گھر میں داخل ہوکر انسان ایک عذاب

کے اندر مبتلا ہو جائے۔

برکت کی دعا کی وجہ

تیسرا جملہ ارشاد فرمایا:

وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ

اے اللہ! میرے رزق میں برکت عطا فرما۔ اس جملہ میں بھی غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا نہیں فرمائی کہ اے اللہ! مجھے بہت زیادہ رزق عطا فرما، میرے مال میں اضافہ فرما، بلکہ یہ دعا فرمائی کہ میرے رزق میں برکت عطا فرما۔ اس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سبق دے دیا کہ مال و دولت ہو یا دنیا کے اور ساز وسامان ہوں، چاہے کھانے پینے کا سامان ہو یا پہننے اور اوڑھنے کا سامان ہو، یا گھر کے اندر برتنے کا سامان ہو، یہ سب رزق کے اندر داخل ہے، بہرحال! یہ جتنے بھی سامان ہیں، محض ان کی گنتی بڑھ جانے سے کچھ نہیں ہوتا، یا بینک بیلنس بڑھ جانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مال میں برکت نہ ہو۔

مانگنے کی چیز ''برکت'' ہے

اگر اللہ تعالیٰ برکت عطا فرما دیں تو مزدور کی تھوڑی سی تنخواہ میں بھی برکت عطا فرما دیتے ہیں جس سے اس کو سکون اور چین نصیب ہو جاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ برکت اٹھا لیں تو کروڑ پتی اور ارب پتی انسان کے لئے اس کا مال راحت کا سبب بننے کے بجائے الٹا عذاب کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لئے فرما

دیا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی چیز گنتی کا اضافہ نہیں ہے بلکہ مانگنے کی چیز ''برکت'' ہے۔ گنتی کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے کافر کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ ہمزہ میں فرمایا:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ نِ ۞ الَّذِىْ
جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّ دَهُ ۞

(سورۂ ہمزہ، آیت ۱۔۲)

افسوس ہے اس کافر کے لئے جو دوسروں پر طعنے مارتا پھرتا ہے اور دوسروں کی عیب جوئی کرتا پھرتا ہے اور مال جمع کر کے پھر ہر وقت گنتا رہتا ہے۔ کیونکہ اس کو گنتی کرنے میں مزہ آتا ہے کہ اب اتنے ہوگئے اور اب اتنے ہوگئے۔ قرآن کریم نے اس کو مذمّت کے پیرائے میں بیان فرمایا کہ گنتی بڑھ جانے میں دھوکہ ہی دھوکہ ہے، دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ اس گنتی بڑھنے کے نتیجے میں تجھے سکون کتنا ملا اور تجھے راحت اور آرام کتنا نصیب ہوا، اگر گنتی تو لاکھوں اور اربوں تک پہنچ گئی اور جائیدادیں بنالیں، لیکن خود جیل خانے میں پڑا ہے تو وہ ساری دولت راحت کا سبب بننے کے بجائے الٹا عذاب کا سبب بن رہی ہے، اس دولت میں برکت نصیب نہیں ہوئی۔ دوسری طرف ایک معمولی سے مزدور کو جو آٹھ گھنٹے محنت کرنے کے بعد تھوڑے سے پیسے ملے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پیسوں میں برکت عطا فرمادی، اس کے نتیجے میں اس نے بھرپور بھوک کے ساتھ کھانا کھایا، اطمینان کے ساتھ وہ کھانا ہضم ہوا اور رات کو آٹھ گھنٹے تک بھرپور نیند لی اور صبح تازہ دم ہوکر بیدار ہوا۔

سبق آموز واقعہ

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ لکھنو کے ایک بہت بڑے نواب صاحب بہت بڑے جاگیردار تھے، ان کے محلات اور قلعے تھے، نوکر چاکر، حشم و خدم تھے، انواع و اقسام کی نعمتیں مہیّا تھیں، مگر ان نواب صاحب کے معدے میں ایک ایسی بیماری ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان کے معالج نے یہ کہہ دیا تھا کہ اب آپ کی غذا ساری عمر ایک ہی ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ بکری کا آدھا پاؤ قیمہ لیا جائے اور اس کو ململ کے کپڑے میں رکھ کر اس کا جوس نکالا جائے، بس وہ جوس آپ کی غذا ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی چیز آپ نہیں کھاسکتے۔ اب گھر میں انواع و اقسام کے کھانے پک رہے ہیں، پھل فروٹ موجود ہیں، میوے موجود ہیں، اور دنیا بھر کی نعمتیں موجود ہیں، لیکن نواب صاحب کو صرف قیمہ کا جوس ملتا ہے اور کچھ نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ یہ دولت لے لیں اور سکون کی نیند دیدیں

ایک دن وہ نواب صاحب دریائے گومتی کے کنارے اپنے محل میں بیٹھے ہوئے تھے اور دریا کا نظارہ کر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک مزدور آیا۔دوپہر کا وقت تھا، وہ دریا کے کنارے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا اور پھر اس نے اپنی گٹھری کھولی اور اس میں سے جو کی دو موٹی موٹی روٹیاں نکالیں اور پیاز نکالی، اور پھر ان

روٹیوں کو اس پیاز کے ساتھ خوب شوق اور رغبت کے ساتھ کھایا، پھر دریا سے پانی پیا اور پھر اسی درخت کے نیچے سو گیا اور خراٹے لینے شروع کر دیے۔ نواب صاحب اوپر سے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ نواب صاحب نے کہا کہ میں اس پر راضی ہوں کہ یہ ساری دولت، یہ کوٹھی، یہ بنگلے وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ مجھ سے لے لیں اور آرام وسکون کی جو نیند اس مزدور کو حاصل ہے، وہ مجھے مل جائے۔ لہٰذا دولت ہے لیکن برکت نہیں۔

آج سب کچھ ہے، مگر برکت نہیں

اگر غور کیا جائے تو یہ نظر آئے گا کہ ہمارا آج کا مسئلہ یہ ہے کہ آج ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن برکت نہیں ہے، جو شخص ماہانہ ایک ہزار روپے کما رہا ہے اور وہ شخص جو ماہانہ ایک لاکھ روپے کما رہا ہے، دونوں کی زبان سے ایک ہی جملہ سننے کو ملے گا کہ "گزارہ نہیں ہوتا"، بلکہ بعض اوقات لاکھوں کمانے والا اس مزدور کے مقابلے میں زیادہ شکوہ کر رہا ہوتا ہے جو مہینے میں دو ہزار روپے کماتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ آج برکت اٹھ گئی ہے، نہ مال میں برکت ہے، نہ کھانے میں برکت ہے، نہ پانی میں برکت ہے، نہ لباس میں برکت ہے، نہ اوقات میں برکت ہے۔

آج وقت میں برکت نہیں

آج کے دور میں سائنس کی ایجادات نے انسان کا کتنا وقت بچایا ہے۔ پہلے زمانے میں پکانے کے لئے چولہا جھونکنا پڑتا تھا، لکڑیاں سلگائی جاتی

تھیں، اگر ایک کپ چائے بنانی ہوتو آدھا گھنٹہ چاہئے۔ مگر آج کے دور میں تم نے چولہے کا کان موڑا اور چولہا جل گیا اور دو منٹ میں چائے تیار ہوگئی، گویا کہ اس چولہے نے تمہارا آدھا گھنٹہ بچالیا۔ لیکن ذرا غور کرو کہ یہ آدھا گھنٹہ کہاں گیا؟ اسی طرح پہلے سفر پیدل ہوتے تھے یا گھوڑوں اور اونٹوں پر ہوتے تھے، آج تیز رفتار سواریاں موجود ہیں، یہاں تک کہ صرف تین گھنٹے میں ایک بَرّاعظم سے دوسرے بَرّاعظم میں پہنچ سکتے ہو، چوبیس گھنٹے میں پوری دنیا کے گرد چکر لگا سکتے ہو، لہٰذا ان تیز رفتار سواریوں سے ہمارا کتنا وقت بچ گیا، لیکن اس کے باوجود یہ رونا ہے کہ وقت نہیں ملتا، فرصت نہیں ہے۔ نئی ایجادات نے جو اوقات بچائے وہ کہاں گئے؟ یہ سب اوقات بے برکتی کی نذر ہو رہے ہیں کہ اوقات میں برکت نہیں ہے۔

حضور ﷺ کے وقت کی برکت

جب اللہ تعالیٰ وقت میں برکت عطا فرماتے ہیں تو پھر تیئیس سال کے اندر پوری دنیا میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھئے! اگر تعلیم کی طرف نظر ڈالیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساری عمر تعلیم ہی دیتے رہے، اگر اصلاح کے کام کی طرف دیکھو تو یہ نظر آئے گا کہ ساری عمر لوگوں کی اصلاح ہی کرتے رہے، اگر جہاد کے کام کو دیکھو تو یہ نظر آئے گا کہ آپ ساری عمر جہاد ہی کرتے رہے، لیکن اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف تیئیس سال میں سارے بڑے بڑے کام

انجام دلوا دیئے، یہ سب وقت کی برکت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات میں جو برکت عطا فرمائی تھی، سرکار کے ان غلاموں کے اوقات میں بھی وہ برکت عطاء فرمادی جنہوں نے آپ ﷺ کی غلامی کو سر کا تاج سمجھا، تھوڑے وقت میں اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی کتنے بڑے بڑے کام لے لئے۔

حضرت تھانویؒ اور وقت کی برکت

بہت دور کی بات نہیں، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کو دیکھئے! ایک ہزار تصانیف چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے، آج اگر کوئی شخص ان کی تصانیف کو اوّل سے آخر تک صرف پڑھنا ہی چاہے تو اس کے لئے بھی سالہا سال درکار ہیں۔ ان تصانیف کے ساتھ ساتھ مجالس بھی جاری تھیں، اصلاح و ارشاد کا کام بھی جاری تھا، خط و کتابت بھی جاری تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں یہ برکت عطا فرمائی تھی۔

برکت حاصل ہے تو سب کچھ حاصل ہے

بہرحال! اللہ تعالیٰ سے اصل مانگنے کی چیز برکت ہے، جب یہ برکت اٹھ جاتی ہے تو پھر رونا ہی رونا ہوتا ہے، کھانے میں رونا، پینے میں رونا، پیسے میں رونا، مکان میں رونا، وقت میں رونا، ہر چیز میں رونا ہوتا ہے، یہ سب برکت کے فقدان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی کہ یہ دعا کرو کہ:

وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ

اے اللہ! میرے رزق میں برکت عطا فرما۔

وہ رزق چاہے تھوڑا ہو لیکن برکت والا ہو، پھر دیکھو کہ اس رزق میں کیا لطف آتا ہے۔

تمام حاجتیں ان دعاؤں میں سمٹ گئیں

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا جو تین دعائیں وضو کے دوران تلقین فرمائیں، اگر انسان پانچوں نمازوں کے وقت وضو کرتے ہوئے یہ دعائیں مانگے تو کبھی نہ کبھی تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے انشاء اللہ۔ اور جب اس نیت سے یہ دعائیں مانگو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں مانگی ہیں تو ممکن نہیں ہے کہ یہ دعائیں قبول نہ ہوں، انشاء اللہ ضرور قبول فرمائیں گے اور دنیا و آخرت کی کوئی حاجت ایسی نہیں ہے جو ان تین دعاؤں میں سمٹ نہ گئی ہو۔

وضو کے دوران کی دوسری دعا

وضو کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دوسرا ذکر ثابت ہے، وہ یہ ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے دوران یہ ذکر فرمایا کرتے تھے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔

وضو کے بعد کی دعا

وضو کے ختم ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا دیجئے اور پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا دیجئے۔ اس دعا کی کچھ تفصیل اور بزرگوں نے وضو کے دوران جو ہر ہر عضو کے دھونے کے وقت کی دعائیں بتائی ہیں، اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ کو اس کی تفصیل عرض کروں گا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور اپنے فضل و کرم سے ہم سب کے حق میں ان دعاؤں کو قبول فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی بھی مغفرت فرمائے، ہمارے گھروں میں بھی کشادگی عطا فرمائے اور ہمارے رزق میں بھی برکت عطا فرمائے اور وضو کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

وضو کے دوران ہر عضو دھونے کی علیحدہ دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِیْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ـ مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِیَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا ـ

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّى فَاِنِّى قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۶)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گزشتہ جمعہ کو ان دعاؤں کا بیان ہوا تھا جو دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے دوران پڑھنا ثابت ہیں، لیکن بزرگوں نے وضو کے دوران ہر عضو کو دھوتے وقت مستقل دعاؤں کی بھی تعلیم دی ہے، یہ دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ثابت نہیں کہ آپ وضو کے دوران فلاں عضو کو دھوتے وقت فلاں دعا پڑھا کرتے تھے اور فلاں عضو کو دھوتے وقت فلاں دعا پڑھا کرتے تھے، البتہ یہ دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے دوسرے مواقع پر پڑھنا ثابت ہے۔ بزرگوں نے وضو کے دوران اعضاء کو دھوتے وقت بھی ان دعاؤں کو پڑھنے کی تعلیم دی تا کہ انسان کا وضو کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رہے اور اللہ

تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگتا رہے۔

وضو شروع کرتے وقت کی دعا

چنانچہ بزرگوں نے فرمایا کہ جب آدمی وضو شروع کرے تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى
مِلَّةِ الْإِسْلَامِ۔

یعنی اس اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بلند اور عظیم ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ملّت اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

گٹوں تک ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد جب گٹوں تک ہاتھ دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْيُمْنَ وَالْبَرَكَةَ
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشُّئُوْمِ وَ الْهَلَاكَةِ۔

اے اللہ! میں آپ سے خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور نحوست اور ہلاکت سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

کلّی کرنے کی دعا

اس کے بعد جب کلّی کرے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلاوَةِ الْقُرْآنِ وَ ذِكْرِكَ
وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

یا اللہ! تلاوت قرآن کریم کرنے پر اور آپ کا ذکر کرنے پر اور آپ کا شکر ادا کرنے پر اور آپ کی بہتر طریقے سے عبادت کرنے پر میری اعانت فرما۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب ناک میں پانی ڈالے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ

اے اللہ! مجھے جنّت کی خوشبو سنگھایئے اور جہنم کی خوشبو نہ سنگھایئے۔

چہرہ دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب چہرہ دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

اے اللہ! جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، اس دن میرے چہرے کو سفید بنایئے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

(سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۶)

اس دن میدان حشر میں کچھ چہرے سفید چمکتے ہوئے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، مؤمنوں کے چہرے جنہوں نے عمل صالح کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سفید ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ○ تَظُنُّ أَنْ يُّفْعَلَ بِهَا
فَاقِرَةٌ ○ (سورۃ القیامۃ، آیت ۲۲ تا ۲۵)

یعنی قیامت کے دن کچھ چہرے تو شاداب ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، اور کچھ چہرے مرجھائے ہوئے پژمردہ اور کملائے ہوئے ہوں گے اور ان کا یہ گمان ہوگا کہ اب ہمارے ساتھ کمر توڑنے والا معاملہ کیا جائے گا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ○
أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ○

(سورۂ عبس، آیت ۳۸ تا ۴۲)

یعنی بہت سے چہرے اس دن روشن، ہنستے اور خوشیاں کرتے ہوں گے اور کچھ

چہرے ایسے ہوں گے کہ ان پر اس دن غبار اور سیاہی چھائی ہوگی، یہی لوگ کافر اور فاجر ہوں گے۔

قیامت کے دن اعضاء چمکتے ہونگے

بہرحال! میدان حشر ہی میں چہروں کی سیاہی اور سفیدی سے انسان کو اپنے انجام کا پتہ لگ جائے گا کہ مجھے کہاں جانا ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں وضو کرنے کے عادی تھے، اللہ تعالیٰ ان کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کے چہرے، ان کی پیشانیاں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں، یہ سب اعضاء چمکتے ہوئے ہوں گے اور اس چمک کی وجہ سے دور سے یہ نظر آئے گا کہ یہ بندہ نماز کے لئے وضو کیا کرتا تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے روز میری امت کے لوگ "غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ" کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، یعنی ان کے چہرے بھی سفید ہوں گے اور ان کے ہاتھ اور پاؤں بھی سفید ہوں گے۔ چونکہ وہ دن آنے والا ہے اور چہرے کی سفیدی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی علامت ہے اور چہرے کی سیاہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہونے کی علامت ہے، اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ وضو کے دوران چہرہ دھوتے وقت یہ دعا کیا کرو کہ:

اے اللہ! میرا چہرہ اس دن سفید رکھئے جس دن کچھ
چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

دایاں ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد دایاں ہاتھ کہنی تک دھوئے تو اس وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِيَمِيْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ
حِسَابًا يَّسِيْراً۔

اے اللہ! میرا نامہ اعمال مجھے دائیں ہاتھ میں دیجئے گا اور میرا حساب آسان فرمایئے گا۔ اس دعا میں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ
يُحَاسَبُ حِسَاباً يَّسِيْراً ۝ وَيَنْقَلِبُ
اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْراً ۝

(سورۃ انشقاق، آیت ۷تا۹)

یعنی جس شخص کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور پھر وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ یعنی اس سے سرسری حساب لے کر اس سے کہا جائے گا کہ جاؤ۔ کیونکہ جس شخص سے باقاعدہ حساب لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنے ایک ایک عمل کا پورا حساب دو تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ۔

(ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب عیادۃ النساء)

یعنی جس شخص سے پورا پورا حساب لیا جائے اور اس کو ایک ایک عمل کا جواب دینا پڑے تو بالآخر اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

مجموعی زندگی درست کرنے کی فکر کریں

یہ ایمان کی دولت ایسی چیز ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دولت کسی کو عطا فرما دیتے ہیں تو اس پر یہ کرم ہوتا ہے کہ اگر اس کی مجموعی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزری ہے، اگرچہ اس سے چھوٹے چھوٹے گناہ بھی ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب کتاب میں زیادہ جانچ پڑتال نہیں کریں گے بلکہ اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائیں گے، بس اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوگی اور پیشی ہونے کے بعد اس کا نامہ اعمال سرسری طور پر دکھا دیا جائیگا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے کرم کا معاملہ فرمائیں گے اور جنّت میں بھیج دیں گے۔ لیکن جس شخص کی مجموعی زندگی معصیت میں گزری ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ سے غافل رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کو بھولا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہی دل سے جاتا رہا تھا، ایسے شخص سے حساب پورا پورا لیا جائے گا، اور جس شخص سے پورا پورا حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں دھر لیا جائے گا۔ اسی لئے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ یہ دعا مانگا کرو کہ:

اے اللہ! میرا نامہ اعمال مجھے دائیں ہاتھ میں عطا فرمایئے گا اور میرا حساب آسان لیجئے گا۔

عربی کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اردو میں یہ دعا کرلیا کرو۔

بایاں ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد جب بایاں ہاتھ دھوئے تو یہ دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلاَ
مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ

اے اللہ! میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دیجئے گا اور نہ پشت کی طرف سے دیجئے گا۔

قرآن کریم میں آیا ہے کہ مؤمنوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور کافروں کو اور بدعمل لوگوں کو ان کا نامہ اعمال پشت کی جانب سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس لئے یہ دعا کرنی چاہئے کہ:

اے اللہ! میرا نامہ اعمال نہ تو بائیں ہاتھ میں دیجئے اور نہ پشت کی جانب سے دیجئے تاکہ کافروں اور بدعملوں میں میرا اشمار نہ ہو۔

سر کا مسح کرتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب انسان سر کا مسح کرے تو اس کے لئے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ:

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ
لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ۔

اے اللہ! مجھے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمایئے گا اس دن جس دن آپ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ جب میدان حشر میں لوگ جمع ہوں گے تو وہاں پر شدید گرمی کا عالم ہوگا اور سورج قریب ہوگا، حدیث شریف میں آتا ہے کہ لوگ اس دن اپنے پسینے میں غرق ہوں گے، بعض لوگوں کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا، بعض لوگوں کی کمر تک پسینہ ہوگا، بعض لوگوں کے سینے تک پسینہ ہوگا اور بعض لوگوں کے ہونٹوں تک پسینہ ہوگا، اس طرح لوگ اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حشر کے دن کی اس گرمی سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو کہ:

اے اللہ! جس دن آپ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، مجھے اس دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرما۔

عرش کے سائے والے سات افراد

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے، ان میں سات قسم کے لوگوں کا بطور

خاص ذکر فرمایا:

(۱) ایک وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری ہو اور بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس کو عبادت کا ذوق عطا فرمایا ہو۔

(۲) دوسرے وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا ہوا ہو، ایک نماز پڑھ کر گھر گیا، اب دوسری نماز کی فکر اور اس کا انتظار لگ گیا کہ مجھے دوبارہ مسجد میں جانا ہے۔

(۳) تیسرے وہ شخص جس کو کسی صاحب منصب اور حسن و جمال والی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو، لیکن اس نے جواب میں کہا ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

(۴) چوتھے وہ شخص جس نے دوسرے شخص سے صرف اللہ کے لئے محبت کی ہو، کسی دنیاوی غرض کے لئے دوستی اور محبت نہ کی ہو۔

(۵) پانچویں وہ شخص جس نے دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ دیا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا ہو کہ کیا دیا ہے۔

(۶) چھٹا وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے نتیجے میں اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(۷) ساتویں امام عادل۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ اس لئے سر کا مسح کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ! مجھے اس دن عرش کا سایہ عطا فرما جس دن عرش کے سائے کے علاوہ کوئی

سایہ نہیں ہوگا۔

گردن کے مسح کے وقت کی دعا

اس کے بعد جب آدمی گردن کا مسح کرے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔

اے اللہ! میری گردن کو آگ (جہنّم) سے آزاد کر دیجئے۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب داھنا پاؤں دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَضِلُّ فِیهِ الْاَقْدَامُ۔

اے اللہ! میرے پاؤں کو اس دن پل صراط پر ثابت قدم رکھئے گا جس دن وہاں پر لوگوں کے پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔

یہ پل صراط جہنم کے اوپر ایک پُل ہے جس سے گزر کر آدمی جنّت میں جائے گا، جو لوگ جہنمی ہوں گے ان کے پاؤں اس پُل پر پھسل جائیں گے جس کے نتیجے میں وہ جہنم کے اندر جا گریں گے۔

پُل صراط پر ہر ایک کو گزرنا ہوگا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جہنم میں آنکڑے لگے ہوئے ہیں، جب کوئی جہنمی اس پُل کے اوپر سے گزرے گا تو نیچے سے آنکڑا آکر اس کو کھینچ کر جہنم میں گرادے گا۔ العیاذ باللہ العلی العظیم۔ یہ وقت بہت سخت ہوگا اور ہر شخص کو اس پُل پر سے گزرنا ہوگا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔ (سورۂ مریم، آیت ۷۱)

یعنی تم میں سے ہر شخص کو جہنم پر سے گزرنا ہی ہے، چاہے وہ مؤمن ہو یا کافر ہو، نیک ہو یا برا ہو۔ لیکن اگر اس کے اعمال اچھے ہوں گے اور وہ اطاعت گزار ہوگا تو وہ بجلی کی طرح تیزی سے اس پُل پر سے گزر جائے گا، جہنم کی کوئی تپش اس کو نہیں پہنچے گی، لیکن اگر وہ کافر ہوگا یا فاسق و فاجر ہوگا تو اس صورت میں جہنم کے آنکڑے اس کو اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! مجھے اس دن ثابت قدم رکھئے گا جس دن لوگوں کے پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب بایاں پاؤں دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْيِيْ مَشْكُوْرًا

وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ۔

اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت فرما دیجئے اور میں نے جو کچھ عمل کیا ہے اپنے فضل سے اس کا اجر مجھے عطا فرمایئے اور جو میں نے تجارت کی ہے یعنی جو زندگی گزاری ہے، جو حقیقت میں تجارت ہی ہے، اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہونے والا ہے، تو اے اللہ تعالیٰ! میری زندگی کی تجارت کو گھاٹے کی تجارت نہ بنایئے گا بلکہ نفع کی تجارت ہو کر آخرت میں اس کا اجر مجھے مل جائے۔

بہرحال! بزرگوں نے فرمایا کہ وضو کے دوران یہ دعائیں پڑھتے رہنا چاہئے، بہترین دعائیں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دوسرے مواقع پر ان دعاؤں کا پڑھنا ثابت ہے، اگرچہ وضو کے وقت پڑھنا ثابت نہیں۔ اگر ان میں ایک دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی تو انشاء اللہ تعالیٰ بیڑہ پار ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں یہ ساری دعائیں قبول فرمالے۔ آمین۔ دعاؤں کے عربی الفاظ یاد کرلیں اور جب تک عربی الفاظ یاد نہ ہوں، اس وقت تک اردو ہی میں مانگ لیں، تو اس وضو کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ باطنی صفائی بھی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی برکات ہم سب کو عطا فرمائے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

وضو کے بعد کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ
نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ـ مَنْ يَّهْدِهِ
اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ
وَأَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً
عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى
اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ـ
أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوا لِیْ
وَلْیُؤْمِنُوا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ O (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۶)
آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسوله
النبی الکریم ونحن علی ذٰلك من الشاهدین و
الشاکرین والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! اللہ جل شانہ سے تعلق قوی اور مضبوط کرنے کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادعیہ ماثورہ تعلیم فرمائی ہیں، صبح سے شام تک تمہاری زندگی میں جو مختلف موڑ آتے ہیں، ہر موڑ کے لئے ایک دعا تلقین فرما دی ہے کہ یہ دعا مانگا کرو، جب صبح بیدار ہو تو یہ دعا کرو، جب گھر سے باہر نکلو تو یہ دعا کرو، جب بازار جاؤ تو یہ دعا کرو، جب بیت الخلاء میں جاؤ تو یہ دعا کرو، جب مسجد میں جاؤ تو یہ دعا کرو، وغیرہ۔ انہی ادعیہ ماثورہ میں سے بعض کی تشریح پچھلے جمعوں میں عرض کی تھی۔

وضو کے دوران پڑھنے کی دعا

وضو کی دعاؤں کا بیان چل رہا تھا، وضو کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا پڑھا کرتے تھے وہ یہ تھی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ
وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وضو کے دوران اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وضو کے بعد آپ ﷺ یہ پڑھا کرتے تھے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

وضو کے بعد کی دعا

جب آدمی وضو سے فارغ ہو جائے تو اس وقت کیا دعا کرے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر دو دعائیں پڑھنا ثابت ہے، ایک یہ کہ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ جب بندہ وضو کرتا ہے تو ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ باطنی صفائی بھی کرتے جاتے ہیں، اور ہر عضو سے ارتکاب کئے ہوئے صغیرہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرماتے جاتے ہیں، چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب بندہ وضو سے فارغ ہوتا ہے تو وہ صغیرہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔ البتہ ابھی اس کے ذمے کبیرہ گناہ باقی ہوتے ہیں، اب کبیرہ گناہوں سے پاکی کے لئے اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

یعنی اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اوران لوگوں میں سے بنا دیجئے جوطہارت اور پاکی حاصل کرنے والے ہیں۔

صغیرہ کے ساتھ کبیرہ کی بھی معافی

اس دعا میں دو جملے ارشاد فرمائے، ایک جملہ یہ کہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے بنا دیجئے۔ اس جملے کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ وضو کے ذریعہ صغیرہ گناہ تو معاف ہوگئے، اس لئے کہ صغیرہ گناہ نیک اعمال کے ذریعہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن کبیرہ گناہوں کے بارے میں قانون یہ ہے کہ وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، اس لئے اس موقع پر یہ دعا تلقین فرمائی کہ اے اللہ! میرے صغیرہ گناہ تو معاف ہوگئے لیکن میرے بڑے بڑے گناہ ابھی باقی ہیں، ان سے پاک ہونے کے لئے اے اللہ! مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمایئے تاکہ اس توفیق کے بعد میں توبہ کروں اور اس کے نتیجے میں میرے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جائیں۔

بار بار توبہ کرنے والا بنا دیں

اس جملے کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمایئے بلکہ یہ فرمایا کہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا دیجئے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہاں مبالغہ کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا، جبکہ

اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ سے توبہ کرے گا، میں اس کے گناہ معاف کردوں گا، اب بہت توبہ کرنے کا کیا مطلب؟ مطلب اس کا یہ ہے کہ یا اللہ! میں اس وقت تو توبہ کرلونگا اور اس کے نتیجے میں آپ میری مغفرت بھی فرما دیں گے، لیکن اس کے بعد بھی مجھے اپنے اوپر بھروسہ نہیں ہے، نہ جانے کب دوبارہ پھسل جاؤں اور پھر دوبارہ گناہ میں مبتلا ہو جاؤں، اگر ایسا ہو جائے تو اے اللہ! مجھے دوبارہ توبہ کرنے کی توفیق دیجئے گا؟ جس طرح انسان کے کپڑے ایک مرتبہ دھلنے کے بعد دوبارہ میلے ہو جاتے ہیں اور ان کو دوبارہ دھونے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے، اسی طرح انسان توبہ کے ذریعہ پاک ہو جاتا ہے اور پاک ہونے کے بعد جب وہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو پھر ناپاک ہو جاتا ہے اور پھر دوبارہ توبہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! اول تو میری حفاظت فرمایئے اور اگر گناہ ہو جائے تو مجھے دوبارہ توبہ کی توفیق عطا فرمایئے۔

بہت زیادہ رجوع کرنے والا بنادیں

اس جملے کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اس میں لفظ "توّاب" آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں "بہت لوٹنے والا اور بہت رجوع کرنے والا" دعا کے اب معنی یہ ہوئے کہ اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا دیجئے جو ہر وقت آپ سے رجوع کرتے ہیں، ہر وقت آپ کی طرف لوٹتے ہیں، جنہوں نے آپ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کر رکھا ہے، ان کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو یہ

لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ دعا اس وقت کی جا رہی ہے جب آدمی ابھی وضو سے فارغ ہوا ہے اور وضو کے دوران بھی ادعیہ ماثورہ پڑھتا رہا ہے، اب یہ دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ! مجھے کثرت سے آپ کی طرف رجوع کرنے والا بنا دیجئے تا کہ ہر وقت میں آپ سے رابطہ قائم رکھوں۔

باطن کو بھی پاک کرنے والا بنا دیں

اس دعا کا دوسرا جملہ یہ ہے:

وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا دیجئے جو کوشش کر کے پاکی حاصل کرتے ہیں۔ ''طاہر'' کے معنی ہیں ''پاک'' لیکن لفظ مُتَطَهِّرِیْنَ ''باب تفعّل'' سے ہے اور باب تفعّل کی خاصیت مشقت اور تکلّف ہے، لہٰذا اس لفظ کے معنی یہ ہوئے کہ جو اہتمام کر کے اور کوشش کر کے پاکی حاصل کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہری پاکی کے ساتھ ساتھ باطنی پاکی بھی حاصل کرتے ہیں اور اپنے دل کی دنیا کو بھی پاک کرتے ہیں۔ لہٰذا اے اللہ! وضو کرنے کے نتیجے میں میرے اعضاء تو دھل گئے اور ان پر جو ظاہری میل کچیل تھا وہ بھی زائل ہو گیا، لیکن اب میرے باطن کا میل کچیل بھی دور کر دیجئے۔ وضو کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک تو یہ دعا پڑھنا ثابت ہے۔

وضو کے بعد کی دوسری دعا

وضو کے بعد ایک اور ذکر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ یہ پڑھا کرتے تھے:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

اے اللہ! میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور آپ کی حمد کرتا ہوں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں آپ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ اس دعا میں بھی وہی بات دوبارہ آ گئی، یعنی صغیرہ گناہ تو وضو سے خود بخود معاف ہوگئے تھے، کبیرہ گناہوں کے لئے توبہ کی ضرورت تھی، اس لئے وضو کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی:

اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

اے اللہ! میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں اور آپ سے توبہ کرتا ہوں۔ لہٰذا توبہ کے ذریعہ کبیرہ گناہوں کو بھی معاف کرالیا۔

ایسا شخص محروم نہیں رہے گا

آپ ذرا تصور کریں کہ جو انسان دن میں پانچ مرتبہ وضو کرے گا اور وضو کرنے کے دوران وہ اذکار پڑھے گا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائے اور ہر وضو کے بعد یہ کہے گا:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

اور یہ کہے گا کہ اے اللہ! میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، تو گویا کہ وہ شخص دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ اور استغفار کرے گا، تو کیا اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی توبہ قبول نہیں فرمائیں گے؟ کیا ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ مضبوط تعلق نہیں عطا فرمائیں گے؟ جو بندہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا دیجئے اور اپنی طرف مائل ہونے والا بنا دیجئے تو کیا ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ محروم فرما دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ ارے وہ تو رحمٰن الرحیم ہیں، وہ تو ہمارے پروردگار ہیں، اگر ایک بیٹا اپنے باپ سے یا اپنی ماں سے روزانہ دن میں پانچ مرتبہ ایک درخواست کرے، وہ درخواست بھی نامعقول نہ ہو، تو کیا کوئی باپ ایسا ہوگا جو اس کی درخواست کو قبول نہیں کرے گا؟ ضرور قبول کرے گا، اللہ تعالیٰ تو ماں باپ سے کہیں زیادہ رحیم و کریم ہیں، مہربان ہیں، وہ کیسے بندے کی اس دعا کو رد فرما دیں گے، بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ دعا ضرور قبول ہوگی اور قبول ہونے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنے ساتھ مضبوط تعلق عطا فرمائیں گے اور اس تعلق کے نتیجے میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کی زندگی درست ہو جائے گی۔

بہرحال! یہ وضو کے بعد پڑھنے کی دعائیں تھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

نماز فجر کیلئے جاتے وقت کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ ط اُجِیْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔
(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۶)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العالمین

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز!

فجر کی نماز کے لئے جب مسلمان بیدار ہوگا اور وضو کرے گا اور وضو کے بعد وہ نمازِ فجر باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف جائے گا تو فجر کی نماز کے لئے جاتے ہوئے راستے میں جو دعا پڑھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْراً وَ عَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْراً وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْراً وَ فَوْقِیْ نُوْراً وَ تَحْتِیْ نُوْراً وَ اَمَامِیْ نُوْراً وَ خَلْفِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ لِیْ نُوْراً وَ اَعْظِمْ لِیْ نُوْراً اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْراً۔
(صحیح مسلم)

اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما دیجئے۔ دیکھئے! فجر کا وقت ہے اور آدمی نماز فجر کے لئے جا رہا ہے، اس وقت میں رات کی تاریکی جارہی ہوتی ہے اور دن کی روشنی آ رہی ہوتی ہے، دن کی روشنی کی آمد کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! یہ ظاہری روشنی تو آپ پھیلا رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میرے دل میں بھی نور عطا فرمائیے، میری آنکھوں میں نور عطا فرمائیے، میرے کانوں میں نور عطا فرمائیے، میرے دائیں طرف نور ہو، میرے بائیں طرف نور ہو، میرے اوپر نور ہو، میرے نیچے نور ہو، میرے آگے نور ہو، میرے پیچھے نور ہو، اے اللہ! میرے لئے نور مقرر فرما دیجئے، اے اللہ! میرے نور کو بڑا کر دیجئے، اے اللہ! مجھے نور عطا فرمائیے۔ ایک روایت میں اس لفظ کا اضافہ ہے کہ:

وَاجْعَلْنِیْ نُوْراً۔

اے اللہ! مجھے سراپا نور بنا دیجئے۔ فجر کی نماز کے لئے جاتے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

ایسا شخص محروم نہیں رہے گا

اگر ایک شخص روزانہ بلا ناغہ صبح کے وقت نماز کے لئے جاتے ہوئے راستے میں یہ دعا مانگ رہا ہے کہ اے اللہ! مجھے سراپا نور بنا دیجئے، میرے دل میں نور ہو، میری آنکھوں میں نور ہو، میرے کانوں میں نور ہو، میرے آگے، میرے پیچھے، میرے اوپر، میرے نیچے، میرے دائیں، میرے بائیں نور ہو،

میرے ہر طرف نور ہو، اے اللہ! مجھے نور بنا دیجئے، تو کیا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں فرمائیں گے؟ جو شخص روزانہ یہ دعا مانگ رہا ہو اور ایسے وقت میں مانگ رہا ہوں جب کہ وہ بستر کو چھوڑ کر نیند کی قربانی دے کر اپنی خواہشات کو پامال کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے نکلا ہے، وضو کر کے پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے جا رہا ہے، کیا اس کی دعا قبول نہیں فرمائیں گے؟ کیا اس کو نور عطا نہیں فرمائیں گے؟ ضرور عطا فرمائیں گے۔

دل کے اندر نور ہونے کا مطلب

پھر ہر چیز کا نور الگ ہوتا ہے، چراغ اور بجلی کا نور روشنی ہے، آنکھوں کا نور بینائی ہے، لیکن یہ بینائی ظاہری نور ہے، البتہ ہر چیز کا حقیقی اور باطنی نور یہ ہے کہ جب اعضاء میں وہ نور پیدا ہو تو یہ اعضاء اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال ہوں، یہ ہے اصل نور۔ لہٰذا اس دعا میں یہ جو فرمایا کہ میرے قلب میں نور ہو، قلب میں نور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میرے قلب میں ایسے خیالات آئیں جو منور ہوں، ایسے ارادے پیدا ہوں جو نور والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوں، اور قلب کے اندر سے نفاق کی بیماری دور ہو، قلب کے اندر سے تکبر دور ہو، قلب کے اندر سے حسد نکل جائے، حرص نکل جائے، مال و جاہ کی محبت نکل جائے اور اس کی جگہ اللہ جل شانہ کی محبت دل میں پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت دل میں پیدا ہو، نیکیوں کی محبّت دل میں پیدا ہو، یہ سب قلب کا نور ہے۔ جب انسان روزانہ

اللہ تعالیٰ سے یہ نور مانگے گا تو کیا اللہ تعالیٰ اس کو نور نہیں دیں گے؟ ضرور دیں گے۔ البتہ مانگنے والا صدق دل سے مانگے، حسن نیت سے مانگے، توجہ اور اہتمام اور دھیان سے مانگے تو انشاء اللہ یہ نور ضرور عطا ہوگا۔

آنکھ میں نور ہونے کا مطلب

اور اس دعا میں یہ جو فرمایا کہ میری آنکھوں میں نور پیدا فرما۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آنکھ جائز اور حلال چیز کو دیکھے اور ناجائز چیز سے پرہیز کرے، ایسی چیز کو دیکھے جس کو دیکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آنکھ بنائی ہے، اس کا دنیا میں بھی فائدہ ہے اور آخرت میں بھی فائدہ ہے۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنے گھر میں داخل ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو محبّت کی نگاہ سے دیکھا اور بیوی نے شوہر کو محبّت کی نگاہ سے دیکھا تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ آنکھ کا جائز اور مستحب بلکہ واجب استعمال ہے۔

ماں باپ کو دیکھنے سے حج وعمرہ کا ثواب

ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اولاد اپنے باپ کو یا ماں کو یا دونوں کو محبّت کی نگاہ سے دیکھیں تو ایک مرتبہ ان

پرمحبت کی نگاہ ڈالنا ایک مقبول حج اور ایک مقبول عمرہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اب ہم حج کے لئے کتنی محبت کرتے ہیں اور عمرہ کرنے کیلئے کتنی مشقت اٹھاتے ہیں، لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے والدین کی نعمت عطا کی ہوئی ہے، وہ دن میں سینکڑوں مرتبہ حج وعمرہ کا ثواب حاصل کرلیتا ہے، یہ آنکھ کا صحیح استعمال ہے۔ لیکن اگر یہ آنکھ ناجائز جگہ پر پڑے، مثلاً لذّت حاصل کرنے کی نیت سے نامحرم کو دیکھے، یا کسی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے، ذلّت کی نگاہ سے دیکھے، تو یہ اس آنکھ کا ناجائز استعمال ہے، یا کوئی شخص اس آنکھ کو دوسرے کی دل آزاری کے لئے استعمال کرے، یا کوئی ایسی چیز اس آنکھ سے دیکھے جس کو اس کا مالک چھپانا چاہتا ہے، تو یہ آنکھ کا ناجائز استعمال ہے۔

دوسروں کے گھروں میں جھانکنا

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی دوسرے کے گھر جاؤ تو پہلے اجازت لے لو، اجازت لینے سے پہلے کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں۔ اسی حدیث میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ نَظَرَ فَقَدْ دَخَلَ۔

یعنی ایک شخص ابھی دوسرے کے گھر میں داخل نہیں ہوا اور ابھی اس کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی، لیکن وہ گھر کے اندر جھانک رہا ہے، جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ اجازت لینے کے انتظار میں دروازے پر

کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے کھڑے اندر جھانکنا شروع کر دیتے ہیں، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اجازت کے بغیر اندر جھانکنا بھی جائز نہیں۔

ایک واقعہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک کنگھی تھی جس کے ذریعہ آپ اپنے جسم پر خارش فرما رہے تھے، اچانک آپ ﷺ کی نظر دروازے پر پڑی تو دیکھا کہ کوئی شخص دروازے کے سوراخ سے اندر جھانک رہا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو صاحب اندر جھانک رہے تھے ان کی نیت خراب نہیں ہوگی، کیونکہ عام طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کوئی ایسی چیز ہوتی نہیں تھی کہ آدمی چوری کرنے یا ڈاکہ ڈالنے کے لئے آئے، بظاہر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت میں جھانک رہا تھا کہ آپ ﷺ کو دیکھوں کہ آپ ﷺ کیا کر رہے ہیں، لہٰذا ان کی نیت بظاہر خراب نہیں تھی لیکن چونکہ اجازت کے بغیر جھانک رہے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اس طرح جھانکتے ہوئے دیکھا تو ان سے فرمایا کہ تم نے اتنا بڑا گناہ کیا ہے کہ تم اس لائق ہو کہ اس کنگھی سے تمہاری آنکھ پھوڑ دی جائے۔

یہ نگاہ کا غلط استعمال ہے

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے گھر میں اجازت کے بغیر دیکھے اور وہ گھر والا اس دیکھنے والے شخص کی آنکھ پھوڑ دے تو وہ شخص اپنے آپ کو ملامت کرے، پھوڑنے والے کو ملامت نہ کرے۔ آپ ﷺ نے اتنی سخت سزا اس کی بیان فرمائی۔ بہرحال! یہ نگاہ کا غلط استعمال ہے۔ اسی طرح ایک شخص کا گھر اونچا ہے اور دوسرے شخص کا گھر نیچے کی طرف ہے، اور اوپر گھر والا شخص نیچے والے گھر میں جھانک رہا ہے تو یہ نگاہ کا غلط استعمال ہے اور ناجائز استعمال ہے۔

آنکھوں کے ذریعہ گناہ اور ثواب دونوں کما سکتے ہو

لہٰذا اس نگاہ کے ذریعہ اگر کوئی شخص چاہے تو روزانہ بیسیوں مرتبہ حج و عمرہ کا ثواب حاصل کرسکتا ہے اور اس نگاہ کے ذریعہ اپنے دامن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جمع کرسکتا ہے، اور یہی نگاہ ہے کہ اگر انسان اس کو غلط استعمال کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں گناہوں کا انبار جمع ہوتا رہے گا۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری آنکھ میں نور عطا فرمایئے۔ اس نور سے مراد ظاہری بینائی نہیں، ظاہری بینائی تو الحمدللہ پہلے سے موجود ہے، بلکہ اس نور سے مراد آنکھ کا وہ نور ہے جو آنکھ کو جائز استعمال کی حد کے اندر محدود رکھے اور اس کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔

کان میں نور ہونے کا مطلب

اسی طرح آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے کان میں

نور عطا فرما۔ اب کان میں نور عطا فرمانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نور کے نتیجے میں کان میں کوئی بلب جل جائے گا یا کوئی چراغ جل جائے گا، بلکہ کان میں نور عطا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کان صحیح کاموں میں استعمال ہو، ناجائز کاموں سے وہ بچے، مثلاً اس کے ذریعہ قرآن کریم کی تلاوت سنی جائے جس کے نتیجے میں ایک ایک لفظ تمہارے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کر رہا ہے، اس کان کے ذریعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنو اور دین کی باتیں سنو تو اس صورت میں یہ کان عبادت میں مصروف ہے، اللہ تعالیٰ اس پر اجر وثواب عطا فرما رہے ہیں۔

کان کا صحیح استعمال

ایک شخص کسی کے پاس دین کا علم حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے یا دین کی بات سننے کے لئے جاتا ہے تو اس کے بارے میں حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسَ فِيْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ
لَهٗ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ۔

(مسلم شریف، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن)

یعنی جو شخص علم کی بات سننے کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس راستے پر چلنے کی وجہ سے اس کے لئے جنّت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص گھر سے چل کر مسجد کی طرف آتا ہے اور نماز پڑھنے کے ساتھ

ساتھ اس کے دل میں یہ نیت بھی ہے کہ میں مسجد میں جاکر دین کی باتیں سنوں گا اور قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور دین کے احکام سنوں گا تو یہ کان کا صحیح استعمال ہے، اس کے نتیجے میں اس کو حدیث میں بیان کردہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

کان کا غلط استعمال

لیکن اگر کوئی شخص اس کان کے ذریعہ فحش باتیں سنتا ہے یا گانا بجانا سنتا ہے، یا نامحرموں کی آواز سے لطف اندوز ہونے کے لئے ان کی باتیں سنتا ہے، یا اس کان کے ذریعہ غیبت سنتا ہے تو یہ سب کان کا غلط اور ناجائز استعمال ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! میرے کان میں نور عطا فرما، یعنی یہ کان جائز اور حلال کام میں استعمال ہو اور ناجائز اور حرام کام سے بچے، اور یہ کان جنّت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے، یہ کان کا نور ہے۔

دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہونا

اس کے بعد یہ دعا فرمائی کہ میرے دائیں نور عطا فرما، میرے بائیں نور عطا فرما، میرے آگے نور عطا فرما اور میرے پیچھے نور عطا فرما۔ یعنی اے اللہ! میں جس جگہ بھی چل کر جاؤں، وہاں مجھے نورانی ماحول عطا فرمائیے، ایسا ماحول ہو جو مجھے نیکیوں پر ابھارے اور گناہوں سے بچائے، جو مجھے آپ کی یاد

دلائے اور میرے دل میں آخرت کی فکر پیدا کرے۔

شیطان چار طرف سے حملہ کرتا ہے

جس وقت اللہ تعالیٰ ابلیس کو جنت سے نکال رہے تھے تو پہلے تو اس نے یہ چالاکی کی کہ اللہ تعالیٰ سے یہ مہلت مانگ لی کہ اے اللہ! مجھے قیامت تک زندگی عطا فرمادیں، قیامت تک مجھے موت نہ آئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک زندگی عطا فرمادی۔ جب اس کو مہلت مل گئی تو پھر کہتا ہے کہ اب میں آپ کی مخلوق کو گمراہ کروں گا، قرآن کریم میں ہے:

لَاٰ تِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۷)

یعنی انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے اس کے دائیں طرف سے اور اس کے بائیں طرف سے آؤں گا، چاروں طرف سے انسان پر حملے کروں گا، آپ ان میں سے اکثر بندوں کو شکر گزار نہیں پائیں گے، وہ ناشکرے ہوں گے اور آپ کے احکام کی تعمیل نہیں کریں گے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے اسی وقت فرمادیا تھا کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو کہ میں دائیں طرف سے آؤں گا اور بائیں طرف سے آؤں گا اور چاروں طرف سے آؤں گا اور آپ اکثر بندوں کو شکر گزار نہیں پائیں گے، یہ تو کیا شیخی بھگارتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ:

میرے بندوں پر داؤ نہیں چلے گا

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۔ (سورۃ الحجر، آیت ۴۲)

یعنی جو میرے بندے ہوں گے، ان پر تیرا کوئی قابو نہیں چلے گا، ان پر تیرا کوئی وار کارگر نہیں ہوگا، ہاں تیرا وار ان پر کارگر ہوگا جو میری بندگی سے ہٹے ہوئے ہوں گے، جو میرا بندہ نہیں بننا چاہتے اور میری بندگی سے انحراف کرنا چاہتے ہیں، وہ تیرے جال میں آ جائیں گے، لیکن جہاں تک میرے بندوں کا تعلق ہے، یعنی جن کو اپنا بندہ ہونے کا احساس ہوگا اور اس احساس کے نتیجے میں وہ مجھ سے رجوع کرتے رہیں گے اور یہ کہتے رہیں گے کہ یا اللہ! ہم تیرے بندے ہیں، ہمیں اس شیطان سے بچالے، میرے ان بندوں پر تیرا داؤ نہیں چلے گا، ان پر تیرا قابو نہیں ہوگا۔ مگر وہ لوگ جو گمراہ ہیں، جن کو یہ احساس ہی نہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، جو اس زمین پر خدا بن کر رہنا چاہتے ہیں، فرعون بن کر رہنا چاہتے ہیں، وہ تیرے داؤ میں آ جائیں گے، لیکن میرے بندوں پر تیرا داؤ نہیں چلے گا۔

میرے بندے کون ہیں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے ''بندے'' سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''میرے

بندے'' کہہ کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ اس سے وہ بندے مراد ہیں جن کے دل میں عبدیت کا جزبہ ہو، بندگی کا جزبہ ہو اور جو مجھ سے رجوع کریں، جہاں شیطان گمراہ کرے اور اپنا داؤ چلائے تو وہ فوراً میری طرف رجوع کریں کہ یا اللہ! یہ شیطان مجھے پریشان کر رہا ہے، یہ مجھے بہکانا چاہتا ہے، اے اللہ! مجھے بچالیجئے۔ ایسے بندوں پر شیطان کا داؤ نہیں چلے گا۔

شیطان کے حملے سے بچاؤ

لہٰذا چونکہ شیطان نے یہ کہا تھا کہ میں انسان کو بہکانے کے لئے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے آؤں گا، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمارے آگے بھی نور عطا فرما، پیچھے بھی نور عطا فرما، دائیں بھی نور عطا فرما اور بائیں بھی نور عطا فرما۔ وہ شیطان تو ظلمت اور تاریکی لا رہا ہوگا، وہ تو معصیت کا اندھیرا لا رہا ہوگا، اے اللہ! آپ ہمارے آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں نور پیدا فرمائیں، تاکہ اس کی لائی ہوئی ظلمت سے ہماری حفاظت ہو جائے۔ اب جو شخص صبح کو فجر کی نماز کے لئے جاتے وقت روزانہ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگے گا تو کیا اللہ تعالیٰ اس کو نور نہیں دیں گے؟ ضرور دیں گے۔ ارے انہوں نے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر یہ الفاظ القاء فرمائے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ الفاظ سکھائے، لہٰذا جب انہی کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ مجھ سے یہ چیز اس طرح مانگو تو کیا پھر بھی نہیں دیں گے؟ یہ کام تو ایک معمولی

شریف انسان بھی نہیں کرسکتا۔

کوئی شریف انسان بھی ایسا نہیں کریگا

ایک فقیر آدمی تھا، وہ تم سے مانگ رہا تھا، تم نے اس سے کہا کہ میرے گھر چلو، ہم تمہیں دیں گے، پھر تم اس کو اپنے ساتھ گھر لائے، جب گھر پہنچے تو تم نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ کیا مانگتے ہو؟ اس فقیر نے کہا کہ مجھے اتنے پیسوں کی ضرورت ہے، اب تم نے اس سے کہا کہ بھاگ جاؤ۔ بتایئے کوئی شریف انسان یہ کام کرے گا؟ کوئی احمق اور کمینہ شخص ہی ایسا کام کرسکتا ہے، کیونکہ گھر پر ساتھ لایا ہے، اسی لئے لایا ہے تاکہ اس کو کچھ دے۔

مانگنے والا ہونا چاہئے

اسی طرح جب اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت یہ دعائیں ہم سے منگوائیں اور فرمایا کہ مجھ سے مانگو تو اس بات میں کوئی ادنی شک وشبہ کی بھی گنجائش نہیں کہ وہ نہیں عطا کریں گے بلکہ وہ ضرور عطا کریں گے، بس مانگنے والا چاہئے۔ اور جب وہ نور عطا کریں گے تو پھر شیطان کا داؤ ہمارے اوپر نہیں چلے گا، انشاء اللہ۔ کیونکہ شیطان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ہمیں زبردستی جہنم میں گھسیٹ کر لے جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ

اِلَی النُّوْرِ ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْلِیٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ
یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○

(سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۷)

اللہ ولی ہے یعنی اللہ ذمہ دار ہے، اللہ دوست اور نگراں ہے ایمان والوں کا کہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال کر لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں، ان کے ذمہ دار اور ان کے ولی اور سرپرست شیاطین ہیں جو ان کو نور سے تاریکیوں اور اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ جہنم والے ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

ہم زبردستی نور نہیں دیتے

لہٰذا اللہ تعالیٰ تو ایمان والوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال کر لانا چاہتا ہے، اس لئے فرمایا کہ ہم سے نور مانگو، جب تم مانگو گے تو ہم تم کو ضرور دیں گے۔ ہاں! اگر تم ایسے بے نیاز بن جاؤ اور یہ کہو کہ آپ نور دیا کریں لیکن ہمیں ضرورت نہیں، العیاذ باللہ، تو اس کے بارے میں قرآن کریم میں صاف ارشاد ہے کہ:

اَنُلْزِمُکُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا کٰرِهُوْنَ۔

(سورۃ ھود، آیت ۲۸)

کیا زبردستی ہم تم کو دے دیں جب تم اس کو ناپسند کر رہے ہو؟ جب تم نور لینا

نہیں چاہتے، جب تم ہدایت لینا نہیں چاہتے، پھر بھی ہم زبردستی تم پر نور اور ہدایت تھوپ دیں، ہم ایسا نہیں کریں گے۔

طلب کا اظہار کر کے قدم بڑھاؤ

ہم تو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تمہاری طرف سے طلب کا اظہار ہو جائے اور پھر اس طلب کے مطابق تھوڑا قدم بڑھا دو، پھر ہم تم کو دیں گے۔ جب تم فجر کی نماز کے لئے آ رہے ہو، اس وقت تمہارا قدم خیر کی طرف، ایمان کی طرف، عمل صالح کی طرف اٹھا ہوا ہے، اس وقت تم زبان سے نور مانگتے ہوئے چلے جاؤ تو انشاء اللہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے بھی اور آپ کو بھی اور سب مسلمانوں کو یہ نور ہدایت عطا فرما دے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مسجد میں داخل ہونے
اور مسجد سے نکلنے دعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ (سورۃ البقرۃ:١٨٦)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العلمین

تمہید

بزرگان محترم و برادران عزیز! گزشتہ چند جمعوں سے ان ادعیہ ماثورہ کی تشریح کا سلسلہ چل رہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے مختلف مرحلوں میں تلقین فرمائیں۔ اب تک چند دعاؤں کی تشریح بیان کر دی گئی ہے یعنی بیدار ہوتے وقت کی دعا، وضو کے دوران پڑھنے کی دعائیں اور صبح کو فجر کی نماز کے لئے جاتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے، آخر میں اس کا بیان ہوا تھا۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھیں

اس کے بعد انسان مسجد میں نماز کے لئے داخل ہوتا ہے، مسجد میں داخل ہوتے وقت جو دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

بعض روایتوں میں دعا سے پہلے بسم اللہ اور درود شریف کے اضافہ کے ساتھ اس طرح یہ دعا منقول ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ والصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ انسان مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے اللہ کا نام لے اور ''بسم اللہ'' کہے، تاکہ اس کے ذریعہ اس بات کا اقرار ہو جائے کہ میرا مسجد میں

آنا اللہ جل شانہ کی توفیق سے ہے، اس لئے میں اللہ کا نام لے کر اس کی نعمت کا اعتراف کر کے اور اس کی توفیق کا سہارا لے کر مسجد میں داخلہ ور ہا ہوں۔

دعا کے ساتھ درود شریف پڑھیں

''بسم اللہ'' پڑھنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھے اور یہ کہے:

وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کیونکہ جس نیکی کے کرنے کی توفیق ہو رہی ہے، وہ درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تلقین کا صدقہ ہے، اگر آپ کی تعلیمات نہ ہوتیں اور آپ ﷺ کی رہنمائی نہ ہوتی تو کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ مسجد کے دروازے تک پہنچ جائے۔ اس درود شریف کے ذریعہ اس بات کا اعتراف ہے کہ میں جو مسجد کے دروازے تک پہنچا اور مسجد کے اندر داخل ہونے کی جو توفیق ہو رہی ہے، یہ درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان عظیم ہے۔ لہٰذا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو اس کے ذریعہ ایک طرف آپ ﷺ کے احسان کا اعتراف ہے۔

درود شریف میں اپنا فائدہ بھی ہے

دوسری طرف درود شریف پڑھنا خود اپنے فائدے کی چیز ہے، کیونکہ جب کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو یہ ایک ادنیٰ امتی کی طرف سے درحقیقت ایک ہدیہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا جا

رہا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کا یہ معمول رہا ہے کہ جب کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتا تو آپ ﷺ اس ہدیہ کا کوئی نہ کوئی بدلہ کسی بھی عنوان سے اس کو ضرور عطا فرمایا کرتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی بھر کا معمول تھا۔ لہٰذا جب کوئی امّتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے تو آپ کی صفت ''رحمۃ للعالمین'' سے یہ امید ہے کہ آپ جس طرح زندگی میں ہر ہدیہ کا بدلہ دیا کرتے تھے تو اس درود وسلام کے ہدیہ کا بدلہ بھی ضرور عطا فرمائیں گے، اب عالم دنیا میں اس کا بدلہ دینا تو ممکن نہیں، البتہ عالمِ آخرت میں اس کا یہ بدلہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ اس درود وسلام بھیجنے والے امّتی کے حق میں دعا فرمائیں، لہٰذا جب ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام کا ہدیہ بھیجا تو امید یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مغفرت اور دعائے رحمت ہمارے شامل حال ہو جائے گی، اور جب مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا ہمیں ملے گی تو اس کے نتیجے میں مسجد میں داخلہونے کے بعد ایسی عبادت کرنے کی توفیق ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے مطابق ہوگی۔ انشاء اللہ۔

رحمت کے دروازے کھل جائیں

مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا تلقین فرمائی: اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔ یعنی اے اللہ! مسجد کا دروازہ تو میرے لئے کھلا ہوا ہے اور میں اس میں داخل ہو رہا ہوں، لیکن میرا مسجد کے اندر داخلہ اسی وقت کارآمد اور مفید ہوسکتا ہے جب اے اللہ! آپ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیں، ورنہ مسجد میں تو فاسق و فاجر لوگ بھی داخل ہو جاتے ہیں، تماشائی بھی داخل ہو جاتے ہیں، محض سیر و تفریح کرنے والے بھی داخل ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ غیر مسلم بھی داخل ہو جاتے ہیں، لیکن اے اللہ! میں مسجد میں اس آرزو کے ساتھ داخل ہو رہا ہوں کہ میرا یہ داخلہ آپ کی رحمت کے دروازے کھولنے کا سبب بنے۔

''باب'' کے بجائے ''ابواب'' کہنے کی حکمت

اور پھر اس دعا میں یہ نہیں فرمایا: **اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ بَابَ رَحْمَتِكَ** اے اللہ! اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیجئے، بلکہ یہ فرمایا: **اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ** یعنی اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مختلف عنوان ہیں، مختلف انواع و اقسام ہیں اور ہر قسم کا ایک دروازہ ہے، لہٰذا اس کے معنی یہ ہوئے کہ اے اللہ! میں آپ کی رحمت کی تمام قسموں کا محتاج ہوں اور میں ان سب کے کھولنے کی دعا مانگتا ہوں، اے اللہ! میرے لئے وہ سب کھول دیجئے۔

رحمت کی مختلف قسمیں ہیں

اب اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کیا کیا قسمیں ہیں؟ کوئی انسان ان کا احاطہ

نہیں کرسکتا، دنیا کے اندر نازل ہونے والی رحمتیں علیحدہ ہیں، قبر میں نازل ہونے والی رحمتیں علیحدہ ہیں، آخرت میں نازل ہونے والی رحمتیں علیحدہ ہیں۔ اور پھر دنیا میں نازل ہونے والی رحمتوں کی کئی قسمیں ہیں، مثلاً صحت اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے، رزق اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے، پھر صحت کے اندر رحمتوں کی کئی قسمیں ہیں، جسم کی صحت علیحدہ رحمت ہے، دماغ کی صحت علیحدہ رحمت ہے۔ اور سر سے لے کر پاؤں تک جتنے اعضاء ہیں، ان سب کی صحت اللہ تعالیٰ کی علیحدہ علیحدہ رحمتیں ہیں۔ اس کے دل پر نازل ہونے والی رحمتیں، خیالات پر نازل ہونے والی رحمتیں، ارادوں پر نازل ہونے والی رحمتیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتو انسان صحت مند زندگی نہیں گزارسکتا، اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتو دل میں پاکیزہ ارادے پیدا نہیں ہوتے بلکہ برائیوں کے ارادے جنم لیتے ہیں۔ لہٰذا جب مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا کی کہ اے اللہ! میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی رحمت کی جتنی قسمیں ہیں، میں ان سب کے دروازے کھولنے کی دعا کرتا ہوں۔

''رحمت عطا فرمادیں'' کیوں نہیں فرمایا؟

پھر ایک طریقہ مانگنے کا یہ تھا کہ اے اللہ! میں آپ کی ساری رحمتوں کا محتاج ہوں، آپ مجھے وہ سب رحمتیں عطا فرما دیجئے۔ یہ کہنے کے بجائے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے اوپر اپنی رحمت کے سارے دروازے کھول دیجئے۔ اس سے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ اے اللہ! میں اس وقت مسجد میں

داخل ہورہا ہوں اور ایک مسلمان کا مسجد میں داخل ہونے کا منشا یہ ہوتا ہے کہ وہاں جاکر نماز پڑھے اور آپ کی عبادت کرے، تو اے اللہ! میں مسجد میں داخل ہوکر جن عبادات کو انجام دینے جارہا ہوں، اے اللہ! یہ عبادتیں میرے لئے رحمت کے دروازے بن جائیں، نماز پڑھوں تو ایسی پڑھوں جو آپ کی رحمت کو متوجہ کرنے والی ہو، تلاوت کروں تو ایسی کروں جو آپ کی رحمت کو متوجہ کرنے والی ہو، ذکر کروں تو ایسا کروں جو آپ کی رحمت کو متوجہ کرنے والا ہو۔ لہٰذا میں مسجد میں عبادت کرنے کے لئے داخل تو ہورہا ہوں لیکن یہ عبادت اسی وقت کارآمد ہے جب آپ کی طرف سے اخلاص شامل حال ہو جائے، ورنہ اگر میں مسجد میں داخل بھی ہوگیا اور وہاں جاکر نماز بھی پڑھ لی لیکن وہ نماز اخلاص سے نہیں پڑھی اور سنّت کے مطابق نہیں پڑھی، بلکہ دکھاوے کے لئے پڑھی اور غلط طریقے پر بے ادبی کے ساتھ پڑھی تو اس نماز کے بارے میں اگرچہ مفتی یہ فتویٰ دے گا کہ یہ نماز درست ہوگئی، لیکن اے اللہ! آپ کی بارگاہ میں تو قابل قبول نہ ہوگی اور آپ کی رحمت کو متوجہ کرنے والی نہ ہوگی، لہٰذا میرے لئے رحمت کا ایسا دروازہ کھول دیجئے کہ اس کے نتیجے میں میری یہ عبادت آپ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق بن جائے اور آپ کی رحمت کو متوجہ کرنے والی بن جائے اور آپ کی بارگاہ میں قابل قبول ہو جائے۔

نماز شروع ہونے سے پہلے رحمت کو متوجہ کرنا

دیکھئے! ابھی نماز شروع نہیں ہوئی اور ابھی عبادت شروع نہیں ہوئی، لیکن پہلے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کیا جارہا ہے کہ اے اللہ! جب تک

آپ کی توفیق اور رحمت شامل حال نہ ہوگی، اس وقت تک وہ عبادت جو مسجد میں جاکر کروں گا، کارآمد اور مفید نہیں ہوسکتی، اس لئے میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

تاکہ یہ وقت میں برباد نہ کردوں

یہ بھی تو ممکن ہے کہ مسجد میں داخل تو ہو جاؤں لیکن اپنی طبیعت کی ناپاکی کی وجہ سے عبادت کے بجائے کسی اور غلط کام میں مشغول ہو جاؤں، مثلاً مسجد میں جاکر لوگوں سے باتیں کرنا شروع کردوں یا مسجد میں جاکر تجارت شروع کر دوں، چونکہ یہ سب احتمالات موجود ہیں، لہٰذا اے اللہ! پہلے ہی قدم پر میں آپ سے دعا کر رہا ہوں کہ میرا مسجد میں داخلہ آپ کی رحمت کے دروازے کھولنے کا سبب بن جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس وقت کو ضائع کردوں اور غلط کاموں میں برباد کردوں۔

کیا ایسا شخص محروم رہے گا؟

اب آپ اندازہ لگایئے کہ جو بندہ بیدار ہوتے ہی اپنے اللہ کو پکار رہا ہے اور اس کا شکر ادا کر رہا ہے، اور جب بیت الخلاء میں جارہا ہے تو اپنے اللہ کو پکار رہا ہے، جب بیت الخلاء سے باہر نکل رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے، جب وضو کر رہا ہے تو ہر عضو دھوتے وقت اپنے مالک کو پکار رہا ہے، اور جب وضو کر کے فارغ ہوتا ہے تو اس وقت اپنے مالک کو پکار رہا ہے، اور فجر کی نماز کے لئے جب مسجد کی طرف جارہا ہے تو راستے میں دعائیں کرتا جارہا

ہے، اب جب مسجد میں داخل ہو رہا ہے تو یہ دعا کر رہا ہے کہ اے اللہ! میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے، کیا ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ محروم فرما دیں گے؟ اللہ جل شانہ جو ارحم الراحمین ہیں اور ہر بندے پر ماں باپ سے زیادہ شفیق اور مہربان ہیں، کیا وہ ایسے بندے کو محروم فرما دیں گے؟ جب اس بندے نے صدق دل سے مانگ لیا کہ اے اللہ! میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے، انشاء اللہ جب وہ مسجد میں داخل ہوگا تو ایسی عبادت کی توفیق ہوگی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہوگی، یہ اس دعا کا عظیم فائدہ ہے۔

دعا کرتے وقت سوچ لیا کریں

ہم مسجد میں داخل ہوتے وقت عادۃً یہ دعا پڑھ تو لیتے ہیں، لیکن یہ پورا پس منظر ذہن میں نہیں ہوتا، اس لئے ذرا یہ سوچ کر مانگو کہ مسجد میں داخل ہو رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کے دروازے کھولنے کی استدعا کر رہا ہوں تو انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رضا کے مطابق عبادت کی توفیق بخشیں گے۔

مسجد میں جا کر تحیۃ المسجد پڑھ لیں

جب مسجد میں داخل ہو گئے اور ابھی جماعت کھڑی ہونے میں وقت ہے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ''تحیۃ المسجد'' کی نیت سے پڑھ لیں۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَتیٰ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دو رکعتیں پڑھ لے۔ ان رکعتوں کو ''تحیۃ المسجد'' کہا جاتا ہے۔ لفظ ''تحیۃ'' عربی زبان میں اس جملے کو کہتے ہیں جو کوئی شخص دوسرے سے ملاقات کے وقت اس کے استقبال کرنے کے لئے کہتا ہے، جیسے مسلمانوں کا تحیۃ ''السلام علیکم'' ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرتا ہے تو وہ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہہ کر اس کا استقبال کرتا ہے، اس کو عربی میں ''تحیۃ'' کہا جاتا ہے۔ دوسری قومیں دوسرے الفاظ استعمال کرتی ہیں، کوئی ''گڈ مارننگ'' کہتا ہے کوئی ''گڈ ایوننگ'' کہتا ہے، کوئی ''نمسکے'' کہتا ہے، یہ سب ''تحیۃ'' ہے، اسی طرح ان دو رکعتوں کا نام ''تحیۃ المسجد'' رکھا گیا ہے، یعنی یہ دو رکعتیں تمہاری طرف سے مسجد کے نام ایک ''تحیۃ'' ہے، مسجد سے تمہاری ملاقات ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت اور اس میں داخل ہونے کی توفیق ہوئی تو جس طرح تم کسی انسان سے ملتے وقت پہلے اس کو ''السلام علیکم'' کرتے ہو، اسی طرح جب تم مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے مسجد کو سلام کرلو اور دو رکعت پڑھ لو، اور اس بات کا اعتراف کرلو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اس میں حاضری کی توفیق ہوئی ہے، اس حاضری کی توفیق کے نتیجے میں اس کا اس طرح اکرام کر رہا ہوں کہ داخلے کے فوراً بعد دو رکعت ادا کر رہا ہوں، لہٰذا اگر ابھی جماعت کھڑی نہیں ہوئی تو پہلے دو رکعت ''تحیۃ المسجد'' کی نیت سے پڑھ لینی چاہئے۔

سنتوں میں تحیۃ المسجد کی نیت کرنا

یہ بات یاد رکھیں کہ جن نمازوں میں فرض سے پہلے سنت مؤکدہ ہیں،

جیسے ظہر میں فرضوں سے پہلے چار رکعتیں سنّت مؤکدہ ہیں، تو اس میں بہتر تو یہ ہے کہ ''تحیۃ المسجد'' کی دو رکعتیں علیحدہ پڑھیں اور چار رکعت سنّت مؤکدہ علیحدہ پڑھیں، لیکن اگر وقت میں گنجائش نہیں ہے تو شرعاً ہمارے لئے یہ آسانی کر دی گئی ہے کہ جو چار رکعت سنّت آپ پڑھ رہے ہیں، اسی میں ''تحیۃ المسجد'' کی نیت بھی کرلیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ دونوں کا ثواب عطا فرمائیں گے، سنتوں کا بھی اور تحیۃ المسجد کا بھی۔

جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے یہ دعا پڑھیں

''تحیۃ المسجد'' پڑھنے کے بعد وقت باقی ہو اور جماعت کھڑی ہونے میں دیر ہو تو اس وقت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے تو وہ شخص ایسا ہے جیسا کہ وہ جنّت کی کیاریوں میں بیٹھا ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ ارشاد بھی فرمایا کہ جب تم جنت کی کیاریوں میں بیٹھو تو جنّت کے پھل بھی کھایا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنّت کے پھل کیسے کھائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے ہو تو جتنی دیر بیٹھے ہو اتنی دیر یہ کلمات پڑھتے رہا کرو:

سبحان اللّٰہِ والحمد لِلّٰہ ولا اِلٰہ الا اللّٰہ وَاللّٰہ اکبر

یہ کلمات پڑھنا ایسا ہے جیسے جنّت کے پھل کھانا، کیونکہ اس کے نتیجے میں انشاء اللہ تمہیں آخرت میں پھل ملیں گے۔ لہٰذا جتنا وقت مسجد میں گزرے، اس وقت

یہ کلمہ تمہاری زبان پر رہے۔

مسجد میں کرنے کے کام

بلکہ بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے لئے وقت کی کمی کی وجہ سے ''تحیۃ المسجد'' پڑھنے کا موقع نہ ہو تو اس وقت اس کو چاہئے کہ وہ یہ کلمات پڑھتا رہے تو وہ شخص انشاء اللہ ''تحیۃ المسجد'' کی فضیلت سے محروم نہیں رہے گا۔ اس کے علاوہ مسجد کے آداب کا خیال رکھو اور مسجد میں بیٹھ کر بلاضرورت فضول باتیں نہ کرو، ذکر اللہ کی طرف متوجہ رہو، تلاوت قرآن کا موقع ہو تو تلاوت کرلو، نفلیں پڑھتے رہو، اور جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے آداب اور سنتوں کے مطابق نماز ادا کرو۔

ان سب کاموں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو دعا داخل ہوتے وقت مانگی تھی کہ اے اللہ! میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے، انشاء اللہ مسجد میں رہتے ہوئے رحمت کے دروازے کھل جائیں گئے اور اس کی وجہ سے ایسی عبادت کی توفیق ہو جائیگی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوگی۔ اب جب نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلو گے تو کامیاب و کامران ہوکر باہر نکلو گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق کامل عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

مسجد سے نکلتے وقت کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ
نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ـ مَنْ يَّهْدِهِ
اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ
وَأَشْهَدُاَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً
عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى
اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ـ
أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ
الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ
جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ○

(سورۃ المؤمن، آیت ٦٠)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق
رسوله النبی الکریم ونحن علی ذٰلك من
الشاهدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

مسجد سے نکلتے وقت یہ پڑھیں

بزرگان محترم و برادران عزیز! گزشتہ چند جمعوں سے مسنون دعاؤں کا بیان چل رہا ہے، گزشتہ جمعہ مسجد میں داخل ہونے کی دعا کی تشریح عرض کی تھی۔ اور مسجد سے باہر نکلتے وقت جو دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے وہ یہ ہے:

بسم اللّٰہ والصّلاۃ والسّلام علی رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں نکالے

مسنون یہ ہے کہ جب آدمی مسجد سے باہر نکلے تو بایاں پاؤں پہلے

نکالے۔ بظاہر تو یہ معمولی سی بات ہے کہ جب آدمی مسجد میں داخل ہو تو دایاں پاؤں داخل کرے اور جب مسجد سے باہر نکلے تو پہلے بایاں پاؤں نکالے، لیکن جب بندہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں یہ کام کرتا ہے تو اللہ جل شانہ کی طرف سے ''محبوبیت'' کا پروانہ اس کو مل جاتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ(   )

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ لوگوں سے فرمایئے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے محبّت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبّت کریں گے۔ لہٰذا ہر وہ عمل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی اتباع میں کیا جائے، وہ انسان کو اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے، چاہے وہ عمل دیکھنے میں کتنا ہی چھوٹا نظر آ رہا ہو۔

وہ شخص فضیلت سے محروم ہو گیا

دایاں پاؤں پہلے داخل کرنے میں اور بایاں پاؤں پہلے نکالنے میں کوئی محنّت خرچ نہیں ہوتی، کوئی وقت زیادہ نہیں لگتا، کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوتا، لیکن اگر آدمی اس بات کا ذرا اہتمام کر لے اور دھیان سے بایاں پاؤں پہلے نکالے تو اتباعِ سنّت کی عظیم فضیلت اس کو حاصل ہو جاتی ہے، اور اگر بے دھیانی میں دایاں پاؤں پہلے نکال دیا تو اگرچہ اس میں کوئی گناہ نہیں ہوا، لیکن اتباعِ سنّت کی عظیم فضیلت سے وہ محروم ہو گیا۔ لہٰذا اس بات کی عادت ڈالنی چاہئے کہ

جب بھی مسجد میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں پہلے داخل کریں اور جب باہر نکلیں تو بایاں پاؤں پہلے نکالیں۔

داخل ہونے اور نکلنے کی دعاؤں میں فرق

اور مسجد سے نکلتے وقت یہ مختصری دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ دیکھئے جب مسجد میں داخل ہورہے تھے تو اس وقت یہ دعا کی تھی:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔

اے اللہ! میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے اور جب باہر نکل رہے ہیں تو اب یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ داخل ہوتے وقت اللہ کی رحمت مانگی گئی تھی اور اب نکلتے وقت اللہ کا فضل مانگا جا رہا ہے۔ بظاہر رحمت اور فضل میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا، لیکن قرآن و حدیث کی اصطلاح میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

''رحمت'' سے مراد دینی نعمت

قرآن کریم میں اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی دینی نعمت ہوتی ہے جو

انسان کو دینی معاملات میں حاصل ہوتی ہے، مثلاً یہ کہ انسان کو صحیح طور پر عبادت کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے، انسان کو اخلاص کی اور اتباعِ سنت کی توفیق حاصل ہو جائے، یہ سب دینی رحمت ہیں، اور مسجد میں انسان اس لئے داخل ہوتا ہے کہ وہاں جا کر عبادت انجام دے، اس لئے داخل ہوتے وقت یہ دعا مانگی گئی کہ اے اللہ! میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے یعنی دینی نعمتوں کے دروازے کھول دیجئے، تاکہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد مجھے عبادت کی توفیق ہو اور نماز ٹھیک طریقے پر انجام دوں اور آپ کی عبادت اخلاص کے ساتھ انجام دوں، ورنہ یہ بھی تو عین ممکن ہے کہ آدمی مسجد میں داخل ہونے کے بعد فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کر دے یا ایسے کاموں میں وقت گزار دے جس کا کچھ حاصل نہیں۔

"فضل" سے مراد دنیاوی نعمت

اور "فضل" کا لفظ قرآن و حدیث میں اکثر و بیشتر دنیوی نعمتوں کے لئے آتا ہے، مثلاً یہ کہ رزق اچھا ملے، روزگار اچھا ملے، آمدنی اچھی ہو، صحت حاصل ہو، گھر میں خوشحالی ہو، ان سب نعمتوں کو "فضل" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں نماز جمعہ کے بارے میں آیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ فَاِذَا

قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ (سورۃ الجمعۃ، آیت ۹،۱۰)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے اذان کہی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور بیع وشرا اور تجارت کے معاملات ترک کردو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہے۔ آگے ارشاد فرمایا: جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا ''فضل'' تلاش کرو۔ اللہ کا ''فضل'' تلاش کرنے سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں، تجارت، روزگار کے ذرائع تلاش کرو۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر بھی تجارت کو اور مال کو ''فضل'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مسجد سے نکلنے کے بعد فضل کی ضرورت

لہٰذا جب عبادت کرنے کے بعد آدمی مسجد سے باہر نکلے گا تو باہر اس کو دنیاوی ضروریات پیش آئیں گی اور دنیوی حاجتیں اس کو لاحق ہونگی اور ان حاجتوں کو پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا اس موقع پر یہ دعا مانگی جارہی ہے کہ اے اللہ! میں اب کاروبار زندگی میں نکل رہا ہوں اور معرکہ حیات میں داخل ہورہا ہوں، اے اللہ! اس معرکہ حیات میں مجھے اپنا فضل عطا فرمایئے، آپ کا رزق حلال مجھے حاصل ہو، آپ کی طرف سے مجھے کاموں میں برکت حاصل ہو، میرے کاموں میں نور ہو اور جائز طریقے سے میں آپ کا رزق حاصل کروں۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت رحمت کی ضرورت تھی، اس لئے اس

وقت ''رحمت'' طلب کی اور مسجد سے باہر نکلنے کے بعد ''فضل'' کی ضرورت تھی، اس لئے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا ''فضل'' طلب کیا۔ کیسی باریکی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں تلقین فرمائی ہیں، جس وقت انسان کی جو حاجت ہے، اس حاجت کا لحاظ کرتے ہوئے آپ نے وہ دعا تلقین فرمائی جو اس وقت کے مطابق ہے۔

اگر یہ دعائیں قبول ہو جائیں تو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک دعا بھی قبول ہو جائے تو انسان کا بیڑہ پار ہو جائے۔ جب مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا کی کہ اے اللہ! میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے، اگر یہ دعا قبول ہو جائے اور رحمت کے دروازے کھل جائیں تو ساری دینی نعمتیں حاصل ہو جائیں۔ اور باہر نکلتے وقت جب یہ دعا کی کہ اے اللہ! میں آپ سے فضل کا سوال کرتا ہوں، اگر یہ دعا قبول ہو کر ''فضل'' مل جائے تو دنیا کی تمام حاجتیں اور تمام مقاصد اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورے ہو جائیں۔

دنیاوی نعمتیں اللہ کا فضل کیسے ہیں؟

جیسا کہ میں نے بتایا کہ قرآن وحدیث میں جب ''فضل'' کا لفظ آتا ہے تو عام طور پر اس سے رزق، تجارت اور معیشت کے دوسرے وسائل مراد ہوتے ہیں، لہٰذا تجارت، ملازمت، زراعت وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل

کے اندر شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ملازمت کو تجارت کو زراعت اور معیشت کو اللہ تعالیٰ کا فضل کیوں کہا گیا؟ حالانکہ آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ تجارت تو ایک دنیوی معاملہ ہے اور ایک رواج چلا آرہا ہے کہ ایک شخص اپنا سامان لے جا کر بازار میں بیٹھ جاتا ہے، خریدار آ کر اس سے سامان خریدتے ہیں، اس کے نتیجے میں بیچنے والے کو نفع حاصل ہوتا ہے، یا کوئی شخص ملازم ہے تو وہ پورے مہینے محنت کرتا ہے اور وقت لگاتا ہے تو اس کے نتیجے میں مہینے کے ختم پر اس کو تنخواہ مل جاتی ہے، یا کوئی زراعت کرتا ہے اور ہل جوتتا ہے، بیج ڈالتا ہے، پانی ڈالتا ہے، محنت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں چھ مہینے کے بعد اس کی فصل تیار ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ سب چیزیں تو انسان کی اپنی محنت کے نتیجے میں حاصل ہو رہی ہیں، تو پھر ان کو اللہ کے ''فضل'' سے کیوں تعبیر کیا جا رہا ہے؟

انسان کو دھوکہ لگ گیا ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان چیزوں کے لئے لفظ ''فضل'' استعمال فرما کر ایک بڑی عظیم حقیقت کی طرف انسانوں کو متوجہ کیا ہے اور ایک بہت بڑے دھوکہ سے نکالا ہے۔ وہ یہ کہ انسان نے جب تجارت کرنے کے لئے سرمایہ اکٹھا کیا، دکان لگائی، اس دکان میں سامان جمع کیا، اس دکان پر بورڈ لگایا اور پھر صبح سے شام تک اس دکان میں بیٹھا رہا اور اس کے نتیجے میں اس کو منافع ملا اور آمدنی ہوئی تو اس انسان کو یہ دھوکہ لگ جاتا ہے کہ یہ جو آمدنی مجھے حاصل ہوئی، یہ میری محنت اور میری قوت بازو کا نتیجہ ہے، میں

نے چونکہ پیسہ لگایا، میں نے محنت کی، میں نے وقت لگایا تو اس کے نتیجے میں مجھے یہ منافع حاصل ہوا، پھر اس دھوکہ کے نتیجے میں وہ انسان انہی ظاہری اسباب کو رزق حاصل ہونے کا اصل سبب سمجھنے لگتا ہے۔

اللہ کے فضل کے بغیر کچھ حاصل نہیں کر سکتے

قرآن کریم ہمیں اس طرف متوجہ کر رہا ہے کہ خدا کے لئے اس دھوکے میں مت آنا، کیونکہ یہ آمدنی اور جو منافع مل رہا ہے، بیشک تم نے اس کو حاصل کرنے کے لئے محنت کی ہے، تم نے سرمایہ لگایا ہے، تم نے وقت خرچ کیا ہے، لیکن اگر ہمارا ''فضل'' شامل نہ ہوتا تو پھر تم ہزار محنت کرتے، ہزار سرمایہ لگاتے، ہزار وقت لگاتے تب بھی تمہیں ایک پیسے کی آمدنی نہ ہوتی، تمہارے اختیار میں تو بس اتنا تھا کہ تم دکان کھول کر بیٹھ گئے، لیکن گاھک کو لانا تمہارے اختیار میں نہیں تھا، کتنے لوگ ایسے ہیں جو دکان کھول کر بیٹھتے ہیں، صبح سے لے کر شام تک دکان کھولے بیٹھے ہیں لیکن گاھک نہیں آتا، گاھک کو کون بھیج رہا ہے؟ کون اس کے دل میں یہ بات ڈال رہا ہے کہ فلاں دکان پر جاکر سامان خریدو؟ حالانکہ وہی سودا دوسری دکان پر بھی مل رہا ہے، وہ گاھک وہاں کیوں نہیں جا رہا ہے، تمہارے پاس کیوں آ رہا ہے؟ لہٰذا تجارت کے ظاہری اسباب تو تم نے جمع کر لئے ہیں، لیکن ان ظاہری اسباب میں تاثیر پیدا کر کے ان کو تمہارے لئے آمدنی کا ذریعہ بنانا، یہ اللہ جل شانہ کے فضل کے علاوہ کوئی نہیں کرتا۔

ایک سبق آموز واقعہ

میرے بڑے بھائی محمد ذکی کیفی مرحوم، لاہور میں ان کی دینی کتابوں کی دکان تھی، یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ ایک دن جب صبح میں اٹھا تو بہت تیز موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، بارش مسلسل جاری تھی، یہاں تک کہ دکان کھولنے کا وقت آ گیا اور سڑکوں پر گھٹنوں کے برابر پانی بہہ رہا تھا، اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اس وقت دکان کھولنے سے کیا حاصل!! بارش تیز ہو رہی ہے، لوگوں کے لئے گھر سے باہر نکلنا مشکل ہے، بہت شدید ضرورت کے لئے تو کوئی شخص گھر سے باہر نکلے گا، لیکن اس وقت دینی کتاب خریدنے کے لئے کون نکلے گا، اگر افسانوں اور ناولوں کی دکان ہوتی تو شاید اس موسم کی دلچسپی کے لئے کتاب خریدنے آ جاتے، لیکن یہ تو خشک دینی کتابوں کی دکان ہے، کون ایسے موسم میں کتاب خریدنے آئے گا، لہٰذا دکان کھولنے کی کیا ضرورت ہے، چلو آج چھٹی کر لیں۔

لیکن ساتھ ساتھ اس کا جواب بھی میرے دل میں آیا کہ ارے بھائی! تمہارا کام یہ ہے کہ جا کر دکان کھولو، گاھک کو بھیجنا نہ بھیجنا تمہارا کام نہیں، تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ دکان کھول کر بیٹھ جاؤ، اگر اللہ کو منظور ہوگا تو گاھک بھیج دیں گے، منظور نہیں ہوگا تو نہیں بھیجیں گے، لیکن اگر تم گاھک کی فکر میں پڑ گئے تو دکان چل گئی۔ چنانچہ میں نے چھتری اٹھائی اور پانی کے اندر چلتا ہوا دکان پر آ گیا اور دکان کھول کر بیٹھ گیا، اور یہ سوچ کر کہ گاھک تو کوئی آئے گا نہیں،

بیٹھ کر تلاوت شروع کر دی، لیکن تھوڑی دیر کے بعد میری حیرت کی انتہا ہوگئی کہ لوگ برساتیاں پہن کر اور چھتریاں تان کر دکان پر آنا شروع ہو گئے اور کتابیں خریدنے لگے، میں حیران تھا کہ اس بارش کے موسم میں ان کو ان کتابوں کی ایسی فوری کیا ضرورت پیش آئی کہ یہ لوگ کتابیں خریدنے آ رہے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ جواب بھی ذہن میں آیا کہ یہ لوگ خود نہیں آ رہے ہیں بلکہ کوئی بھیجنے والی ذات ان کو بھیج رہی ہے۔

دینے والا کوئی اور ہے

یہ ہے اللہ کا فضل، انسان کو یہ دھوکہ لگ جاتا ہے اور وہ ظاہری اسباب جمع کر کے یہ سوچنے لگتا ہے کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے وہ مجھے ظاہری اسباب سے مل رہا ہے، میری دکان سے مل رہا ہے، میری محنت سے مل رہا ہے۔ ارے حقیقت میں دینے والا کوئی اور ہے، بیشک تمہارے ذمے یہ ضروری ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھو بلکہ محنت کرو، اپنا وقت لگاؤ، لیکن محنت اور وقت لگانے کے بعد اس محنت اور وقت کو کارگر بنانے والا سوائے اللہ کے فضل کے کوئی اور نہیں ہے، اگر ان کا فضل نہ ہو تو سارا دن دکان پر بیٹھے رہو اور کوئی گاھک نہ آئے۔

ایک اور واقعہ

جب میرا پہلی مرتبہ ۱۹۶۳ء میں حجاز مقدس جانا ہوا تو ایک صاحب نے وہاں پر اپنا ایک بڑا عجیب واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں بازار میں کپڑا خریدنے

گیا، ایک دکان پر جا کر کپڑا دیکھا، کپڑا پسند آیا تو میں نے اس سے بھاؤ تاؤ کیا اور سودا کرلیا، میں نے اس سے کہا کہ اس میں سے اتنا کپڑا مجھے کاٹ دو، اس دکان دار نے کہا کہ آپ کو یہ کپڑا پسند ہے؟ میں نے کہا کہ پسند ہے، پھر اس نے کہا کہ دام مناسب ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں مناسب ہیں، وہ دکاندار کہنے لگا کہ آپ ایسا کریں کہ یہی کپڑا سامنے والی دکان پر اسی دام میں مل جائے گا، آپ وہاں سے جا کر لے لیں۔ میں بڑا حیران ہوا اور اس دکاندار سے کہا کہ میرا سودا آپ سے ہوا ہے، بات آپ سے ہوئی ہے، اب میں دوسری دکان سے کیوں لوں؟ دکاندار نے کہا کہ آپ کو تو کپڑا خریدنے سے مطلب، آپ اس بحث میں نہ پڑیں اور وہاں سے جا کر کپڑا خرید لیجئے۔

میں نے کہا کہ میں سودا وہاں سے نہیں لوں گا، میرا سودا تو آپ سے ہوا ہے، آپ سے ہی لوں گا، ورنہ آپ اس کی وجہ بتائیں کہ آپ سے کپڑا نہ لوں اور اس دکاندار سے جا کر لوں۔ اس دکاندار نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میرے پاس صبح سے بہت سے گاھک آچکے ہیں اور صبح سے لے کر اب تک الحمدللہ میری آمدنی ہو چکی ہے، لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میرے سامنے والا دکاندار صبح سے اپنی دکان پر بیٹھا ہے، مگر اس کے پاس صبح سے اب تک کوئی گاھک نہیں آیا، میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے پاس بھی گاھک آئے، اس لئے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم یہ کپڑا وہاں سے خریدلو تاکہ اس کی بکری ہو جائے۔

اسلامی معاشرے کی ایک جھلک

یہ درحقیقت اس معاشرے کی چھوٹی سی جھلک تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطے میں پیدا فرمایا تھا کہ صرف اپنا پیٹ نہیں دیکھنا بلکہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ بھی خیر خواہی کرنی ہے۔ بہرحال! جب میں نے اس کی یہ بات سنی تو میرے دل میں اس کی بڑی قدر ہوئی اور میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں یہ کپڑا وہاں سے خریدلوں گا۔

فضل کے بغیر اسباب میں تاثیر نہیں

لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس تاجر کے دل میں یہ بات ڈالنے والا کون تھا کہ تم اپنے گاھک سے فائدے اٹھانے کے بجائے اس گاھک کو دوسرے کے پاس بھیجو؟ یہ اللہ کا ''فضل'' نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ دنیا کی ان نعمتوں کو اپنا ''فضل'' قرار دے کر انسان کو اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ تم جو محنت اور کوشش کرتے ہو اور سرمایہ لگاتے ہو، بیشک یہ سب ظاہری اسباب ہیں، لیکن تم اس دھوکے میں نہ آنا کہ ان اسباب کے اندر تاثیر بذات خود موجود ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو تو اس وقت تک ان اسباب میں تاثیر نہیں آسکتی۔

ملازمت کیلئے ڈگریاں کافی نہیں

آپ نے کالج اور یونیورسٹی میں پڑھ کر ڈگریاں حاصل کرلیں اور

بڑے اعلیٰ درجے کے عہدے پر کام کرنے کے قابل ہوگئے اور آپ ایسی صلاحیت کے مالک ہوگئے کہ آپ کو سونے میں تولا جائے، لوگ آپ کی عزت کریں، لیکن کتنے ڈگریوں والے اور صلاحیتوں والے ایسے ہیں جو جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں مگر ان کو ملازمت نہیں ملتی۔ بات دراصل یہ ہے کہ ڈگریاں حاصل کرلینا ایک سبب ہے، صلاحیت حاصل کرلینا ایک سبب ہے، لیکن اس سبب کو مؤثر بنا کر اس کے ذریعہ اچھی ملازمت دلوا دینا، یہ اللہ کے ''فضل'' کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

کھیتی اگانا انسان کے اختیار میں نہیں

دیکھئے! کسان زمین پر ہل چلاتا ہے، اس کو نرم کرتا ہے، اس کو صاف کرتا ہے، اس میں سے پتھر نکالتا ہے، اور اس طرح اس زمین سے کھیتی نکلنے کے موانع کو اپنی طرف سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور پھر بیج ڈالتا ہے اور پانی دیتا ہے، یہ سب محنت وہ کرتا ہے، لیکن کسان کی اس محنت کو بارآور کرنا اور اس نے جو بیج زمین کے اندر ڈالا تھا، اس کو پھاڑنا اور اس میں سے کونپل نکالنا اور اس کونپل کے زمین کے پیٹ کو چاک کرکے باہر نکلنا اور پھر کونپل سے پودا بننا اور اس پودے سے درخت بننا اور اس درخت پر پھل لگنا، یہ سب کام اللہ کے ''فضل'' کے بغیر نہیں ہوسکتے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اَفَرَاَ یْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْ نَهٗ اَمْ

نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○

(سورۃ الواقعۃ، آیت ۶۳، ۶۴)

یعنی زمین میں جو چیز تم بوتے ہو، اس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔ تم نے تو بس بیج ڈال دیا، لیکن اس بیج کا پھٹنا اور اس میں سے شگوفے پھوٹنا اور اس میں سے کلی نکلنا وغیرہ، یہ کام تمہارے بس میں ہیں؟ نہیں، اگر ساری دنیا کی سائنس کی طاقتیں بھی لگا دو تب بھی تم یہ کام نہیں کر سکتے جب تک کہ ہمارا فضل شامل حال نہ ہو۔ اس لئے دنیا میں تمہیں جتنی نعمتیں مل رہی ہیں، وہ سب ''فضل اللہ'' ہیں، اور تم نے معیشت کے جتنے ذرائع اختیار کئے ہوئے ہیں، وہ سب ہمارے فضل و کرم سے بارآور ہوتے ہیں، لہٰذا ہمارے فضل و کرم کو بھول کر کچھ حاصل کرنا چاہو گے تو منہ کی کھاؤ گے، کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فضل کے اندر ساری نعمتیں داخل ہیں

لہٰذا جس وقت تم مسجد سے باہر نکل رہے ہو تو اس وقت ہم سے ہمارا ''فضل'' مانگو اور کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ اس ''فضل'' کے اندر دنیا کی ساری نعمتیں آ گئیں، اگر کوئی شخص تاجر ہے تو اس ''فضل'' میں اس کی تجارت کی کامیابی آ گئی، اگر کوئی شخص ملازم ہے تو اس کی ملازمت کا رزق حلال اس میں آ گیا، اگر کوئی شخص کاشتکار ہے تو اس کی فصل کی خوبی اس کے

اندر آ گئی، اور اس کے علاوہ دنیا کی جتنی نعمتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً صحت کی نعمت، خوشحالی کی نعمت، گھر والوں کی خوشحالی کی نعمت اور اپنے درمیان اتفاق اور اتحاد کی نعمت وغیرہ، یہ سب نعمتیں اس دعا کے اندر آ گئیں۔ اس لئے اگر یہ چھوٹی سی دعا ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو دنیا کی ساری مصیبتیں دور ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

سورج نکلتے وقت کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ

(سورۃ المؤمن، آیت ۶۰)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العلمین

تمہید

بزرگان محترم و برادران عزیز! گزشتہ چند جمعوں سے مسنون دعاؤں کی تشریح کا بیان چل رہا ہے اور سب سے آخری دعا جس کا بیان گزشتہ جمعہ ہوا، وہ مسجد سے نکلنے کی دعا تھی کہ جب آدمی مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ

نماز اشراق کی فضیلت

البتہ جب آدمی نماز فجر سے فارغ ہو جائے تو اگر اس کے لئے ممکن ہو تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کے بجائے مسجد ہی میں بیٹھ جائے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جس جگہ نماز پڑھی ہے، طلوع آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے اور اس دوران ذکر کرتا رہے، تسبیحات پڑھتا رہے، قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہے اور دعائیں کرتا رہے، پھر جب سورج طلوع ہونے کے بعد بلند ہو جائے، اس وقت دو رکعت یا چار رکعت اشراق کی نماز پڑھے تو اس شخص کو ایک حج اور ایک

عمرے کا ثواب ملے گا۔

روزانہ ایک حج اور ایک عمرہ کریں

اب آپ اندازہ لگائیں کہ آدمی حج ادا کرنے کے لئے کیا کچھ خرچ کرتا ہے، کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، عمرہ ادا کرنے کے لئے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس چھوٹے سے عمل پر ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں، ان کو اس فضیلت سے فائدہ اٹھانا چاہئے، یہ عمل کوئی فرض و واجب نہیں ہے، اگر کوئی شخص نہ کرے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہے لیکن بڑی فضیلت والا عمل ہے۔

سورج نکلتے وقت کی دعا

مسجد میں بیٹھنے کے دوران جس وقت سورج طلوع ہو تو اس وقت وہ کلمات ادا کرے جو کلمات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورج نکلتے وقت پڑھا کرتے تھے۔ وہ یہ ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا هٰذا وَلَمْ یُهْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا۔

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ہمارا یہ دن واپس کر دیا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک اور برباد نہیں کیا۔ اس دعا میں دو جملے ہیں، لیکن ان دو جملوں میں معنی کی کائنات پوشیدہ ہے، اللہ جل جلالہ کی عظمت اور اس کی قدرت کاملہ کی اور اس کی حکمت بالغہ کی اور اس کے انعامات کے اعتراف کی کائنات پوشیدہ ہے۔ جب عربی الفاظ یاد نہ ہوں تو اس وقت اردو

میں یہ دعا کرلیا کریں کہ اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے یہ دن ہمیں واپس کر دیا۔ اس شکر کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم رات کو سو رہے تھے، کیا ہمیں اس وقت معلوم تھا کہ صبح کو ہماری آنکھ کھلے گی یا نہیں؟ زندگی کے یہ لمحات سوتے میں ختم تو نہیں ہو جائیں گے، نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو رات کو اچھے خاصے سوئے اور پھر سوتے ہی رہ گئے اور دن کے آنے سے پہلے ہی ان کے دل پر ایسا حملہ ہوا کہ انہیں دن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

سوتے وقت روح قبض ہو جاتی ہے

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَا مِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ○

(سورۃ الزمر، آیت ۴۲)

یعنی موت کے وقت اللہ تعالیٰ انسانوں کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ اب موت کے وقت انسان کا سارا جسم تو ویسا ہی نظر آتا ہے، بس جسم کے اندر جو روح تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو قبض فرمالیا۔ آگے فرمایا اور جن کی موت کا وقت نہیں آیا، اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو بھی روزانہ نیند کے وقت قبض فرمالیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سونے کے بعد ہمیں کچھ احساس اور شعور باقی نہیں ہوتا، یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ روح جزوی طور پر

جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے، پھر جن کے لئے تقدیر میں موت لکھی ہوتی ہے ان کی روحوں کو اللہ تعالیٰ واپس نہیں چھوڑتے، یعنی سوتے سوتے میں موت واقع ہو جاتی ہے اور جن کی موت ابھی مقدر نہیں ہے ان کی روحوں کو اللہ تعالیٰ واپس چھوڑ دیتے ہیں، چنانچہ وہ روح دوبارہ جسم میں واپس چلی جاتی ہے اور آدمی دوبارہ بیدار ہو جاتا ہے اور پہلے جس طرح چاق و چوبند تھا، دوبارہ چاق و چوبند ہو جاتا ہے۔

سونے سے پہلے کی دعا

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ سونے سے پہلے قرآن کریم کی اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ
اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلَهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا
فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ۔

یعنی اے میرے پروردگار! میں نے آپ ہی کے نام سے بستر پر اپنا پہلو رکھا ہے اور آپ ہی کے نام سے اٹھاؤں گا، اگر آپ میری روح کو روک لیں، یعنی سوتے ہوئے میری روح کو قبض کرلیں تو اس کی مغفرت فرما دیجئے گا اور اگر آپ اس روح کو چھوڑ دیں یعنی زندگی کی حالت میں صبح کو بیدار کر دیں تو اس کی حفاظت فرمائیے گا جس طرح آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی میری روح کا واپس آنا اسی وقت فائدہ مند ہے جب آپ

کی حفاظت اس کے ساتھ لگی ہوئی ہو، وہ گناہوں میں مبتلا نہ ہو، وہ بداعمالیوں میں مبتلا نہ ہو، وہ جہنم کا شکار نہ ہو اور شیطان کے جال میں نہ پھنسے۔ کون ایسی دعائیں مانگے گا جو دعائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مانگ کر تشریف لے گئے۔ بہرحال! یہ دعا کر کے آپ سویا کرتے تھے۔

یہ دن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

اور پھر جب رات گزر گئی اور صبح ہوگئی اور دن نکل آیا اور سورج نکل آیا تو اس سے معلوم ہوا کہ الحمدللہ، یہ رات میرے لئے موت کا پیغام نہیں لائی تھی اور مجھے اللہ تعالیٰ نے زندگی کا ایک دن مزید عطا فرما دیا ہے۔ اس لئے سورج نکلتے وقت دعا فرما رہے ہیں کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے یہ دن ہمیں واپس لوٹا دیا۔ آج اس وقت جمعہ کے دن ہم سب یہاں جمع ہیں، ہم میں سے کسی کو علم ہے کہ کل کا دن ہمیں ملے گا یا نہیں؟ لہٰذا دن کے آغاز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ یہ دن جو تمہیں ملا ہے، یہ اللہ جل شانہٗ کی عظیم نعمت ہے، اگر یہ دن تمہیں نہ ملتا تو تم کیا کر لیتے، اس لئے پہلے تو اس عظیم نعمت پر شکر ادا کرو اور پھر اس دن کو صحیح مصرف میں اور صحیح کاموں میں خرچ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دن غفلت میں ضائع ہو جائے۔

اگر یہ دن نہ ملتا تو!

اور اگر یہ دن تمہیں نہ ملتا بلکہ سوتے میں تمہیں موت آ گئی ہوتی اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوتی اور اعمال خراب ہونے کی وجہ سے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوتا تو اس وقت یہ حسرت ہوتی کہ کاش! مجھے زندگی کا ایک دن اور مل جائے تو اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرلوں اور اپنی سابقہ زندگی کی گندگی کو صاف کرلوں اور اپنا حساب برابر کرلوں۔ آج اللہ تعالیٰ نے اس حسرت کے بغیر تمہیں یہ دن دیدیا ہے تو اب اس دن سے کام لو اور اس کو ان کاموں میں خرچ کرو جس کے نتیجے میں بعد میں تمہارے لئے حسرت کا سبب نہ بنے۔ چلئے آج کا دن تو آپ کو مل گیا، لیکن اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ اگلا دن تمہیں ملے گا یا نہیں؟ لہٰذا آج کے اس دن کو صحیح کاموں میں خرچ کرو۔

وقت آجانے کے بعد مہلت نہیں ملے گی

قرآن شریف میں ہے کہ جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے لوگوں کی پیشی ہوگی تو اس وقت ایک بندہ کہے گا کہ:

لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ
مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (سورۃ المنٰفقون، آیت ۱۰)

یعنی اے اللہ! آپ نے مجھے موت دیدی لیکن مجھے تھوڑی سی مہلت اور دیدیجئے اور تھوڑی دیر کے لئے مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تو پھر آپ دیکھئے گا کہ میں کتنا نیک بن جاؤں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا۔ (سورۃ المنٰفقون، آیت ۱۱)

یعنی جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کسی کی موت میں کوئی

تاخیر نہیں کرتے، ایک منٹ ادھر سے ادھر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کے ذریعہ اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ قبل اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے جاکر یہ کہو کہ اے اللہ! مجھے ایک دن کے لئے اور دنیا میں بھیج دیجئے تاکہ اس میں توبہ کرکے نیک بن جاؤں۔ آج تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ نیا دن عطا فرمایا ہے، اس دن کے بارے میں یہ سمجھو کہ تم موت کے منہ سے نکل کر آرہے ہو۔

یہ سمجھو کہ یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہے

ذرا تصور کرو کہ ایک آدمی کے لئے پھانسی کا حکم ہو چکا ہے، آج اس کو پھانسی دی جانی ہے، پھانسی کا پھندا لٹکا ہوا تیار ہے، اس آدمی کو پھانسی کے تختے پر لے جایا گیا اور بس اتنی دیر باقی ہے کہ جلاّد رسّی کھینچ کر کام تمام کردے۔ اس وقت اگر کوئی حاکم یہ کہے کہ ہم تمہاری پھانسی کو ایک دن کے لئے مؤخر کرتے ہیں، لہٰذا آج کے بجائے کل پھانسی دی جائے گی۔ بتایئے! ایک طرف تو اس کو خوشی کتنی ہوگی؟ دوسری طرف وہ شخص وہ ایک دن کس طرح گزارے گا؟ اسی کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم توجہ دلا رہے ہیں کہ یہ جو تمہیں نیا دن ملا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے پھانسی کا حکم ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک دن اور عطا فرما دیا، جس طرح تم وہ دن گزارتے، آج کا دن بھی اسی طرح گزارو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن اَبی نعمؒ کا واقعہ

جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوتے ہیں، وہ ہر دن اسی طرح گزارتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن اَبی نعم رحمۃ اللہ علیہ جو تبع تابعین میں سے تھے اور بڑے جلیل القدر محدّث تھے۔ ان کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے زمانے کے جتنے بزرگان دین ہیں، ان سب سے ملاقات کروں اور ان سے یہ پوچھوں کہ اگر آپ کو کسی طرح یہ پتہ چل جائے کہ کل بارہ بجے آپ کو موت آنے والی ہے اور آپ کے پاس زندگی کے صرف چوبیس گھنٹے باقی ہیں تو آپ ان چوبیس گھنٹوں میں کیا عمل کریں گے؟ ان صاحب کے پیش نظر یہ تھا کہ ہر بزرگ کی الگ شان ہوتی ہے اور ہر ایک کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں، اس لئے ہر بزرگ وہ کام بتائے گا جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ فائدے والا اور سب سے زیادہ اجر وثواب والا ہوگا۔

چنانچہ وہ شخص مختلف بزرگوں کے پاس گئے، ہر بزرگ نے مختلف جواب دیے، جب حضرت عبدالرحمٰن بن اَبی نعمؒ کے پاس پہنچے اور ان سے سوال کیا کہ آپ ان چوبیس گھنٹوں میں کیا عمل کریں گے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں وہی کام کروں گا جو آج کر رہا ہوں۔ یعنی میں نے تو ہر دن ایسا بنایا ہوا ہے گویا کہ وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہے، لہٰذا جو عمل میں کرتا ہوں، اس پر کسی دوسرے عمل کا اضافہ نہیں کرسکتا۔ بہرحال! اس دعا کے پہلے

جملے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آج کا دن ہمیں واپس دے دیا۔ اس جملے میں یہ سارے مضامین پوشیدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کیا

اس دعا میں دوسرا جملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوْبِنَا

اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کیا۔ یہ جملہ بھی اپنے اندر معنی کی ایک کائنات رکھتا ہے، اس جملہ میں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہم سے اس دنیاوی زندگی میں نہ جانے کتنے گناہ سرزد ہو رہے ہیں اور ان گناہوں کی وجہ سے ہم اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم پر عذاب نازل ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس عذاب سے محفوظ رکھا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ہلاک نہیں کیا۔

قوم عاد پر عذاب

آج اگر ہم اپنی زندگی پر نگاہ ڈالیں تو یہ نظر آئے گا کہ وہ بڑے بڑے گناہ جن کی وجہ سے پچھلی امتوں میں پوری پوری قوم کو تباہ کر دیا گیا، تقریباً وہ سب گناہ آج ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قوم عاد پر اللہ تعالیٰ نے ہوا کا عذاب نازل فرمایا، تین دن تک اس طرح ہوا کا طوفان آیا کہ بعض دیکھنے والوں نے لکھا ہے کہ وہ طوفانی ہوا عورتوں اور جانوروں کو اڑا کر لے گئی

اور بادلوں سے ان کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آتی تھیں۔

قوم ثمود اور قوم شعیب پر عذاب

قوم ثمود کو ایک ایسی چیخ کے ذریعہ ہلاک کیا گیا جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے کہ یہ قوم ناپ تول میں کمی کیا کرتی تھی، تولتے وقت ڈنڈی مارنے کی عادت تھی، ان پر ''یوم الظلۃ'' کا عذاب اس طرح آیا کہ تین روز تک شدید گرمی پڑی، آسمان سے آگ برس رہی تھی اور زمین شعلے اُگل رہی تھی، تین دن کی گرمی سے بلبلا اٹھے، اس کے بعد اچانک ٹھنڈی ہوائیں چلنی شروع ہوئیں اور بستی سے باہر کھلے میدان میں ایک بادل کا ٹکڑا آیا اور اس میں سے ٹھنڈی ہوا آنے لگی، چونکہ وہ قوم تین دن سے گرمی کی سختی برداشت کر رہی تھی، جب اس ٹھنڈے بادل کو بستی کے باہر دیکھا تو پوری قوم بستی سے باہر نکل کر اس بادل کے نیچے جمع ہوگئی، جب ساری قوم جمع ہوگئی تو اس بادل سے انگارے برسائے گئے اور ان انگاروں کے نتیجے میں پوری قوم تباہ ہوگئی۔ یہ عذاب اس وجہ سے آیا کہ وہ کفر و شرک کے علاوہ ناپ تول میں کمی کیا کرتے تھے۔

قوم لوط پر عذاب

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر بدفعلی کی وجہ سے اور لوگوں کا مال لوٹنے کی وجہ سے عذاب آیا۔ یعنی ایک تو خلاف فطرت بدفعلی کا ارتکاب

کرنے کی عادت تھی، دوسرے لوگوں کا مال لوٹ کر اسکو ناحق کھانے کی عادت تھی، ان دوخرابیوں کی وجہ سے ان پر پتھروں کی بارش کا عذاب آیا، اور دوسرا عذاب یہ آیا کہ ان کی بستیاں الٹ دی گئیں، اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا گیا۔ آج بھی ان کی بستیوں کا حشر اردن میں دیکھا جاسکتا ہے، میں نے خود جا کر دیکھا ہے۔ وہ جگہ جہاں ان کی بستیاں آباد تھیں، آج وہاں پر ایسا سمندر ہے جس میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا، جس کی وجہ سے اس کو ''بحرِ میت'' کہا جاتا ہے، اگر کوئی مچھلی دریا سے اس سمندر میں آ جائے تو وہ فوراً مر جاتی ہے۔

دنیا کا سب زیادہ پست علاقہ

جغرافیہ کے ماہرین نے بتایا ہے کہ وہ جگہ جہاں لوط علیہ السلام کی بستیاں تھیں، وہ جگہ آج سارے روئے زمین پر سب سے زیادہ پست جگہ ہے، یعنی وہ جگہ سطح سمندر کے اعتبار سے پورے کرۂ ارض میں سب سے زیادہ نچلی جگہ ہے، چنانچہ جگہ جگہ پر راستے میں بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ اب اس کی سطح اتنی نیچے ہوگئی، اب اتنی نیچے ہوگئی، اب اتنی نیچے ہوگئی۔ قرآن کریم نے یہ جو فرمایا تھا کہ:

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (سورۃ الحجر، آیت ۷۴)

یعنی ہم نے اس کے بلند مقامات کو نیچے کر دیا۔ آج بھی انسان اس کا مشاہدہ وہاں پر کرسکتا ہے۔

امّت محمدیہ ﷺ عام عذاب سے محفوظ ہے

بہرحال! پچھلی امتوں پر ان کی مختلف بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مختلف اوقات میں مختلف عذاب نازل کرتے رہے ہیں، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت محمدیہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ خصوصیت بخشی ہے کہ اس امت پر کوئی ایسا عذاب عام نہیں آئے گا جو پوری اُمّت کو ایک ہی مرتبہ ہلاک کر دے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ
اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (سورۃ الانفال، آیت ۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی اُمّت کو اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک آپ ان کے اندر موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہے کہ آج شدید بداعمالیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ اس امت پر ایسا عذاب نازل نہیں فرمائیں گے جس میں پوری امت تباہ و برباد ہو جائے۔

جزوی عذاب اُمّت محمدیہ ﷺ پر آئیں گے

لیکن خوب یاد رکھئے! اس اعلان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جزوی عذاب سے بھی چھٹی مل ہوئی ہے، بلکہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بھی جزوی عذاب آئیں گے، کبھی زلزلے کے

ذریعہ سے تباہ کیا جائے گا، کبھی صورتیں مسخ کی جائیں گی، کبھی پتھر برسیں گے، کبھی ہواؤں کے طوفان آئیں گے۔ لہٰذا جزوی عذاب کا سلسلہ بند نہیں ہوا، بلکہ جزوی عذاب مختلف مواقع پر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب کے وقت یہ دعا فرمائی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا ھٰذا وَلَمْ یُھْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے یہ دن ہمیں واپس دیدیا، اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہیں کیا۔ ایک نبی ہی کا مقام ہے کہ وہ ایسے الفاظ سے دعا کرے۔ اس دعا میں صرف دو فقرے ہیں، لیکن ان میں معنی کی کائنات پوشیدہ ہے، ایک طرف ان میں اللہ جل شانہ کے انعامات کا شکر بھی ہے اور دوسری طرف اللہ کے عذاب سے خوف اور خشیت بھی ہے اور اس میں گناہوں سے توبہ کرنے کا موقع مل جانے کا اعتراف بھی ہے اور ساتھ ساتھ یہ دعوت بھی ہے کہ جب ایک نیا دن ملا ہے تو اس دن کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے میں صرف کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کی خصوصیات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

صبح کے وقت پڑھنے کی دعائیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱/۱۸۸ ۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

صبح کے وقت پڑھنے کی دعائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ!

بزرگانِ محترم و برادران عزیز! گزشتہ جمعہ کو اس دعا کی تشریح عرض کی تھی جو دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورج نکلتے وقت پڑھا کرتے تھے، وہ دعا یہ تھی:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْ مَنَا ھٰذَا وَلَمْ یُھْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا۔

پھر دن کے آغاز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چند اور دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد جب بلند ہو جائے اور نماز پڑھنا جائز ہو جائے یعنی سورج طلوع ہونے کے تقریباً بارہ منٹ کے بعد تو پہلے اشراق کی نماز پڑھیں اور پھر یہ دعائیں پڑھیں، کیونکہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دو رکعت یا چار رکعت نماز ''اشراق'' کی نیت سے پڑھنا ثابت ہیں اور احادیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے، یہ دو رکعت گویا کہ اس بات کا شکرانہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کا ایک دن اور عطا فرمایا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ یہ دعائیں نماز اشراق کے بعد پڑھی جائیں اور فجر کی نماز کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں۔

پہلی دعا

پہلی دعا جو دن کے آغاز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت ہے وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وبِکَ نَمُوْتُ۔

اے اللہ! ہماری صبح بھی آپ ہی کے کرم سے ہے اور
ہماری شام بھی آپ ہی کے کرم سے ہے اور ہماری
زندگی بھی آپ ہی کی بدولت ہے اور جب ہمیں موت
آئے گی تو وہ موت بھی آپ ہی کی طرف سے ہے۔

اس دعا میں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارے صبح سے لے کر شام تک کے سارے اوقات اللہ جل شانہ کے مرہون منت ہیں۔

دوسری دعا

صبح کے وقت دوسری یہ دعا پڑھنا ثابت ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَ خَیْرَ مَابَعْدَہٗ۔

اے اللہ! جو دن شروع ہو رہا ہے، میں اس دن کی بھلائی آپ سے مانگتا ہوں اور اس دن کے بعد جو دن آنے والے ہیں، ان کی بھی بھلائی آپ سے مانگتا ہوں۔

اس دعا میں لفظ ''خیر'' بیان فرمایا، جس کے معنی ہیں ''بھلائی'' یہ اتنا جامع اور عام لفظ ہے کہ اس میں دنیا اور آخرت کی ساری حاجتیں جمع ہو جاتی ہیں، لہٰذا جب یہ کہا کہ میں اس دن کی بھلائی مانگتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دن میں جو بھی واقعہ پیش آئے اور جو حالات پیش آئیں، وہ میرے لئے خیر ہوں اور وہ میرے لئے بھلائی کا سبب ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان دعاؤں میں سے ایک دعا بھی اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو انسان کا بیڑہ پار ہو جائے۔ چنانچہ اس دعا میں بھی دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں جمع ہیں۔

تیسری دعا

پھر ایک اور دعا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ''خیر'' کی

تھوڑی سی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَفَتْحَهٗ وَ نَصْرَهٗ وَ نُوْرَهٗ وَ بَرَکَتَهٗ وَھُدٰیهُ۔

اے اللہ! میں آپ سے اس دن کی بھلائی اور اس دن کی فتح اور اس دن میں آپ کی مدد اور نصرت اور اس دن کا نور اور اس دن کی برکت اور اس دن میں حاصل ہونے والی ہدایت مانگتا ہوں۔

لفظ ''فتح'' کی تشریح

اس دعا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فتح'' کا لفظ ارشاد فرمایا۔ ہماری اردو زبان اتنی تنگ ہے کہ عربی کا لفظ ''فتح'' کا صحیح ترجمہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اس کا یہ ترجمہ کیا کہ اے اللہ! میں آپ سے اس دن کی فتح مانگتا ہوں، کیونکہ اردو میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس لفظ کی پوری پوری نمائندگی کر سکے۔

''فتح'' کے لفظی معنی ہیں ''کھولنا'' جیسے کوئی چیز بند ہے اور پھر اس کو کھول دیا جائے تو اس کے لئے فتح کا لفظ بولا جائے گا۔ چنانچہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قلعہ فتح کرلیا یا فلاں شہر فتح کرلیا، اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پہلے ہمارے لئے بند تھا اور ہمارا اس پر قابو نہیں تھا اور ہمیں اس بات کی طاقت نہیں تھی کہ اس کے اندر داخل ہو سکتے، لیکن وہ فتح ہو گیا ہے اور ہمارے لئے کھل گیا ہے۔

لہٰذا اردو میں سب سے قریب تر اس کا ترجمہ ''دروازے کھول دینا'' ہو سکتا ہے۔

رحمت کے دروازے کھول دے

لہٰذا اس دعا کے معنی یہ ہوئے کہ اے اللہ! میں آپ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے اس دن کے اندر اپنی توفیق اور رحمت کے دروازے کھول دیں۔ کیونکہ انسان جب دن کے آغاز میں اپنی سرگرمیوں میں داخل ہوتا ہے، مثلاً صبح کے وقت روزی کمانے کے لئے اور دوسری ضروریات پوری کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس وقت انسان کو قدم قدم پر رکاوٹیں پیش آتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دروازے بند ہیں، پھر بعض اوقات وہ رکاوٹیں برقرار رہتی ہیں اور انسان اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ غیب سے وہ رکاوٹ دور فرما دیتے ہیں اور انسان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

دروازہ کھل گیا

مثلاً آپ دفتر یا دکان جانے کے لئے گھر سے نکلے، اب آپ سواری کے انتظار میں کھڑے ہیں اور سواری نہیں مل رہی ہے، بس میں سوار ہونا چاہتے ہیں لیکن بس نہیں آ رہی ہے، یا ٹیکسی کرنا چاہتے ہیں لیکن کوئی ٹیکسی نہیں مل رہی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ رکاوٹ ہے اور ابھی دروازہ بند ہے، پھر

اچانک بس آ گئی یا ٹیکسی مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دروازہ کھل گیا اور جو رکاوٹ تھی وہ دور ہوگئی۔ یا مثلاً آپ کسی کام کے لئے سرکاری دفتر گئے، وہاں جا کر دیکھا کہ لمبی قطار لگی ہوئی ہے، آپ بھی قطار میں کھڑے ہوگئے اور اپنی باری کا انتظار کرنے لگے، مگر آپ کا نمبر ہی نہیں آ رہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دروازہ بند ہے اور کوئی رکاوٹ ہے، لیکن اچانک یہ ہوا کہ آگے کے لوگ جلدی جلدی فارغ ہوگئے اور آپ کا نمبر جلدی آ گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رکاوٹ دور ہوگئی اور جو دروازہ بند تھا وہ کھل گیا۔ دنیا کے اور آخرت کے ہر کام میں آپ کو یہ سلسلہ نظر آئے گا۔

دروازہ کھل جانا ''فتح'' ہے

بعض اوقات یہ رکاوٹ اتنی لمبی ہو جاتی ہے کہ انسان اپنا مقصد حاصل نہیں کر پاتا اور بعض اوقات وہ رکاوٹ جلدی دور ہو جاتی ہے اور انسان اپنے مقصد کو جلدی حاصل کر لیتا ہے۔ یہ جو رکاوٹ دور ہو رہی ہے اور دروازے کھل رہے ہیں، اس کا نام ''فتح'' ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دن کے آغاز میں یہ دعا فرما رہے ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَفَتْحَهٗ

یعنی اے اللہ! آپ نے زندگی کا ایک نیا دن عطا فرما دیا ہے، اب اس دن میں اپنے کاروبار زندگی میں داخل ہوں گا، وہاں قدم قدم پر رکاوٹیں آئیں گی، اے اللہ! میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ رکاوٹیں دائمی نہ ہوں، بلکہ وہ

رکاوٹیں دور ہو جائیں اور آپ کی طرف سے دروازے کھل جائیں۔

زندگی ''جہد مسلسل'' سے عبارت ہے

اگر ہر شخص صبح سے لے کر شام تک اپنی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھے تو اس کو یہ نظر آئے گا کہ یہ ساری زندگی اس طرح گزر رہی ہے کہ رکاوٹیں آتی ہیں، کبھی وہ رکاوٹیں جلدی ختم ہو جاتی ہیں اور کبھی دیر سے ختم ہوتی ہیں اور کبھی باقی رہتی ہیں، کبھی انسان کامیاب ہو جاتا ہے اور کبھی ناکام ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میرے کاموں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوا کرے بلکہ میں جو چاہوں وہ کام ہو جایا کرے تو یہ بات اس دنیا کے اندر تو ممکن نہیں ہے یہ حالت تو انشاء اللہ تعالیٰ جنّت میں حاصل ہوگی، وہاں پر آدمی جو چاہے گا وہ ہوگا، جو مانگے گا وہ ملے گا، لیکن اس دنیا میں بڑے سے بڑے بادشاہ، بڑے سے بڑے صاحب اقتدار، بڑے سے بڑے دولت مند کو بھی یہ بات نصیب نہیں کہ جو وہ چاہے وہ ہو جائے اور وہ جو مانگے وہ مل جائے، بلکہ یہ دنیا کی زندگی تو معرکہ کارزار حیات ہے، یہ زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے، اس میں رکاوٹیں آتی بھی ہیں اور دور بھی ہوتی ہیں، یہاں دروازے بند بھی ہوتے ہیں اور کھلتے بھی ہیں۔

بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے آغاز میں دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! میں کارزار زندگی میں داخل ہونے والا ہوں، معرکہ زندگی میں اترنے والا ہوں، یہاں قدم قدم پر رکاوٹیں آئیں گی، اے اللہ! میرے لئے

دروازے کھول دیجئے، تاکہ وہ رکاوٹیں دائمی اور ابدی نہ ہوں۔

''بیماری'' ایک رکاوٹ ہے

دیکھئے! بیماری آ گئی تو یہ بیماری ایک رکاوٹ ہے، اس لئے کہ اس کی وجہ سے انسان اپنے معمولات زندگی ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اب بیماری کو دور کرنے کے لئے دوا کھائی تو اب وہ دوا اثر ہی نہیں کر رہی ہے اور دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے، یہ رکاوٹ ہے، لیکن اچانک بعد میں دوا سے فائدہ ہونا شروع ہو گیا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دروازہ کھل گیا، اس کا نام ''فتح'' ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! جب میں صبح کے وقت زندگی کا آغاز کروں اور کاروبار زندگی میں اتروں تو اس وقت آپ کی طرف سے دروازے کھلے ہوئے ہوں اور جو رکاوٹیں آئیں آپ ان کو دور فرما دیں۔

نماز میں سستی ایک رکاوٹ ہے

آپ اندازہ کریں کہ اگر کسی بندے کو صرف یہ بات حاصل ہو جائے کہ اس کے لئے دروازے کھلے ہوئے ہوں، دنیا کے معاملات میں بھی دروازے کھلے ہوئے ہوں اور دین کے معاملات میں بھی دروازے کھلے ہوئے ہوں تو اس کو اور کیا چاہئے۔ یہ مثالیں تو میں نے دنیا کے معاملات میں بتائیں۔ آخرت کی مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کوئی طاعت کرنا چاہتا ہے اور

عبادت کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا چاہتا ہے لیکن درمیان میں رکاوٹ آجاتی ہے، مثلاً فجر کی نماز پڑھنے کے لئے بیدار ہونا چاہتا ہے لیکن نیند کا غلبہ ہے، تو یہ ایک رکاوٹ ہے جو اس کو نماز سے روک رہی ہے اور دروازہ بند ہے، لیکن اس وقت اس کے دل میں یہ خیال آگیا کہ یہ نماز پڑھنا تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اس کو ضرور پڑھنا چاہئے، اس خیال کے آتے ہی طبیعت میں ہمّت پیدا ہوگئی اور اٹھ کر نماز کے لئے چل پڑا، تو اب یہ اس کے لئے دروازہ کھل گیا اور رکاوٹ دور ہوگئی۔

گناہوں کے داعیے رکاوٹ ہیں

یا مثلاً آپ کسی کام سے گھر سے باہر نکلے، لیکن باہر آنکھوں کو پناہ ملنی مشکل ہے، چاروں طرف فتنے پھیلے ہوئے ہیں، نفسانی خواہشات اس کو اس بات پر ابھار رہی ہیں کہ وہ اس کو غلط استعمال کر کے لذت حاصل کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں رکاوٹ ہے، دروازہ بند ہے، اور نفس کا تقاضہ اتنا شدید ہے کہ آدمی مغلوب ہو رہا ہے، نفس و شیطان کا بہکانا اتنا شدید ہے کہ انسان ہتھیار ڈالے جا رہا ہے، لیکن جب اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس نفس و شیطان نے مجھے مغلوب کر رکھا ہے، اے اللہ! مجھے اس بات کی توفیق عطا فرما دے کہ میں اس گناہ سے بچ جاؤں، چنانچہ اس دعا کے نتیجے میں توفیق مل گئی اور اس گناہ سے بچنے کی ہمّت ہوگئی اور دروازہ کھل گیا۔ بہرحال! دنیا کے کاموں میں بھی اور آخرت کے کاموں میں بھی دروازہ کھلنے

کی ضرورت ہے، اور ہم اس بات میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں کہ اس کی طرف سے دروازہ کھل جائے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دن کے شروع ہی میں یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! اس دن کی بھلائی عطا فرما اور اس دن کی ''فتح'' عطا فرما، تاکہ رکاوٹیں دور ہوں اور دروازے کھل جائیں۔

لفظ "نَصْرَۃٌ" کی تشریح

اس کے بعد تیسرا لفظ ارشاد فرمایا: "نَصْرَۃٌ" ۔ "نَصْرَ" کے معنی ہیں ''مدد'' یعنی اے اللہ! میں آپ سے اس دن کی مدد مانگتا ہوں۔ اس لئے کہ انسان صبح سے شام تک کی زندگی میں جتنے کام انجام دیتا ہے، ان میں سے کوئی کام ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہو تو پھر انسان کوئی بھی کام اس دنیا میں انجام نہیں دے سکتا، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دن کے آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ سے یہ التجا اور درخواست فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی نصرت میرے شامل حال رہے اور میں جب بھی کوئی کام کرنے جاؤں تو آپ کی طرف سے میری مدد ہو، چاہے وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا کام ہو۔

انسان کا کام صرف اسباب جمع کرنا ہے

دیکھئے! انسان کے اختیار میں بس اتنا ہے کہ وہ کسی کام کے اسباب مہیا کرلے، لیکن ان اسباب کا کارگر ہونا، ان سے فائدہ حاصل ہونا اور ان سے

مقصود حاصل ہو جانا انسان کے اختیار میں نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے پیسے جمع کیے، دکان بنائی، اس دکان میں سامان رکھا اور اس دکان میں جا کر بیٹھ گیا۔ یہ کام تو اس کے اختیار میں تھے جو اس نے انجام دے دیئے، لیکن اس دکان پر گاہک کا آنا اور سامان کو پسند کرنا اور اس سامان کی جو قیمت طلب کی جا رہی ہے، اس قیمت کے ادا کرنے پر تیار ہو جانا، یہ کام انسان کے اختیار میں نہیں۔ وہ کون ذات ہے جو اس کی دکان پر گاہک کو بھیج رہا ہے، وہ کون ذات ہے جو گاہک کے دل میں یہ ڈال رہا ہے کہ اس دکان میں فلاں چیز رکھی ہے تم پسند کرلو، کون اس گاہک کے دل میں یہ بات ڈال رہا ہے کہ اس چیز کو اتنی قیمت پر خریدلو۔ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ وہ دکان کھول کر مال سجا کر بیٹھے ہیں لیکن گاہک نہیں آتا، یا گاہک آتا ہے لیکن چیز پسند نہیں کرتا، یا چیز پسند کرتا ہے لیکن اس کی جو مناسب قیمت ہے، وہ دینے پر تیار نہیں ہوتا، نتیجہ یہ ہے کہ وہ دکاندار دکان کھولے بیٹھا ہے لیکن فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اب ظاہری اسباب تو اس نے جمع کر لئے ہیں، لیکن اللہ جل شانہ کی طرف سے مدد اور نصرت نہیں جس کے نتیجے میں یہ سارے اسباب بے کار ہو گئے۔

صحت حاصل ہونا اختیار میں نہیں

یا مثلاً انسان کے اختیار میں اتنا ہی ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو وہ کسی اچھے ڈاکٹر سے رجوع کرے اور وہ ڈاکٹر اس کو دوا لکھ دے، پھر وہ شخص بازار سے وہ دوا خرید کر لے آئے اور اس دوا کو کھالے، لیکن دوا کے کھالینے کے بعد

وہ دوا کارگر ہو، وہ دوا فائدہ پہنچائے اور بیماری کو دور کرے اور اس کے نتیجے میں شفا حاصل ہو جائے، یہ انسان کے بس کا کام نہیں جب تک اللہ جل شانہ کی طرف سے مدد اور نصرت نہ ہو۔

ملازمت مل جانا اختیار میں نہیں

یا مثلاً انسان کے اختیار میں اتنا ہی ہے کہ اپنے روزگار اور ملازمت کے لئے درخواست دیدے، لیکن وہ درخواست منظور ہو جائے اور ملازمت مل جائے اور اس کے بعد دونوں کے درمیان مناسبت بھی قائم ہو جائے اور اس کام کے نتیجے میں تنخواہ مل جائے، یہ انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرت کی ضرورت ہے۔ یہ تو دنیا کے کام ہوئے۔

خشوع وخضوع اختیار میں نہیں

دوسری طرف آخرت کے کاموں میں بھی یہی اصول ہے۔ مثلاً انسان کے اختیار میں صرف اتنا ہے کہ مسجد جاکر نماز کی نیت باندھ لے، لیکن اس کا دل اور اس کا دماغ اور اس کی توجہ اللہ جل شانہ کی طرف ہو جائے اور اس کی نماز میں خشوع اور خضوع پیدا ہو جائے، یہ اس کے اختیار میں نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہو۔ بہرحال! دنیا اور آخرت کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جس میں اللہ جل شانہ کی مدد کی ضرورت نہ ہو۔

دن کے آغاز میں "نصرت" طلب کرلو

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دن کے شروع ہی میں یہ دعا مانگ رہے ہیں اور گویا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! یہ دن شروع ہو رہا ہے، میں کاروبار زندگی میں داخل ہونے والا ہوں، معرکہ حیات پیش آنے والا ہے، نہ جانے کیسے حالات پیش آئیں، نہ جانے کیا واقعات سامنے آئیں، اس لئے مجھے ہر ہر قدم پر آپ کی نصرت درکار ہے، میں آپ سے آپ کی نصرت مانگتا ہوں۔

لفظ "نورہ" کی تشریح

آگے چوتھا لفظ ارشاد فرمایا "وَنُوْرَهٗ" یعنی میں آپ سے اس دن کا نور مانگتا ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دن تو ہوتا ہی نور ہے، اس لئے کہ "نور" کے معنی ہیں "روشنی" اور دن کے اندر روشنی ہی ہوتی ہے، جب سورج نکلتا ہے تو ساری کائنات منور اور روشن ہو جاتی ہے، مؤمن اور کافر، فاسق و فاجر، ہر ایک کو اللہ تعالیٰ دن کی روشنی عطا فرماتے ہیں، پھر اس دعا کا کیا مطلب ہے کہ اے اللہ! مجھے اس دن کا نور عطا فرما؟

نور سے دل کا نور مراد ہے

بات دراصل یہ ہے کہ اس دعا میں نور سے مراد یہ ظاہری روشنی نہیں، بلکہ یہ دعا کی جا رہی ہے کہ اے اللہ! ظاہری روشنی تو آپ نے اس دن کے

ذریعہ سب کو عطا فرمادی، مؤمن کو بھی اور کافر کو بھی، فاسق کو بھی اور فاجر کو بھی، بچے کو بھی اور بوڑھے کو بھی، مرد کو بھی اور عورت کو بھی، لیکن اے اللہ! میرے لئے تنہا یہ ظاہری روشنی کافی نہیں جب تک آپ مجھے میرے دل کا نور عطا نہ فرمائیں۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے کہ ؎

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

لہٰذا صرف آنکھوں کا نور کافی نہیں بلکہ باطن کا نور اور دل کے نور کی ضرورت ہے۔

اپنے رضا والے کاموں کی توفیق دے

اس لئے یہ دعا کی جارہی ہے کہ اے اللہ! آپ نے یہ جو ظاہری روشنی پیدا فرمائی ہے، یہ اس لئے پیدا فرمائی ہے تاکہ لوگ اس روشنی سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے اپنے کام انجام دیں، کیونکہ اگر اندھیرا ہوتا اور سورج نہ نکلتا تو کوئی آدمی اپنا کوئی کام انجام نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ۔ (سورۂ روم، آیت ۲۳)

یعنی ہم نے تمہیں یہ دن اس لئے دیا ہے تاکہ اس دن کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ لہٰذا یہ تو ہماری جسمانی ضرورت ہے کہ ہمیں یہ روشنی ملے، لیکن میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! دن کی یہ روشنی اس وقت کارگر ہوگی

جب میں اس روشنی میں کام بھی نور والے کروں، ظلمت والے کام نہ کروں۔ اور نور والے کام وہ ہیں جن کے کرنے سے آپ راضی ہوتے ہیں، اور جن کاموں کے کرنے سے آپ راضی نہیں، وہ کام چاہے کتنے ہی درخشاں اور تاباں نظر آتے ہوں، لیکن حقیقت میں وہ ظلمت اور اندھیرے ہیں، اس لئے میں آپ سے اس دن کا نور مانگتا ہوں۔

کام کی ظلمت سے دل میں گھٹن ہوتی ہے

یہ ''نور'' کا لفظ بڑا جامع ہے، قرآن و حدیث میں ''نور'' ایک خاص کیفیت کا نام ہے۔ آپ دنیا کے اندر بہت سے کام انجام دیتے ہیں، لیکن بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو انجام دینے کے بعد طبیعت میں بہت نشاط اور انشراح ہوتا ہے، خوشی اور اطمینان اور سکینت حاصل ہوتی ہے، اور بعض کام ایسے کرتے ہیں کہ ان کو انجام دینے کے بعد طبیعت میں انقباض ہو جاتا ہے، گھٹن اور الجھن ہو جاتی ہے، اطمینان اور سکون نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر کسی کام کے کرنے میں بڑا لطف اور مزہ تو آیا لیکن اس کے کرنے کے بعد طبیعت میں گھٹن اور ایک الجھن پیدا ہو گئی، تو یہ گھٹن اور الجھن اس کام کی ظلمت ہے اور اس ظلمت نے دل کو گھیرا ہوا ہے۔

کام کے نور سے دل میں انشراح

بعض اوقات ایک کام انجام دینے سے طبیعت کے اندر خوشی پیدا ہو گئی،

اطمینان اور سکون حاصل ہوگیا، سکینت حاصل ہوگئی، یہ درحقیقت اس کام کا نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے ذریعہ عطا فرمایا۔ صبح سے شام تک کی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھیں، ہر انسان کو یہ حالت پیش آتی ہے، کوئی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں ہوگا۔ اس لئے دن کے آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرلیں کہ اے اللہ! وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمایئے جس کے نتیجے میں دل کا نور حاصل ہو اور جس سے قلب کو سکون اور اطمینان نصیب ہو۔

لفظ "بَرَكَتَهُ" کی تشریح

اس کے بعد پانچواں لفظ ارشاد فرمایا: "وَبَرَكَتَهُ" اے اللہ! میں آپ سے اس دن کی برکت مانگتا ہوں۔ یہ "برکت" بڑی عجیب چیز ہے۔ اردو میں یا دنیا کی دوسری زبان میں اس کا ایک لفظ کے ذریعہ ترجمہ کرنا ممکن نہیں۔ ہم لوگ "برکت" کا لفظ ہر وقت بولتے رہتے ہیں، اور اسی برکت سے لفظ "مبارک" نکلا ہے، کسی کا نکاح ہوگیا، تو کہتے ہیں نکاح مبارک ہو، شادی مبارک ہو، مکان بن گیا مبارک ہو، گاڑی مبارک ہو، کاروبار مبارک ہو، ملازمت مبارک ہو، دن رات "مبارک" کا لفظ استعمال کرتے رہتے ہیں، لیکن اس لفظ کا مطلب بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔

برکت کا مطلب

"برکت" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی چیز کا حقیقی فائدہ انسان کو عطا فرمادیں اور تھوڑی محنت و مشقت سے اور تھوڑے پیسے سے

زیادہ فائدہ حاصل ہو جائے، اس کا نام ''برکت'' ہے۔ یہ ''برکت'' خالص اللہ جل شانہ کی عطا ہے، انسان پیسے سے چیز خرید سکتا ہے لیکن اس کی ''برکت'' پیسے سے نہیں خرید سکتا اور نہ محنت سے حاصل کرسکتا ہے، بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، انہی کی طرف سے نصیب ہوتی ہے، جس پر ان کا فضل ہوتا ہے، اسی کو یہ برکت عطا ہوتی ہے۔

بیڈروم کی برکت نہیں ملی

مثلاً آپ نے ایک بڑا عالیشان مکان بنالیا، اس مکان پر کروڑوں روپیہ خرچ کر دیا، اس کو زیب و زینت سے آراستہ کرلیا، دنیا کی تمام ضروریات اس مکان کے اندر جمع کرلیں، اس مکان کا بیڈروم بڑا شاندار بنایا، اس کے اندر شاندار قسم کا بیڈ لگایا، اس پر عالیشان گدا لگایا، اس بیڈ کے چاروں اطراف کا ماحول بڑا خوبصورت بنایا، اس کے اندر خوشبو چھڑکی، یہ سب کچھ کرلیا، لیکن جب رات کو آکر اس بیڈ پر لیٹے تو ساری رات نیند نہیں آئی، کروٹیں بدلتے بدلتے رات گزر گئی۔ بتایئے! وہ بیڈروم جو لاکھوں روپے میں تیار کیا اور اس کے اندر سارے اسباب جمع کئے، لیکن جب اس میں نیند نہیں آئی تو کیا وہ بیڈروم کسی کام کا ہے؟ اس بیڈروم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا، اب ڈاکٹر کے پاس جارہے ہیں اور نیند کی گولیاں کھارہے ہیں، اس کے نتیجے میں کبھی نیند آتی ہے اور کبھی نہیں آتی، لہٰذا بیڈروم تو حاصل ہوگیا لیکن اس کی برکت نہ ملی۔

گھر ملا لیکن برکت نہ ملی

اسی طرح گھر خریدا، لیکن اس گھر میں روزانہ کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا ہوا ہے، کبھی یہ چیز ٹوٹ گئی اور کبھی وہ چیز ٹوٹ گئی، کبھی اس چیز کی مرمّت کرار ہے ہیں اور کبھی دوسری چیز کی مرمّت کرار ہے ہیں، کبھی اس چیز پر ہزاروں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور کبھی دوسری چیز پر خرچ ہو رہے ہیں، لہٰذا گھر تو ملا لیکن گھر کی برکت نہ ملی۔ اب بتایئے! کیا یہ برکت بازار سے خرید کر لا سکتے ہیں؟ لاکھوں روپے خرچ کر کے گھر تو بنا سکتے ہیں لیکن اس گھر کی برکت پیسوں سے نہیں خرید سکتے۔

گاڑی ملی لیکن برکت نہ ملی

یا مثلاً آپ نے پیسے خرچ کر کے گاڑی تو خرید لی لیکن وہ گاڑی کبھی اسٹارٹ ہونے سے انکار کر رہی ہے اور اس کو دھکا لگانا پڑ رہا ہے اور کبھی وہ مکینک کے پاس کھڑی ہے، یہ سب پریشانیاں ہو رہی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ گاڑی تو ملی لیکن گاڑی کی برکت نہ ملی۔

جھونپڑا ملا اور برکت بھی ملی

دوسری طرف وہ شخص ہے جس نے حلال کمائی سے جھونپڑا بنایا اور اپنے گھر والوں کے ساتھ اس میں آرام سے رہتا ہے، رات کو عشاء کی نماز کے بعد گھر میں آتا ہے اور بستر کے تکیے پر سر رکھتے ہی نیند کی آغوش میں چلا جاتا

ہے اور آٹھ گھنٹے کی بھرپور نیند کر کے صبح اٹھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو جھونپڑا بھی ملا اور جھونپڑے کی برکت بھی ملی اور اس کی راحت بھی ملی۔

یہ سب اسباب راحت ہیں

آج کی دنیا نے راحت کے اسباب کا نام راحت رکھا ہوا ہے، مال و دولت کا نام، مکان کا نام، گاڑی کا نام راحت رکھا ہوا ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ سب چیزیں راحت کے اسباب تو ہیں لیکن حقیقی راحت نہیں، حقیقی راحت تو کہیں اور سے عطا ہوتی ہے، وہ اگر دینا چاہے تو جھونپڑے میں راحت و آرام عطا فرما دے اور اگر وہ راحت چھیننا چاہے تو بڑے بڑے محلات کے مکینوں سے چھین لے۔ لہٰذا ''برکت'' اللہ تعالیٰ کی اس عطا کا نام ہے جو اپنے بندے کو اس طرح عطا فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی چیز سے بہت سے کام بن جاتے ہیں۔

''مبارک ہو'' کا مطلب

لہٰذا ہم جو دوسروں کو یہ دعا دیتے ہیں کہ ''مبارک ہو'' اس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! آپ نے اس کو راحت کا سبب تو عطا فرمایا، اب اس سبب کو کارگر بھی بنا دیجئے اور اس کے ذریعہ اس کو راحت بھی عطا فرما دیجئے۔

آج ہر شخص پریشان ہے

آج ہر شخص کو یہ شکایت ہے کہ اس آمدنی میں گزارہ نہیں ہوتا، جو شخص

تین ہزار روپے ماہانہ کما رہا ہے، اس کو بھی یہی شکایت ہے، جو شخص دس ہزار روپے کما رہا ہے، اس کو بھی یہی شکایت ہے اور جو ماہانہ تیس ہزار روپے کما رہا ہے، وہ بھی یہی شکایت کرتا ہے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ جو شخص ماہانہ ایک لاکھ روپے کما رہا ہے، وہ بھی یہی کہتا ہے کہ گزارہ نہیں ہوتا، جب مہینے کی آخری تاریخیں آتی ہیں تو جیبیں خالی ہو جاتی ہیں، جو پریشانی تین ہزار روپے کمانے والے کو ہے، وہی پریشانی ایک لاکھ روپے کمانے والے کو بھی ہے۔

تین لاکھ روپے ماہانہ آمدنی والے کا حال

ایک شخص کی آمدنی تین لاکھ روپے ماہانہ تھی، میں نے اپنے کانوں سے ان کی زبان سے بھی یہی سنا کہ گزارہ نہیں ہوتا۔ بات اصل یہی تھی کہ تین لاکھ تو مل رہے ہیں، لیکن تین لاکھ کی برکت نہیں مل رہی ہے، وہ برکت اللہ تعالیٰ نے چھین لی ہے، اور اس لئے چھین لی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں زندگی گزاری جا رہی ہے، اب برکت کہاں سے آئے؟

وقت نہ ہونے کا سب کو شکوہ ہے

ہر شخص کی زبان پر یہ شکوہ ہے کہ وقت نہیں ملتا، کسی سے کہا جائے کہ فلاں کام کرلیا کرو تو فوراً جواب میں کہیں گے کہ وقت ہی نہیں ملتا، کیا کریں فرصت ہی نہیں ہے۔ آج ضروری کاموں کے لئے وقت نہیں ملتا، کیوں وقت نہیں ملتا؟ حالانکہ سب کو دن رات میں ۲۴ گھنٹے کا وقت دیا گیا ہے، چاہے وہ

فقیر ہو یا امیر ہو، غریب ہو یا سرمایہ دار ہو، عالم ہو یا جاہل ہو، مزدور ہو یا کسان ہو یا افسر ہو، چوبیس گھنٹے کا وقت تو سب کو دیا گیا ہے، پھر وقت کیوں نہیں ملتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقت تو سب کے پاس ہے، لیکن اس وقت کی برکت نہیں ہے، پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب دن شروع ہوا اور کب ختم ہوگیا۔ کیونکہ وقت کی قدر دلوں میں نہیں ہے، یہ نہیں سمجھتے کہ جب یہ وقت برباد کر دیا تو کتنی بڑی دولت برباد کر دی، اس لئے وقت کے اندر بے برکتی ہے۔

دن کے آغاز میں برکت کی دعا کرلو

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! دن شروع ہو رہا ہے، اس لئے میں آپ سے اس دن کی برکت بھی مانگتا ہوں تاکہ تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہو جائے، یہ برکت صرف اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

وقت بچانے کے اسباب

آج کے اس جدید دور میں وقت بچانے کے اتنے اسباب پیدا ہو گئے ہیں جس کا شمار نہیں کر سکتے، چنانچہ جو سفر پہلے گھوڑوں اور اونٹوں پر مہینوں میں ہوا کرتا تھا، آج وہ سفر ایک گھنٹے میں ہوائی جہاز کے ذریعہ ہو جاتا ہے۔ پہلے زمانے میں یہ تھا کہ اگر کھانا پکانا ہے تو پہلے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ، ان کو سکھاؤ، پھر ان کو سُلگاؤ، صرف چولہا جلانے کے لئے ایک گھنٹہ درکار ہوتا تھا،

اس کے بعد کھانا پکانے میں جو وقت صرف ہوتا تھا وہ اس کے علاوہ ہوتا تھا، ایک چائے بھی پکانی ہے تو ایک گھنٹہ کم از کم لگتا تھا۔ لیکن آج یہ صورت ہے کہ اگر تمہیں چائے پکانی ہے تو تم نے ماچس جلائی اور چولہے کا کان مروڑا اور دو منٹ میں چائے تیار کر لی۔ اب سوال یہ ہے کہ آج تمہارے چائے پکانے میں جو ۵۸ منٹ بچ گئے، وہ ۵۸ منٹ کہاں چلے گئے؟

جو وقت بچا وہ کہاں گیا؟

پہلے زمانے میں روٹی پکانے کے لئے خواتین پہلے چکی کے ذریعہ گندم پیستی تھیں، پھر اس کا آٹا بنا کر اس کو گوندتیں، پھر روٹی پکاتیں، سالن بنانا ہوتا تو پہلے تمام مصالحے پیستیں اور پھر ہانڈی چڑھاتیں، صبح سے لے کو دوپہر تک سارا وقت صرف کھانا پکانے میں صرف ہو جاتا تھا۔ آج وہ کھانا ایک گھنٹہ میں تیار ہو جاتا ہے، جو کام پہلے پانچ گھنٹے میں ہوتا تھا، وہ اب ایک گھنٹے میں ہونے لگا اور اس کے نتیجے میں چار گھنٹے بچے، یہ چار گھنٹے کہاں گئے؟ لیکن پھر بھی یہ شکایت ہے کہ وقت نہیں ملتا۔ کیوں؟ یہ سب اس لئے کہ آج وقت تو ہے لیکن وقت کی برکت اٹھ گئی ہے۔

گناہ برکت کو ختم کر دیتے ہیں

اور یہ درحقیقت گناہوں کا خاصہ ہے، یہ گناہ برکت کو ختم کر دیتے ہیں، پیسوں کی برکت بھی، اوقات کی برکت بھی اور کاموں کی برکت بھی اٹھا دیتے

ہیں۔ لہٰذا ان گناہوں کے نتیجے میں نہ پیسوں میں برکت رہی، نہ اوقات میں برکت رہی اور نہ کاموں میں برکت رہی۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دن کے شروع ہی میں یہ دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! دن شروع ہونے والا ہے، اب میں کاروبار زندگی میں داخل ہونے والا ہوں، اے اللہ! اپنی رحمت سے مجھے برکت عطا فرما دیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں برکت کی مثال

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰؍ ذی الحج کی صبح ''مزدلفہ'' میں فجر کی نماز ادا کی، فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے کچھ پہلے تک وہاں پر وقوف فرمایا اور دعائیں فرمائیں۔ پھر اونٹ پر سوار ہوکر ''منیٰ'' تشریف لائے، پھر ''منیٰ'' میں جمرہ عقبٰی کی رمی فرمائی، اس کے بعد آپ نے سو اونٹوں کی قربانی فرمائی، جس میں سے تریسٹھ اونٹ خود اپنے دست مبارک سے قربان فرمائے۔

پھر ہر اونٹ کے گوشت میں سے ایک ایک پارچہ کاٹا گیا، اور پھر ان تمام گوشت کے پارچوں سے شوربہ تیار کیا گیا، تاکہ تمام اونٹوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت نصیب ہو جائے، اور پھر آپ نے ہر پارچہ میں سے تھوڑا تھوڑا تناول فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے سر کا حلق فرمایا، اس کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں پر طواف زیارت فرمایا، طواف زیارت کے بعد واپس ''منیٰ'' تشریف لائے اور ظہر کی نماز ''منیٰ'' میں ادا

فرمائی۔

آج اگر ہمیں ایک اونٹ ذبح کرنا ہو تو ہمیں اس کے لئے پورا دن چاہئے، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ ذبح کرنے کے ساتھ اتنے سارے کام انجام دئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام نے بھی یہ سب کام انجام دئے۔ یہ درحقیقت وقت کی برکت تھی، جو شخص جتنا اللہ تعالیٰ سے قریب ہوگا اور جس کو اللہ تعالیٰ عبادات کی توفیق عطا فرمائیں گے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں گے، اس کے اوقات میں اتنی ہی برکت ہوگی۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے شروع ہی میں برکت کا سوال کرلیا۔

لفظ ”هُدَاهُ“ کی تشریح

اس دعا میں آخری لفظ یہ ارشاد فرمایا: ”وَهُدَاهُ“ یعنی اے اللہ! مجھے اس دن میں ہدایت عطا فرما۔ ”ہدایت“ کے لفظی معنی ہیں ”صحیح راستہ پالینا“ مثلاً ایک شخص کسی منزل کی طرف جا رہا ہے، اگر اس کا راستہ صحیح نہیں ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ محنت کرے گا، اس کو تھکن بھی ہوگی، وقت بھی صرف ہوگا، لیکن فائدہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ انسان کو اپنی زندگی کے ہر لمحے میں منزل تک پہنچنے کے لئے صحیح راستہ درکار ہے، اگر راستہ غلط ہو تو انسان اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے آپ ﷺ نے دن کے آغاز میں ہی یہ دعا مانگ لی کہ جو کام بھی میں کروں، وہ صحیح راستے سے کروں، غلط راستے پر نہ

پڑوں اور ہدایت سے نہ بھٹک جاؤں، بلکہ آپ کی طرف سے ہدایت میرے شامل حال رہے۔

دنیاوآخرت کے کاموں میں ہدایت کی ضرورت

اب دنیا کے کاموں کے لئے بھی ہدایت درکار ہے اور آخرت کے کاموں کے لئے بھی ہدایت درکار ہے، مثلاً کوئی شخص روزی کمانے کے لئے گھر سے نکلے تو اس میں بھی ہدایت درکار ہے، تاکہ وہ شخص ایسا راستہ اختیار کرے جو اس کو روزی فراہم کرنے کا صحیح ذریعہ ہو، اگر وہ روزی کمانے کے لئے غلط راستے پر چل پڑے تو محنت بے کار جائے گی اور روزی بھی حاصل نہ ہوگی۔ مثلاً ایک آدمی بے روزگار ہے اور وہ ملازمت کی تلاش میں ہے، اب وہ کبھی ایک جگہ درخواست دیرہا ہے، کبھی دوسری جگہ درخواست دیرہا ہے، کبھی کسی شخص سے فرمائش کررہا ہے کہ مجھے ملازم رکھ لو، کبھی دوسرے سے فرمائش کررہا ہے، چنانچہ اس نے ملازمت کے لئے دس جگہوں پر درخواستیں دیں، لیکن وہ تمام جگہوں پر ناکام ہوگیا اور کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ لہٰذا اس کی محنت بھی اکارت گئی اور وقت بھی برباد ہوا اور مقصد بھی حاصل نہ ہوا۔

ہدایت حاصل ہوجائے تو کام بن جائے

لیکن اگر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں وہ جگہ ڈال دے جہاں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ملازمت مقدر فرمائی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ پہلی ہی

مرتبہ درخواست دے گا تو اس کی درخواست قبول ہو جائے گی اور ملازمت پر بلالیا جائے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے پہلے ہی یہ دعا کر لینی چاہئے کہ اے اللہ! آپ نے جس کام میں میرے لئے خیر مقدر فرمائی ہے، اس کا سراغ مجھے پہلی مرتبہ ہی میں مل جائے تا کہ مجھے اِدھر اُدھر بھٹکنا نہ پڑے۔

جب اللہ تعالیٰ دلوں کو جوڑتے ہیں تب ہدایت حاصل ہوتی ہے اور نفع حاصل ہوتا ہے، مثلاً ملازمت تلاش کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ تم فلاں جگہ درخواست دو اور دوسری طرف ملازم رکھنے والے کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم اس کو ملازمت پر رکھ لو، نہ اس کی قدرت میں یہ بات تھی کہ وہ اس پر زور ڈالتا کہ مجھے ضرور ملازمت پر رکھ لو اور نہ اس کے قبضے میں یہ بات تھی کہ صحیح ملازم تلاش کرلے۔ یہ دنیا تو اللہ تعالیٰ کا کارخانہ قدرت ہے کہ ہر ایک کے مفاد کو دوسرے سے وابستہ کر رکھا ہے اور اس کے نتیجے میں انسانوں کو روزی حاصل ہوتی ہے۔

''اِتفاق'' کوئی چیز نہیں

ویسے تو انسان کے ساتھ دن رات واقعات پیش آتے رہتے ہیں لیکن بعض اوقات انسان غفلت کی وجہ سے ان واقعات کو اتفاق کا نتیجہ سمجھتا ہے اور دوسروں سے کہتا ہے کہ ''اتفاق سے ایسا ہوگیا'' مثلاً وہ کہتا ہے کہ میں گھر سے باہر نکلا تو اتفاق سے ایک آدمی مل گیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایک ملازم کی تلاش ہے، میں نے کہا کہ میں فارغ ہوں، چنانچہ اس نے مجھے ملازم رکھ لیا۔

اس کا نام اس نے ''اتفاق'' رکھ دیا، حالانکہ اس کائنات میں کوئی کام اتفاق سے نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو ایک حکیم مطلق کا کارخانہ حکمت ہے، اس کی منصوبہ بندی کے تحت سب کچھ انجام پا رہا ہے۔ یہ کوئی اتفاق نہیں تھا کہ تم گھر سے نکلے اور تمہاری اس آدمی سے ملاقات ہوگئی، بلکہ وہ کسی کا بھیجا ہوا آیا تھا اور تم بھی کسی کے بھیجے ہوئے گئے تھے، دونوں کا آپس میں ملاپ ہوگیا اور بات بن گئی۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت ہے۔

میرا ایک واقعہ

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی تفسیر اردو زبان میں لکھی ہے جو ''معارف القرآن'' کے نام سے مشہور ہے، لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، ہم اس کا انگریزی ترجمہ کرنا چاہتے تھے، ایک صاحب نے اس کا ترجمہ کرنا شروع کیا، اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ابھی وہ سورہ بقرہ ہی کا ترجمہ کر رہے تھے، جب سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر پر پہنچے۔

اِنا لِلّٰہ وانا اِلیہ راجعون۔

تو ان کا انتقال ہوگیا۔ وہ بہت اچھا ترجمہ کرنے والے تھے، ان کے انتقال کے بعد میں کافی عرصہ تک تلاش کرتا رہا کہ کوئی اچھا ترجمہ کرنے والا مل جائے لیکن کوئی نہیں مل رہا تھا، اس دوران ایک مرتبہ میری حاضری مکہ مکرمہ میں ہوئی، میں نے وہاں جاکر ''ملتزم'' پر اور دعاؤں کے ساتھ ایک دعا یہ بھی کی کہ

یا اللہ! آپ کے کلام پاک کی تفسیر کا ترجمہ کرنے کا کام ہے، کوئی مناسب آدمی نہیں مل رہا ہے، اے اللہ! اپنی رحمت سے اچھا آدمی عطا فرمادے جو اس کام کی تکمیل کردے۔

یہ دعا کر کے واپس جب پہنچا تو میرے دفتر میں مجھے اطلاع ملی کہ ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں، آپ کی غیر موجودگی میں وہ آئے تھے اور آپ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے، میں نے کہا کہ ان کو بلالیں، اگلے دن وہ ملاقات کے لئے آگئے اور آکر انہوں نے بتایا کہ امریکہ میں میرے بیٹے رہتے ہیں، میں بھی وہاں گیا ہوا تھا، جب میں وہاں سے واپس آرہا تھا تو راستے میں عمرہ کرنے کے ارادے سے سعودی عرب چلا گیا، عمرہ ادا کرنے کے بعد میں نے ''ملتزم'' پر جاکر یہ دعا کی کہ یا اللہ! میری باقی زندگی قرآن شریف کی خدمت میں صرف کرادے۔ میں نے سنا ہے آپ کے والد صاحب کی جو تفسیر ہے ''معارف القرآن'' آپ اس کا انگریزی میں ترجمہ کرانا چاہتے ہیں، اس کام کے لئے میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ ملتزم پر یہ دعا کر کے آرہے ہیں کہ مجھے قرآن کریم کی کوئی خدمت عطا فرمادیجئے اور میں یہ دعا کر کے آرہا ہوں کہ قرآن کریم کی خدمت کرنے والا عطا فرمادیجئے، دونوں کی دعائیں مل گئی ہیں، لہٰذا آپ خود سے یہاں نہیں آئے ہیں بلکہ کسی کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ چنانچہ وہ اللہ کے بندے کسی معاوضے کے بغیر اور کسی دنیاوی لالچ کے بغیر خالص اللہ کے لئے سالہا سال سے یہ کام کر رہے ہیں، الحمد للہ پانچ جلدیں اس کی چھپ چکی ہیں (لیکن

افسوس کہ چند روز پہلے ان کا بھی انتقال ہوگیا، انا اللہ وانا الیہ راجعون) اب دیکھنے والے سمجھ رہے ہوں گے کہ وہ اتفاقاً یہاں پہنچ گئے۔ لیکن یاد رکھئے! اس کائنات میں کوئی کام "اتفاق" سے نہیں ہوتا بلکہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام حکمت کے تحت ہوتا ہے۔

البتہ بعض اوقات جب ہمیں کسی کام کا ظاہری سبب آنکھوں سے نظر نہیں آتا تو ہم اپنی حماقت سے کہہ دیتے ہیں کہ اتفاق سے ایسا ہوگیا، حقیقت میں اتفاق کوئی چیز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی حکمت ہوتی ہے۔

دن کے آغاز میں ہدایت مانگ لیں

لہٰذا جب ہم دن کے شروع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ! مجھے آج کے دن میں ہدایت عطا فرمائیے، دنیا کے کاموں میں بھی اور آخرت کے کاموں میں بھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! آج کے دن میری کوششیں بیکار نہ جائیں بلکہ میں آج کے دن وہی کام کروں جس میں آپ نے میرے لئے خیر مقرر فرمائی ہے۔ لہٰذا جب انسان کی زندگی میں کشمکش کے مواقع آتے ہیں کہ یہ کام کروں یا یہ کروں، یہاں جاؤں یا وہاں جاؤں تو ان سب مواقع میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت درکار ہے، اس لئے یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! وہ راستہ اختیار کرنے کی توفیق دیجئے جو آپ کے نزدیک میرے لئے دنیا وآخرت کے اعتبار سے بہتر ہے۔

یہ بڑی جامع دعا ہے

بہر حال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو دیکھ لیجئے کہ کسی بھی انسان کی دنیا کی، آخرت کی، معاش کی، معاد کی کوئی حاجت ایسی ہے جو اس دعا میں آپ ﷺ نے طلب نہ فرمائی ہو؟ یہ بڑی جامع دعا ہے۔ اگر کسی کو عربی میں دعا یاد نہ ہو تو اردو میں مانگ لے کہ اے اللہ! میں اس دن کی خیر مانگتا ہوں اور اس دن کی فتح مانگتا ہوں تا کہ کوئی رکاوٹ نہ آئے، اگر کوئی رکاوٹ آئے تو وہ کھل جائے، اور اس دن میں آپ کی مدد مانگتا ہوں، اور اس دن کا نور مانگتا ہوں اور اس دن کی برکت مانگتا ہوں اور اس دن کی ہدایت مانگتا ہوں۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی اگر ایک دعا بھی قبول ہو جائے تو انسان کی دِلدَّر دور ہو جائیں، اور اس کا بیڑہ پار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

صبح کے وقت کی ایک اور دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُـہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِـہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَـہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَـہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَـہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّـنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُـہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِـہٖ وَاَصْحَابِـہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

(سورۃ البقرۃ:۱۸۶)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلك من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

تمہید

بزرگانِ محترم وبرادران عزیز! گزشتہ دو جمعوں سے ایک دعا کی تشریح کا بیان چل رہا ہے جو دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مانگا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت ایک اور دعا یہ مانگا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ ھٰذَا النَّھَارِ صَلاَحاً وَّاَوْسَطَهٗ فَلاَحاً وَّ آخِرَهٗ نَجَاحًا۔

اے اللہ! اس دن کے ابتدائی حصے کو میرے لئے نیکی کا ذریعہ بنا دیجئے یعنی جب یہ دن شروع ہو تو میرے کسی نیک عمل سے شروع ہو اور دن کے اوّل حصے میں نیکی کروں۔ اور اے اللہ! دن کے درمیانی حصے کو میرے لئے فلاح بنا دیجئے۔ اور اے اللہ! دن کے آخری حصے کو میرے لئے کامیابی بنا دیجئے۔

دن کا آغاز اچھے کام سے کرو

اس دعا کے اندر آپ نے دن کو تین حصّوں میں تقسیم فرما دیا، یعنی اے اللہ! دن کے ابتدائی حصّے میں مجھے صالح اور نیک عمل کرنے کی توفیق ہو۔ اس کے ذریعہ آپ نے امت کو یہ تعلیم دیدی کہ اگر تم دن کو اچھا گزارنا چاہتے ہو اور بہتر نتائج حاصل کرنا چاہتے ہو تو دن کے اوّل حصّے کو نیک کاموں میں لگاؤ، اور آپ اس کی دعا بھی کر رہے ہیں کہ اے اللہ! مجھے اس کی توفیق دیجئے کہ میں دن کے اوّل حصّے کو نیک کام میں لگاؤں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کی سنّت یہ ہے کہ جو بندہ دن کے اوّل حصّے کو نیک کاموں میں لگائے گا تو آپ اس کا دن اچھا گزروائیں گے۔

صبح اٹھ کر یہ کام کرو

اسی وجہ سے بستر سے اٹھنے کے بعد پہلا فریضہ اللہ تعالیٰ نے یہ عائد فرمایا ہے کہ نماز فجر کے لئے آ جاؤ۔ یہ تو فرض ہے، اس کے بعد فرمایا کہ جب سورج طلوع ہوکر تھوڑا سا بلند ہو جائے تو اس وقت اشراق کی دو رکعت ادا کرلو، یہ فرض نہیں، واجب نہیں، سنّت مؤکدہ بھی نہیں بلکہ نفلی نماز ہے، لیکن اس نفلی نماز کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے فرماتے ہیں کہ:

یا ابن آدم! ارکع لی رکعتین فی اوّل النهار

اکفك آخره۔

اے ابن آدم! تو اوّل دن میں میرے لئے دو رکعتیں
پڑھ لیا کر تو میں تیرے لئے دن کے آخر تک حامی اور
مددگار رہوں گا۔

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! میرے دن کے آغاز کو نیک عمل کا حصہ بنا دیجئے کہ مجھے اس میں نیک عمل کی توفیق ہو جائے تاکہ سارا دن اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت میرے ساتھ رہے۔

دن کا آغاز رجوع الی اللہ سے

اس دعا کے ذریعہ اپنی امت کو یہ ترغیب دیدی کہ دن کے اوّل حصے کو رجوع الی اللہ میں صرف کرو، فجر کی نماز تو پڑھنی ہی ہے لیکن اس کے بعد کچھ اشراق کی نوافل پڑھ لو، کچھ قرآن کریم کی تلاوت کرلو اور کچھ ذکر کرلو، تسبیحات پڑھ لو، دعائیں کرلو۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جس وقت بھی کیا جائے فضیلت کی چیز ہے لیکن صبح کے وقت کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے بڑی خصوصیت رکھی ہے۔

صبح کے وقت نئی زندگی کا ملنا

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے صبح کے وقت کو ایسا بنایا ہے کہ اس وقت کائنات کی ہر چیز میں نئی زندگی آتی ہے، سوئے ہوئے لوگ بیدار ہوتے ہیں، کلیاں چٹکتی ہیں، غنچے کھلتے

ہیں، پھول کھلتے ہیں، پرندے جاگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ وقت نئی زندگی عطا کرنے والا ہے، اگر اس نئی زندگی کے وقت کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گزارو گے تو تمہارے قلب کے اندر رجوع اِلی اللہ کا نور پیدا ہوگا، اتنا نور دوسرے اوقات میں ذکر کرنے سے حاصل نہیں ہوگا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ اگر فجر کے وقت مسلمانوں کی کسی بستی سے گزر جاؤ تو ہر گھر سے تلاوت قرآن کریم کی آواز آیا کرتی تھی، چاہے وہ کسی عالم کا گھر ہو، یا جاہل کا ہو، پڑھے لکھے کا گھر ہو یا اَن پڑھ کا ہو۔ مجھے بچپن کا وہ دور یاد ہے کہ جب سارے گھروں سے صبح کے وقت تلاوت کی آوازیں بلند ہوتی تھیں اور اس کے نتیجے میں معاشرے کے اندر ایک نورانیت محسوس ہوتی تھی۔ لیکن اب افسوس یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی بستیوں سے گزرو تو تلاوت کی آواز آنے کے بجائے فلمی گانوں کی آوازیں آتی ہیں۔

صبح کے وقت ہمارا حال

ایک شاعر گزرے ہیں ''مجید لاہوری مرحوم'' یہ روزنامہ جنگ میں مزاحیہ نظمیں لکھا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے زمانے کی تصویر کھینچتے ہوئے کہا تھا کہ ؎

پہلے کے لوگ سویرے اٹھتے تھے
اور اٹھ کر قرآن پڑھا کرتے تھے
یہ سو کر نو بجے اٹھتے ہیں

اور اٹھ کر ڈان پڑھتے ہیں

جب دن کا پہلا حصہ ہی ایسے کام میں لگا دیا جو گناہ کا کام ہے یا بیکار کام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوگئے تو پھر سارے دن کے کاموں میں نور کہاں سے آئے گا؟ بہرحال! اللہ تعالیٰ نے صبح کے وقت میں بڑی برکت رکھی ہے اور بڑا نور رکھا ہے، اگر انسان اس وقت کو اللہ کے ذکر میں اور تلاوت میں اور تسبیحات میں صرف کرلے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا نور حاصل ہوگا۔

صبح کے وقت میں برکت ہے

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بَارَكَ اللّٰهُ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُكُوْرِهَا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے صبح سویرے کے وقت میں برکت رکھی ہے۔ اور یہ بات آپ نے صرف ذکر اور عبادت کی حد تک بیان نہیں فرمائی بلکہ ایک شخص جو تاجر تھے، ان سے آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ تم صبح سویرے اپنی تجارت کے کام انجام دیا کرو۔ وہ صحابی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سننے کے بعد میں نے اس پر عمل کیا اور صبح ہی اوّل وقت میں تجارت کا عمل شروع کردیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی برکت سے اتنا مال عطا فرمایا کہ لوگ مجھ پر رشک کرنے لگے۔

کاروبار مندہ کیوں نہ ہو؟

اب ہمارے یہاں ساری قدریں الٹ گئیں، دن کے گیارہ بجے تک بازار بند رہتا ہے، گیارہ بجے کے بعد کاروبار شروع ہوتا ہے، گیارہ بجے کا مطلب ہے دوپہر، دن کا ایک پہر تو بیکار نیند اور غفلت کی حالت میں اور گناہوں میں گزر گیا، اس طرح آدھا دن تو گنوا دیا۔ پھر ہر شخص کی زبان پر یہ رونا ہے کہ کاروبار مندہ ہے، چلتا نہیں ہے لیکن کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ جس ذات کے قبضہ قدرت میں کاروبار کی ترقی اور زوال ہے، اس کے ساتھ کیسا تعلق قائم کیا ہوا ہے، حالانکہ کاروبار میں ترقی کا طریقہ یہ ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں سارے معاملات ہیں، اس کے ساتھ تعلقات قائم کرو، اس کی بات مانو اور اس کی دی ہوئی برکت سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس ذات کے ساتھ تو تعلق خراب کر رکھا ہے اور پھر یہ رونا رو رہے ہو کہ کاروبار مندہ ہے۔

یہ کامیابی کا زینہ ہے

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے دن کے اوّل حصے کو "صلاح" بنا دیجئے یعنی نیکی والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ان کلمات کے ذریعہ دعا بھی فرما دی اور امّت کو سبق اور پیغام بھی دیدیا کہ اے میری امت! تم اگر کامیابی چاہتے ہو تو دن کے اوّل حصے کو "صلاح" بناؤ۔

دن کے درمیانی اور آخری حصّے کے لئے دعائیں

آگے فرمایا کہ اے اللہ! اس دن کے بیچ کے حصّے کو ''فلاح'' بنا دیجئے یعنی میں اس دن میں وہ کام کروں جو میرے فلاح کے ہیں۔ اور اے اللہ! اس دن کے آخری حصّے کو میرے لئے ''نجاح'' یعنی کامیابی بنا دیجئے۔ یعنی جب میں دن کی جدوجہد کے بعد شام کے وقت گھر میں داخل ہوں تو میں پوری طرح کامیاب ہوکر جاؤں اور مطمئن ہوکر جاؤں کہ آج کا دن میں نے صحیح مصرف پر لگایا ہے اور اس کا صحیح نتیجہ مجھے حاصل ہوا ہے، اگر یہ دعا قبول ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دعائیں کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور یہ دعائیں قبول بھی فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا انِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گھر سے نکلنے اور داخل ہونے کی دعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

گھر سے نکلنے کی دعا
اور
بازار میں داخل ہونے کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْـنُـهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِـهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَـهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَـهٗ وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَـهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّـنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُـهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِـهٖ وَاَصْحَابِـهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ۔
أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّى فَاِنِّى قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ
وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ O

(سورۃ البقرۃ:۱۸۶)

آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم وصدق
رسوله النبى الكريم ونحن على ذٰلك من
الشاهدين والشاكرين والحمدللّٰه ربّ العٰلمين

گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گزشتہ چند جمعوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون دعاؤں کی تشریح کا بیان چل رہا ہے، جب صبح کے وقت انسان اپنی ابتدائی ضروریات پوری کرکے گھر سے نکلتا ہے۔ تو گھر سے باہر قدم نکالتے وقت یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَاعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ وَ تَوَكَّلْتُ عَلَى
اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اس دعا میں دو کلمات تو ایسے ہیں جو ہر مسلمان کو یاد ہوتے ہیں، ایک پہلا کلمہ "بِسْمِ اللّٰهِ" اور آخری کلمہ "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

درمیان میں دو کلمے اور ہیں، ایک کلمہ ہے "وَاعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ" اور دوسرا ہے، "وَ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ" یہ دونوں بھی چھوٹے چھوٹے کلمے ہیں، ان کا یاد کرنا بھی کچھ مشکل نہیں۔

اللہ کا سہارا لے لو

اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام پر اس گھر سے قدم نکال رہا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کا سہارا لیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ جب انسان گھر سے نکلتا ہے تو کسی نہ کسی مقصد سے نکلتا ہے، کسی کا مقصد دوسرے سے ملنا ہوتا ہے، کسی کا مقصد بازار سے خریداری ہوتا ہے، کسی کا مقصد بیچنا ہوتا ہے، کوئی ملازمت کی غرض سے، کوئی تجارت کی غرض سے، کوئی زراعت کی غرض سے نکلتا ہے، لیکن اس مقصد میں کامیابی ہوگی یا نہیں ہوگی، اس کا کسی کو پتہ نہیں، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین فرمائی کہ جب تم کسی کام کے لئے نکلے ہو تو اللہ کا سہارا لے لو اور یہ کہہ دو کہ جو میں دوسرے سہارے اپنے کام کے لئے اختیار کروں گا، وہ تو ظاہری اسباب ہیں، لیکن حقیقی سہارا تو اے اللہ! آپ ہی کا ہے۔

اللہ کے سہارے پر بھروسہ کرلو

مثلاً کسی جگہ جانے کے لئے وہ ظاہری سہارا یہ اختیار کرے گا کہ کسی سواری میں سوار ہو جائے گا تاکہ وہ سواری اس کو منزل تک پہنچا دے، لیکن کیا معلوم کہ سواری ملے یا نہ ملے، اگر وہ سواری مل جائے تو معلوم نہیں کہ کتنی دور

وہ سواری ساتھ چلے اور وہ صحیح منزل پر پہنچا سکے یا نہ پہنچا سکے، راستہ میں کوئی ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے یا اور کوئی رکاوٹ کھڑی نہ ہو جائے۔ یہ سارے احتمالات موجود ہیں۔ اس لئے گھر سے نکلتے وقت انسان یہ کہدے کہ میں ظاہری سہارے اختیار تو کروں گا، لیکن کسی سہارے پر بھروسہ نہیں، بھروسہ تو صرف آپ کے سہارے پر ہے۔

اب یہ سفر عبادت بن گیا

اب جو بندہ گھر سے نکلتے وقت اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے اور یہ کہدے کہ اے اللہ! میں آپ ہی کا سہارا پکڑ رہا ہوں اور آپ ہی پر بھروسہ کر رہا ہوں، ان ظاہری اسباب پر، اس سواری پر اور ان آلات پر بھروسہ نہیں، میرا بھروسہ تو اے اللہ! آپ پر ہے، تو جو بندہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر رہا ہے، کیا اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں فرمائیں گے؟ اور جب ان کا سہارا پکڑ لیا تو اب یہ سارا سفر عبادت بن گیا۔

ساری طاقتیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں

آگے فرمایا:

"وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"

یعنی کسی کے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے مگر وہ اللہ کی دی ہوئی ہے۔ یعنی میں جو چل رہا ہوں، یہ چلنے کی طاقت بھی اللہ کی دی ہوئی ہے، اگر میں کسی

سواری پر سوار ہوں گا اور وہ سواری چلے گی تو وہ سواری بھی اللہ کی دی ہوئی قوت سے چلے گی، اور اگر اس کے ذریعہ کسی منزل پر پہنچوں گا تو یہ پہنچنا بھی اللہ تعالیٰ کی عطاء ہوگی، کیونکہ اللہ کے سوا کسی کے اندر کوئی طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون قرار دیا تا کہ تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہو جائے اور تمہارا گھر سے نکلنا بھی عبادت بن جائے۔

اس کے بعد اگر کسی سواری پر سوار ہوں تو اس موقع کی دعا پیچھے بیان میں عرض کر دی تھی، وہ دعائیں سوار ہوتے وقت پڑھ لیں۔

بازار ناپسندیدہ جگہیں ہیں

اس کے بعد آپ کسی ضرورت کی چیز خریدنے کے لئے یا اپنی دکان کھولنے کے لئے بازار کی طرف چلے، تو بازار کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انَّ احبَّ البلاد الی اللّٰہ المساجد و أبغض
البلاد الی اللّٰہ الأ سواق۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ)

یعنی اس روئے زمین پر جتنی جگہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ مسجدیں ہیں جہاں اس کے بندے اس کے سامنے آ کر سر بسجود ہوتے ہیں اور اپنی بندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور سب سے ناپسندیدہ اور

مبغوض جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بازار ہیں، اس لئے کہ بازار میں گناہ، معصیت اور فسق و فجور کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

بازار کے اندر ہونے والی برائیاں

بازاروں میں تاجر لوگ گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، مثلاً تاجر لوگ گاہکوں کو متوجہ کرنے کے لئے فحش تصاویر لگاتے ہیں، جس کے نتیجے میں لوگوں کے سفلی جذبات برانگیختہ کرکے ان کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں، عورت کو ایک بکاؤ مال قرار دے کر اس کے ایک ایک عضو کو برسر بازار رسوا کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ آ کر ہماری دکان سے مال خریدیں۔ اس کے علاوہ جھوٹ اور دھوکے کا بازار گرم ہے، حقیقت میں جو صفت موجود نہیں ہے، اس کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا دھوکہ، فریب، جھوٹ، فحاشی اور عریانی اور ان کے علاوہ بے شمار برائیاں بازاروں میں پائی جاتی ہیں، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں۔

ایسے تاجر فجار بنا کر قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے

اگر صحیح معنی میں وہ مسلمانوں کا بازار ہو اور سارے تاجر اور خریدار اسلام کے احکام کی پابندی کریں تو پھر وہ بازار بھی عبادت گاہ بن جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ''رہبانیت'' کی تعلیم نہیں دی کہ دنیا کو چھوڑ کر جنگل

میں بیٹھ جاؤ، بلکہ ہمیں اس دنیا کے اندر رہتے ہوئے اسلامی احکام کی پابندی کی تلقین فرمائی۔ تاجروں کے بارے میں ایک طرف تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً اِلاَّ مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ و صَدَقَ۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار)

یعنی تاجر لوگ آخرت میں فاجر بنا کر اٹھائے جائیں گے، ''فاجر'' کے معنی ہیں ''گناہ گار'' سوائے ان کے جو متقی ہوں اور نیک کام کریں اور سچائی سے کام لیں۔

امانت دار تاجروں کا حشر انبیاء کے ساتھ ہوگا

دوسری طرف ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

التَاجُر الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءُ۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار)

یعنی اگر کوئی تاجر سچا اور امانت دار ہے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کا حشر انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ فرمائیں گے۔ چونکہ بازار میں انسان اس لئے بیٹھتا ہے کہ لوگوں سے پیسے کھینچے، اس لئے اس

موقع پر اکثر ناجائز امور کا ارتکاب ہو جاتا ہے، جھوٹ بول کر اور جھوٹی قسم کھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ بازار بدترین جگہیں ہیں۔

بلاضرورت بازار مت جاؤ

چونکہ یہ بازار بدترین جگہیں ہیں، اس لئے بلاضرورت وہاں مت جاؤ، ضرورت ہو تو بیشک جاؤ لیکن ویسے ہی گھومنے کے لئے بازار جانا ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ وہاں فسق و فجور کے ہرکارے پھر رہے ہیں، گناہوں کے داعیے انسان کے سامنے آتے رہتے ہیں، کچھ پتہ نہیں کہ وہاں پر کس گناہ کے جال میں پھنس جاؤ، اس لئے بلاضرورت مت جاؤ۔

بازار جاتے وقت یہ دعا پڑھ لیں

ہاں! جب ضرورت کی وجہ سے بازار گئے تو اس موقع کے لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے جاتے تو یہ ذکر فرماتے:

لا اِله اِلا اللّٰه وحده لا شريك لهٗ لهٗ الملك وله

الحمد يحيى و يميت و هو على كل شئى قدير

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے اور تمام تعریفیں اسی کی ہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی

موت دیتا ہے اور وہ چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

بازار پہنچ کر اللہ تعالیٰ کو مت بھولو

یہ کلمات بازار پہنچتے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔ کیوں ادا فرمائے؟ اس لئے ادا فرمائے تاکہ بندے کو یہ احساس ہو جائے کہ میں ایک ایسے خالق اور مالک کا بندہ ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اسی کے حکم اور اسی کی مشیت سے ہو رہا ہے۔ اور بازار میں پہنچنے کے بعد عام طور پر انسان کو اس احساس سے غفلت ہو جاتی ہے، اس لئے کہ بازار میں دنیا کی چمک دمک انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے جس سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اس چمک دمک کو دیکھ کر کہیں یہ انسان اپنے خالق و مالک کو نہ بھلا بیٹھے، اس لئے اس دعا کے ذریعہ بتا دیا کہ دنیا کی یہ چمک دمک اپنی جگہ لیکن تم اللہ تعالیٰ کے بندے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کی اس چمک دمک سے مرعوب ہو کر اور اس سے دھوکہ کھا کر اپنے مالک کے حکم کے خلاف کوئی کام کر بیٹھو، لہٰذا دنیا کو برتو لیکن دنیا کے پیدا کرنے والے کو مت بھولو۔

دنیا کی حقیقت یہ ہے

یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے عجیب چیز بنائی ہے، اس دنیا کے بغیر گزارہ بھی نہیں، اگر آدمی کے پاس پیسے نہ ہوں، کھانے کو کوئی چیز میسر نہ ہو، پہننے کو کپڑا نہ ہو، رہنے کو مکان نہ ہو تو وہ کیسے زندہ رہے گا؟ لیکن اگر یہی دنیا انسان کے

دل و دماغ پر چھا جائے اور اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے تو اس سے زیادہ مہلک کوئی چیز نہیں اور اس سے زیادہ تباہ کن کوئی چیز نہیں۔ اس لئے ایک مؤمن کو اس دنیا میں بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہوئے رہنا پڑتا ہے، اس کو اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ میں اس دنیا کو برتوں ضرور لیکن یہ دنیا میرے دل کے اندر داخل نہ ہو جائے، اس کی محبّت میرے اوپر غالب نہ آ جائے، یہ دنیا مجھے اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے کا ذریعہ نہ بنے، ایک مؤمن کو یہ احتیاط کرنی پڑتی ہے۔

صحابہ کرام اور دنیا

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تربیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شان سے فرمائی تھی کہ دنیا ان کے قدموں میں ڈھیر ہوئی، قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے اوپر نچھاور کئے گئے اور روم اور ایران کی عالیشان تہذیبیں انہوں نے فتح کیں اور ان تہذیبوں کے بازاروں میں بھی پہنچے اور ان تہذیبوں کی چمک دمک کو بھی دیکھا، لیکن وہ چمک دمک اور ان بازاروں کی رونق ان کو دھوکہ نہ دے سکی۔

ایک سبق آموز واقعہ

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ کتابوں میں آتا ہے کہ انہوں نے روم کے ایک شہر کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور رومی لوگ قلعہ میں

بند ہو کر لڑ رہے تھے، جب محاصرہ لمبا ہو گیا تو شہر والوں نے ایک چال چلی اور یہ فیصلہ کیا کہ ان مسلمانوں کے لئے شہر کا دروازہ کھول دیا جائے اور ان کو اندر داخل ہونے دیا جائے، اور چال یہ چلی کہ وہ دروازہ کھولا جو شہر کے بارونق بازار سے گزرتا تھا جس کے دونوں طرف عالیشان دکانیں تھیں اور ہر دکان پر زیب و زینت کے ساتھ ایک عورت کو بٹھا دیا۔ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ عرب کے صحراء نشین لوگ ہیں اور مدّتوں سے اپنے گھروں سے دور ہیں، فاقہ مست لوگ ہیں، جب یہ اچانک بازار میں داخل ہوں گے اور وہاں کی زرق برق دکانیں دیکھیں گے اور ان دکانوں میں حسین و جمیل عورتوں کو بیٹھا ہوا دیکھیں گے تو اس کے نتیجے میں یہ ان دکانوں کی طرف اور ان عورتوں کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور ہم پیچھے سے ان پر حملہ کر کے ان پر فتح پالیں گے، دوسری طرف عورتوں کو بھی یہ تاکید کر دی گئی تھی کہ اگر کوئی تم سے تعرض کرے تو انکار مت کرنا۔

چنانچہ شہر کے امیر نے اچانک حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پیغام بھیجا کہ ہم اپنے شہر کا دروازہ کھول رہے ہیں، آپ اپنے لشکر کو لے کر اندر آ جائیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ پیغام سنا تو اپنے لشکر سے کہا کہ تمہارے لئے دروازہ کھول دیا گیا ہے، تم اس کے اندر داخل ہو جاؤ، لیکن میں تمہارے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھتا ہوں، اس آیت کو اپنے ذہن میں رکھنا اور اس آیت پر عمل کرتے ہوئے داخل ہونا، وہ آیت یہ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ (سورۃ النور، آیت ۳۰)

یعنی آپ مؤمنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر شہر میں داخل ہوا اور پورے بازار سے گزر گیا لیکن کسی ایک شخص نے دائیں بائیں نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ وہاں کیا ہے، یہاں تک کہ محل پر قبضہ کرلیا۔

جب اہل شہر نے یہ منظر دیکھا کہ یہ ایسی قوم ہے جو فاتح بن کر شہر میں داخل ہوئی ہے اور راستے کے دونوں طرف جو زرق برق دکانیں تھیں اور جو حسین وجمیل عورتیں تھیں ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور سیدھے محل پر پہنچ گئے ہیں تو ان کو دیکھ کر یہ یقین ہوگیا کہ ضرور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں، اور صرف یہ منظر دیکھ کر شہر کے اکثر لوگ مسلمان ہوگئے اور کلمہ "لا اله الا الله محمد رسول الله" پڑھ لیا۔

دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو

اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی تربیت اس طرح فرمائی تھی کہ ؎

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی

چاہے کتنے بڑے سے بڑے جہاں دار آ جائیں یا دنیا کی رونقیں آ جائیں،

لیکن ان کا دل ہر وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ لگا ہوا تھا اور آخرت کے ساتھ لگا ہوا تھا، اس لئے دنیا ان کو دھوکہ نہیں دے سکتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان سے یہ چاہتے ہیں کہ تم بیشک دنیا میں رہو، بازار میں جاؤ، دنیا کو برتو، لیکن اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو۔ اکبر الہ آبادی نے خوب کہا ہے کہ:

تم شوق سے کالج میں پلو، پارک میں پھولو
چاہے غبارے میں اڑو، چرخ پر جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

کہیں بھی چلے جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ کو اور اپنی حقیقت کو فراموش نہ کرو، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار جاتے ہوئے ہر مسلمان کو یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی، جو بندہ بازار جاتے ہوئے یہ کلمات پڑھ لے گا تو انشاء اللہ بازار کی رنگینیاں اور بازار کی رونقیں اس کو اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کر پائیں گی۔

خرید و فروخت کے وقت کی دعا

پھر جب بازار میں پہنچ گئے اور وہاں کچھ خریداری کرنی ہے یا سامان فروخت کرنا ہے تو اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ صَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ وَیَمِیْنٍ فَاجِرَةٍ۔

اے اللہ! میں کسی گھاٹے کے سودے سے آپ کی پناہ
مانگتا ہوں اور جھوٹی قسم سے پناہ مانگتا ہوں۔

جب انسان سودا کرتا ہے تو بعض اوقات فائدہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات نقصان ہو جاتا ہے اور بعض اوقات جھوٹی قسم کھانی پڑ جاتی ہے۔ اس لئے دعا کرلی کہ اے اللہ! میں آپ سے گھاٹے کے سودے سے پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹی قسم سے پناہ مانگتا ہوں، تاکہ گھاٹے کا سودا بھی نہ ہو اور کہیں جھوٹی قسم کھانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے۔

ایسا بندہ ناکام نہیں ہوگا

اب جو بندہ گھر سے نکلتے وقت اللہ کا نام لے رہا ہے اور اللہ کا سہارا لے کر اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نکل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قوت کا اعتراف کر کے نکل رہا ہے اور پھر جب بازار میں آرہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر رہا ہے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے تو ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کبھی خائب اور ناکام و نامراد نہیں فرمائیں گے۔ بہرحال! یہ وہ دعائیں تھیں جو بازار سے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور ان کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

گھر میں داخل ہونے کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۸۶)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

تمہید

گزشتہ چند جمعوں سے مسنون دعاؤں کی تشریح کا سلسلہ چل رہا ہے، آخر میں صبح کے وقت جو دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے، ان کی تھوڑی سی تشریح عرض کی تھی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اس موقع کے لئے جو دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ۔

داخلے کی بھلائی مانگتا ہوں

یہ مختصر سی دعا ہے لیکن اس دعا میں معنی کی ایک کائنات پوشیدہ ہے، اس دعا میں کیا کیا چیزیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ لیں۔ اس دعا کے

پہلے جملے کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ! میں آپ سے اپنے داخلے کی بھلائی مانگتا ہوں، یعنی داخلے کے بعد مجھے اچھے حالات سے سابقہ پیش آئے، کیونکہ میں کچھ دیر تک گھر سے باہر رہا، مجھے نہیں معلوم کہ میرے پیچھے گھر میں کیا واقعات پیش آئے، اے اللہ! اب جب کہ میں گھر میں داخل ہو رہا ہوں تو وہاں پر میں اطمینان کا، مسرت کا اور بھلائی کا منظر دیکھوں اور عافیت کا منظر دیکھوں۔

میرا داخلہ اچھا ہو جائے

کتنی مرتبہ انسان کے ساتھ یہ واقعات پیش آتے ہیں کہ اچھی حالت میں گھر سے نکلا اور کچھ دیر گھر سے باہر رہا، لیکن جب دوبارہ گھر میں داخل ہوا تو منظر بڑا تشویش ناک نظر آیا، مثلاً کسی کو بیمار دیکھا یا کسی کو کسی حادثے کا شکار دیکھا یا کسی کو کوئی پریشانی پیش آ گئی، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی کہ اے اللہ! میں آپ سے گھر میں داخل ہونے کی بھلائی چاہتا ہوں تاکہ داخل ہونے کے بعد مجھے عافیت کا منظر نظر آئے، گھر والے عافیت سے ہوں، کوئی پریشانی کی بات نظر نہ آئے، کوئی معصیت اور گناہ کی بات پیش نہ آئے، اے اللہ! میرا داخلہ اچھا ہو۔

نکلنے کی بھلائی مانگتا ہوں

دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا:

وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ

یعنی اے اللہ! میں آپ سے گھر سے نکلنے کی بھی بھلائی مانگتا ہوں کہ میرا گھر سے نکلنا بھی بہتر ہو۔ مطلب یہ ہے کہ گھر میں داخل ہونے کے بعد میں کافی دیر تک گھر میں رہوں گا، لیکن ہمیشہ تو گھر میں رہنا نہیں ہوگا بلکہ کسی موقع پر دوبارہ گھر سے نکلنا ہوگا، لہٰذا جب دوبارہ نکلوں تو اس نکلنے کے وقت بھی میرے لئے خیر مقدر فرما دیجئے اور اس وقت بھی بھلائی ہی بھلائی ہو اور عافیت ہی عافیت ہو۔ اس جملہ کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کناروں کا احاطہ فرما دیا کہ میرا داخلہ بھی بہتر ہو اور جب نکلوں تو میرا نکلنا بھی بہتر ہو۔ گویا کہ جب تک میں گھر میں رہوں، عافیت سے اور اطمینان سے رہوں، کوئی تکلیف پیش نہ آئے اور کوئی پریشانی سامنے نہ آئے۔

''بھلائی'' بہت جامع لفظ ہے

اس دعا میں آپ نے ''خیر'' کا لفظ استعمال فرمایا، جس کے معنی ہیں ''بھلائی''، یعنی داخلے کے وقت بھی بھلائی ہو اور نکلنے کے وقت بھی بھلائی ہو۔ یہ ''بھلائی'' ایسا جامع لفظ ہے کہ اس میں دین و دنیا کی ساری حاجتیں جمع ہیں، دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ آدمی کو عافیت میسّر ہو، صحت میسّر ہو، کوئی بیماری نہ ہو، کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہو، گھر کے سب افراد خیر و عافیت سے ہوں، کوئی معاشی تنگ دستی نہ ہو۔ اور آخرت کی بھلائی بھی اس دعا میں شامل ہے کہ اے اللہ! جب تک میں گھر میں رہوں، مجھے آخرت کے اعتبار سے بھی بھلائی

نصیب ہو، یعنی گناہ اور معصیت کا ارتکاب نہ کروں، آپ کو ناراض کرنے والا کوئی عمل مجھ سے سرزد نہ ہو اور اپنے بیوی بچوں کو گناہوں سے محفوظ پاؤں۔

جب انسان یہ دعا مانگتے ہوئے گھر میں داخل ہو رہا ہے کہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھر کی پوری زندگی اس دعا کے اندر داخل ہوگئی اور دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں اس دعا کے اندر آ گئیں۔

اگر بھلائی مل جائے تو بیڑہ پار ہے

اگر ہر مسلمان روزانہ گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا مانگے اور ذرا دھیان سے مانگے اور مانگنے کے انداز میں مانگے، توجہ کر کے مانگے، چاہے اردو ہی میں مانگے کہ اے اللہ! میں داخلے کی بھی بھلائی چاہتا ہوں اور نکلنے کی بھی بھلائی چاہتا ہوں۔ اگر یہ ایک دعا اپنے تمام لوازم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو سارے دِلَدِّر دور ہو جائیں اور گھر کی ساری زندگی جنّت کی زندگی بن جائے اور گھر کی زندگی دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے داخل ہوتے ہیں

آگے یہ جملہ ارشاد فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا۔

ہم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر داخل ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں نے دعا تو مانگ لی کہ میرے حالات درست ہوں لیکن حالات کو میں خود سے درست کرنے پر قادر نہیں ہوں، میرے بس میں یہ بات نہیں ہے کہ گھر میں جاکر جو منظر دیکھوں، وہ میرے اطمینان اور مسرّت کا ہو، جب تک آپ کی مشیت اور فیصلہ شامل حال نہیں ہوگا اس وقت تک یہ بات نہیں ہوسکتی۔ اس لئے میں آپ کا نام لے کر داخل ہوتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے نکلتے ہیں

آگے فرمایا:

وَ بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا۔

اور اللہ ہی کا نام لے کر ہم نکلتے ہیں۔ جب داخل ہوں تو اللہ کا نام لے کر داخل ہوں اور جس وقت گھر سے باہر نکلیں تو اس وقت بھی اللہ کا نام لے کر نکلیں، اس دعا کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارا داخلہ اور خارجہ دونوں درست فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں

آخر میں یہ جملہ ارشاد فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا۔

اور اللہ ہی پر جو ہمارا پروردگار ہے، ہم بھروسہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہم نے دعا تو کرلی اور آپ سے مانگ لیا کہ خیر ہی خیر ہو، کوئی شر

پیش نہ آئے، لیکن اگر بالفرض اس دعا کے مانگنے کے بعد کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جو بظاہر دیکھنے میں خیر نہیں لگ رہا ہے تو اے اللہ! ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں کہ آپ نے جو فیصلہ فرمایا وہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔

جب تک اللہ تعالیٰ سے مانگا نہیں تھا، اس وقت تک تو کچھ بھی ہوسکتا تھا، بڑے سے بڑا شر پیدا ہوجاتا، لیکن اے اللہ! جب ہم نے معاملہ آپ کے حوالے کر دیا اور آپ سے خیر مانگ لی اور اس یقین کے ساتھ مانگ لی کہ آپ ضرور عطا فرمائیں گے، پھر اگر اتفاقاً کوئی ایسا واقعہ پیش آگیا جو بظاہر دیکھنے میں خیر نہیں معلوم ہو رہا ہے بلکہ بُرا لگ رہا ہے تو بھی ہمیں آپ پر یقین اور بھروسہ ہے کہ جو واقعہ بظاہر شر نظر آ رہا ہے اور دیکھنے میں یہ ناگوار معلوم ہو رہا ہے لیکن آپ کے فیصلے کے مطابق ہمارے حق میں وہی بہتر ہے۔

ہمیشہ عافیت مانگو

درحقیقت ایک مؤمن کا یہی کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ خیر ہی مانگے اور عافیت ہی مانگے، کبھی مصیبت نہ مانگے، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ناگوار واقعہ پیش آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو کہ یہ ناگوار واقعہ بھی ہمارے لئے مآل کار بہتر اور خیر ہوگا، کیونکہ ہم نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے۔

جیسے بیٹا اپنے کو باپ کے حوالے کر دے

اس کی بغیر مثال کے نظیر یہ ہو سکتی ہے کہ جیسے ایک بیٹا اپنا معاملہ باپ کے حوالے کر دیتا ہے کہ آپ میری تربیت کیجئے اور میرے دنیا و آخرت کے مفادات کی نگرانی کیجئے۔ اب باپ اس کے مفادات کی نگرانی کرتا ہے، اس نگرانی کے نتیجے میں بعض اوقات باپ کوئی ایسی بات بھی کر گزرتا ہے جو بیٹے کو بظاہر ناگوار معلوم ہوتی ہے، بیٹے کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ یہ بات ہوتی، لیکن باپ جانتا ہے کہ مجھے اس بیٹے کی تربیت کرنی ہے اور اس تربیت کے نقطہ نظر سے یہ بات ضروری ہے۔

مثلاً بیٹا کسی جگہ تفریح کے لئے جانا چاہتا ہے اور باپ جانتا ہے کہ اس کا وہاں جانا مآل کار فائدہ مند نہیں ہوگا، لہٰذا باپ بیٹے کو تفریح کے لئے جانے کی اجازت نہیں دیتا، اب بیٹے کو صدمہ اور رنج ہو رہا ہے کہ میرا دل تفریح کو چاہ رہا تھا لیکن باپ نے مجھے روک دیا۔ اب بظاہر باپ کا تفریح پر جانے سے روک دینا بیٹے کے لئے ناگوار ہے، لیکن چونکہ معاملہ باپ کے حوالے کر دیا گیا تھا، وہی اس کی بہتری جانتا ہے، اس لئے اگر وہ بیٹا سعادت مند ہے تو اسے یہ یقین ہونا چاہئے کہ اگرچہ تفریح کی اجازت نہ دینا مجھے ناگوار ہوا لیکن فیصلہ میرے باپ ہی کا بہتر ہے، مآل کار اور انجام کار میرا فائدہ اسی میں ہے۔

دعا کر کے اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین فرمائی کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتے ہو تو اس دعا کرنے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تم نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ مثلاً آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! مجھے فلاں بیماری ہو رہی ہے، میری اس بیماری کو دور فرما۔ لیکن دعا مانگنے کے باوجود وہ بیماری نہیں جا رہی ہے، ایسا بکثرت ہوتا رہتا ہے کہ وہ بیماری لمبی ہوگئی اور بہت عرصہ کے بعد وہ بیماری دور ہوئی۔ اب بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو دعا مانگی تھی وہ قبول نہ ہوئی، لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تلقین فرما رہے ہیں کہ دعا مانگنے کے معنی یہ ہیں کہ تم نے اپنا معاملہ اپنے اللہ کے حوالے کر دیا اور یہ کہدیا کہ میری خواہش یہ ہے کہ میری یہ بیماری دور ہو جائے، اب اگر اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کو مزید چند دن جاری رکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بیماری کا جاری رہنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے، کیونکہ تم نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تھا، اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کیا ہوتا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کیا ہوتا تو پھر یہ بیماری تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تو اب یہ بیماری تمہارے حق میں بہتر ہے۔

بیماری کے ذریعہ تمہاری صفائی مقصود ہے

وہ بیماری تمہارے حق میں کیسے بہتر ہے؟ وہ اس طرح بہتر ہے کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے تو بیماری کے دوران اس کو جتنی تکلیفیں پہنچتی ہیں، وہ سب اس کے حق میں کفارہ سیئات ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ تم اس حالت میں ان کے پاس جاؤ کہ تمہارے نامہ اعمال میں گناہ موجود ہوں، اس لئے اسی دنیا میں معاملہ صاف کر کے تمہیں اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں، لہٰذا یہ بیماری تمہارے حق میں خیر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی مانگنی چاہئے، بیماری نہیں مانگنی چاہئے۔

یہی معاملہ یہاں پر ہے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا کر لی کہ اے اللہ! میں گھر میں داخل ہو رہا ہوں، گھر میں اچھا منظر دیکھوں، اور دنیا و آخرت کی بھلائی مانگتا ہوں، نکلنے کے وقت بھی اور داخل ہونے کے وقت بھی اور گھر میں رہنے کے دوران بھی بھلائی مانگتا ہوں، لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ پر جو ہمارا پروردگار ہے، اس پر بھروسہ ہے۔

اپنے پروردگار پر بھروسہ ہے

دیکھئے! یہاں پر صرف یہ نہیں کہا کہ:

وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔

بلکہ ''رَبَّنَا'' لفظ بڑھا کر یہ فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا۔

یعنی ہمیں اس اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے جو ہمارا پروردگار ہے اور ہمارا پالنے والا ہے۔ جب وہ ہمارا پروردگار ہے تو وہ جو فیصلہ ہمارے حق میں کرے گا، وہی فیصلہ ہمارے حق میں بہتر ہوگا، وہی جانتا ہے کہ نظام ربوبیت کے تحت کونسی چیز میرے حق میں بہتر اور فائدہ مند ہے، لہٰذا ہم اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، ہم اپنی عقل نہیں چلاتے کہ ہمارے حق میں کیا بہتر ہے بلکہ اپنا معاملہ اس کے حوالے کرتے ہیں اور اسی کے بھروسہ پر ہم گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔

عافیت کی زندگی حاصل ہوگی

آپ اندازہ لگائیں کہ جو بندہ گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے خیر مانگ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! میں آپ ہی کے نام سے داخل ہو رہا ہوں اور جب نکلوں گا تو آپ ہی کے نام سے نکلوں گا، اور جو بندہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! میں نے سارا بھروسہ آپ کی ذات پر کر دیا، اے اللہ! میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ آپ میرے پروردگار ہیں، آپ جو فیصلہ کریں گے وہ میرے حق میں بہتر ہوگا۔ تو جو بندہ یہ سب دعائیں کرکے گھر میں داخل ہو رہا ہے، کیا اللہ تعالیٰ اس کو نامراد فرما دیں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ اس کو محروم فرما دیں گے؟ نہیں ما بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی زندگی کو عافیت کی زندگی بنائیں گے، دنیا کے اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی۔

خلاصہ

بہرحال! یہ وہ دعا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں داخلے کے وقت تلقین فرمائی، اس کو یاد کرلیں، جب تک الفاظ یاد نہ ہوں تو اس وقت تک اردو ہی میں دعا کرلیا کریں کہ یا اللہ! گھر میں داخلے کی بھلائی بھی چاہتا ہوں اور گھر سے نکلنے کی بھی بھلائی بھی چاہتا ہوں، آپ کے نام سے داخل ہوتا ہوں اور آپ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اس بات کی عادت ڈال لو کہ جب بھی گھر میں داخل ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرلو، انشاء اللہ تعالیٰ اس دعا کے انوار و برکات کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کھانے سے پہلے اور بعد کی دعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

کھانا سامنے آنے پر دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۸٦)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

کھانا سامنے آنے پر دعا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی کھانے کی چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتی تو آپ اس وقت یہ کلمات فرمایا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِنِّیْ وَلاَ قُوَّةٍ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے مجھے میری قدرت اور طاقت کے بغیر یہ رزق عطا فرمایا۔ اس دعا کے اندر اس بات کا اعتراف ہے کہ میرے اندر نہ قدرت تھی اور نہ طاقت تھی کہ میں یہ رزق اپنے لئے مہیا کرسکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میری طاقت اور قدرت کے بغیر یہ رزق مجھے عطا فرمایا۔ لہٰذا سنّت یہ ہے کہ جب کسی کے سامنے کوئی کھانے کی چیز آئے تو وہ یہ کلمات کہے۔

مسلمان کو کافر سے ممتاز کرنے والا جملہ

اگر حقیقت پر غور کریں تو یہ جملہ ایک مسلمان کو کافر سے اور ایک اللہ

کے بندے کو غافل سے ممتاز کرتا ہے، اس لئے کہ وہ مسلمان کھانا سامنے آنے کے بعد اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ یہ کھانا میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے بلکہ یہ کھانا اللہ جل شانہ کی عطا ہے جو میری کسی قدرت اور طاقت کے بغیر مجھے عطا ہوا ہے۔ جبکہ ایک غیر مسلم اور ایک کافر یہ سوچتا ہے کہ یہ کھانا میرے خون پسینہ کی محنت سے حاصل ہوا ہے، میں نے مزدوری کی، میں نے محنت کی، میں نے ملازمت کی، میں نے تجارت کی، میں نے زراعت کی، اس کے نتیجے میں مجھے پیسے ملے اور ان پیسوں کے ذریعہ میں بازار سے کھانا خرید کر لایا، اس میں اللہ تعالیٰ کا کہاں دخل آ گیا؟ نعوذ باللہ۔

قارون کا دعویٰ

قرآن کریم میں قارون کا ذکر آتا ہے کہ وہ بہت بڑا سرمایہ دار اور بہت بڑا دولت مند تھا، اس کے خزانے اتنے زیادہ تھے کہ ان خزانوں کی صرف چابیاں اٹھانے کے لئے لوگوں کی ایک طاقت ور بڑی جماعت درکار ہوتی تھی، صرف ایک آدمی ان چابیوں کو نہیں اٹھا سکتا تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا مال عطا فرمایا تھا۔ لیکن جب مال کی وجہ سے اس کے دماغ میں تکبر آ گیا اور وہ یہ سمجھنے لگا کہ میں دنیا کا سب سے زیادہ دولت مند شخص ہوں اور میں بڑا آدمی ہوں، چنانچہ جب اس سے کہا گیا کہ یہ دولت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اس لئے تم غریبوں کا بھی کچھ خیال کرو اور ان کو اس مال میں سے کچھ دو تو جواب میں اس نے کہا کہ:

اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ۔ (القصص:۷۸)

یعنی جو کچھ میرے پاس مال اور سرمایہ ہے، یہ میرے علم کا کرشمہ ہے، میں نے یہ علم حاصل کیا کہ روپیہ کیسے کمایا جائے اور اس علم کے بعد میں نے محنت کی، اس محنت کے نتیجے میں یہ خزانہ جمع ہوگیا، لہٰذا یہ تو میرے علم کا کرشمہ ہے، کسی کی عطا نہیں ہے۔ یہ قارون کی ذہنیت تھی، ایک کافر سرمایہ دار کی اور ایک کافر دولت مند کی یہ ذہنیت تھی۔

قارون کا انجام

تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ جب وہ اپنے تمام خزانوں اور لاؤلشکر کے ساتھ نکلا تو ظاہر میں لوگوں نے تو اس کی دولت دیکھ کر کہا:

یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔

کاش ہمیں بھی ایسی ہی دولت ملی ہوتی جیسی قارون کو ملی ہے، یہ تو بڑا خوش نصیب آدمی ہے۔ لیکن کچھ دیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب نازل کیا، اس عذاب کے نتیجے میں زلزلہ آیا اور اس کا سارا خزانہ زمین میں دھنس گیا اور وہ خود بھی زمین میں دھنس کر ہلاک ہوگیا۔

صرف اسباب جمع کرنا انسان کا کام ہے

بہرحال! ایک کافر اور ایک غیر مسلم کی ذہنیت اور سوچ یہ ہے کہ جو کچھ مجھے مل رہا ہے، یہ میری قوت بازو کا کرشمہ ہے، میری محنت کا صلہ ہے، میرے

علم و ہنر کا ثمرہ ہے۔ لیکن ایک مسلمان کا کہنا یہ ہے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے اے اللہ! آپ کی عطا ہے اور میری کسی قدرت اور طاقت کے بغیر حاصل ہوا ہے۔ اس لئے کہ اگر انسان ذرا سا غور کرے تو اس کو یہ نظر آئے گا کہ انسان کا کام بس اتنا ہے کہ وہ اسباب کو جمع کرنے کی کوشش کرلے، انسان کا کام زیادہ سے زیادہ اتنا ہے کہ وہ دکان کھول کر بیٹھ جائے، لیکن اگر وہ دکان کھول کر بیٹھ جائے اور کوئی گاہک نہ آئے تو وہ کیا کرلے گا۔ اور اس دکان کو بھی اپنے اسی ہاتھ سے اور جسم کی اسی طاقت کے ذریعہ کھول رہا ہے جو اسی کی عطا کی ہوئی ہے، وہ جب چاہے اس طاقت کو سلب کرلے۔ دکان میں اسی لئے بیٹھا تھا کہ صحت مند تھا، ہاتھ پاؤں ٹھیک کام کررہے تھے، اگر بیمار ہوگیا ہوتا یا ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے، اور چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا ہوتا تو ایسی حالت میں اس کی مجال تھی کہ وہ دکان کھول کر بیٹھ جاتا؟

گاھک کون بھیج رہا ہے؟

بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ دکان کھول کر بیٹھنا اس کا اپنا عمل ہے، لیکن اس میں ذرا غور کرو کہ اس دکان پر گاھک کون بھیج رہا ہے؟ کون گاھک کے دل میں یہ ڈال رہا ہے کہ اس دکان سے جاکر سودا خریدو؟ اور پھر اس گاھک کے ذریعہ جو پیسے حاصل ہورہے ہیں وہ پیسے تو بذات خود ایسی چیز نہیں ہیں کہ انسان اس کو کھا کر اپنی بھوک مٹالے یا اس کو پی کر اپنی پیاس بجھالے بلکہ پیسے کے ذریعہ سے اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کی جاتی ہیں اور ضرورت

کی چیزیں عام طور پر بازار میں ملتی ہیں تو ذرا غور کرو کہ وہ کون ذات ہے جس نے یہ بازار قائم کیا ہے اور کون وہ ذات ہے کہ جو کسی کے دل میں یہ خیال ڈال رہا ہے کہ فلاں جگہ جاکر روٹی کی دکان کھول لو اور کسی کے دل میں یہ خیال ڈال رہا ہے کہ تم گوشت کی دکان کھول لو، تم چینی کی دکان کھول لو، تم گندم کی دکان کھول لو، تم کپڑے کی دکان کھول لو، تم جاکر جوتے کی دکان کھول لو۔ کس نے یہ دنیا کا نظام بنایا ہے؟ کیا کوئی عالمی کانفرنس ہوئی تھی کہ جس میں طے یہ کیا گیا تھا کہ فلاں شخص آٹا بیچے گا، فلاں شخص چینی فروخت کرے گا، فلاں شخص گھی کی تجارت کرے گا اور فلاں شخص تیل کی تجارت کرے گا۔

پیسہ سب کچھ نہیں

بلکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا یہ نظام اس طرح بنایا کہ ایک شخص کے دل میں یہ ڈال دیا کہ تم تیل کی تجارت کرو، دوسرے شخص کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ تم چینی کی تجارت کرو، تیسرے شخص کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ تم پھل کی تجارت کرو۔ اس نظام کا نتیجہ یہ ہے کہ جب آدمی پیسے لے کر بازار جاتا ہے تو اس کو ضرورت کی ہر چیز بازار میں مل جاتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا یہ نظام نہ ہوتا تو آدمی پیسے لئے پھرتا رہتا لیکن اس کو ضرورت کی چیز نہ ملتی۔

ایک سبق آموز واقعہ

میرے ایک دوست واقعہ سنا رہے تھے کہ میں ایک مرتبہ رمضان

المبارک میں عمرہ ادا کرنے جا رہا تھا، میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی سفر کر رہے تھے جو بہت بڑے مالدار تھے، ساتھ میں بیٹھ کر باتیں شروع ہوگئیں، میں نے ان سے کہا کہ رمضان کا موسم ہے، رمضان میں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا پہلے سے اس بات کا اہتمام کرلیجئے گا کہ قیام کے لئے مناسب جگہ مل جائے، کھانے پینے کا مناسب انتظام ہو جائے تاکہ وقت پر حرم میں حاضری ہو جائے۔ وہ صاحب اپنی دولت کے گھمنڈ اور فخر میں مبتلا تھے، اس لئے میری باتوں کے جواب میں کہنے لگے کہ پیسوں سے سب کچھ ہو جاتا ہے، بس پیسہ ہونا چاہئے، اگر پیسہ ہے تو سب کچھ ہے، اس لئے آپ ہماری فکر نہ کریں، ہمارے پاس پیسہ بہت ہے، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

دو دن کے بعد پھر ان مالدار صاحب سے اس حالت میں ملاقات ہوئی کہ وہ حرم کی سیڑھیوں پر اپنا سر پکڑے بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بھائی صاحب! خیریت تو ہے؟ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ آج سحری کھانے کو نہ ملی۔ میں نے ان سے کہا کہ سحری کیوں نہیں ملی، آپ کے پاس پیسے تو بہت تھے؟ وہ کہنے لگے کہ پیسے تو میرے پاس تھے، جب میں پیسے لے کر قیام گاہ سے سحری کے لئے نکلا تو وہاں اتنی لمبی لائن لگی ہوئی تھی کہ جب ہمارا نمبر آیا تو سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا، اس لئے سحری نہ مل سکی۔

پھر وہ صاحب کہنے لگے کہ میں جو آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ پیسے سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے، آج اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھا دیا کہ پیسے سے ہر کام نہیں ہوسکتا، جب تک ہم نہ چاہیں اور جب تک ہماری طرف سے توفیق نہ ہو

اور ہماری طرف سے حالات سازگار نہ کئے جائیں تو اس وقت تک پیسے سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ پیسے سے آپ دنیا کی ہر راحت خرید لیں، یہ پیسہ تو ہم نے راحت کا ایک ذریعہ بنا دیا ہے لیکن یہ پیسہ بذات خود راحت کی چیز نہیں ہے، اس لئے یہ سوچنا کہ ہم پیسے سے سب کچھ خرید لیں گے، یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اگر تم نے پیسہ کما بھی لیا لیکن کمانے کے بعد اس کے ذریعہ سے مناسب رزق کا حاصل ہو جانا بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے ماتحت ہے، انسان کی قدرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس رزق کو مہیّا کر سکے۔

ہر چیز اللہ کی عطا کی ہوئی ہے

بہر حال! ہمارے اور آپ کے سامنے جب کھانا سامنے آتا ہے تو ہم غفلت کے عالم میں فوراً کھانا شروع کر دیتے ہیں، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دور رس نگاہیں کھانا سامنے آنے کے بعد یہ دیکھ رہی ہیں کہ یہ کھانا میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے بلکہ کسی دینے والے کی عطا ہے، میرے جسم میں قوت اور صحت بھی اسی نے دی ہے اور اس قوت کے ذریعہ میں نے روزی کمائی اور روزی کمانے کے اسباب اختیار کئے، دکان کھولی، ملازمت کی، کاشتکاری کی، یہ قوت بھی اسی کی عطا ہے، اور پھر ان اسباب کو اختیار کرنے کے بعد ان اسباب کو مؤثر بنانا بھی اسی ذات کا کام ہے، اسی ذات نے گاہکوں کو آمادہ کیا کہ وہ میری دکان پر آئیں، اسی نے میرے افسر کو اس پر

آمادہ کیا کہ وہ مجھے ملازم رکھ لے، ورنہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی بڑی بڑی ڈگریاں ہاتھ میں لے کر پھرتا ہے مگر ملازمت نہیں ملتی، بے روزگاری کا عالم ہے۔ لہٰذا ملازمت دینا بھی اسی کا کام ہے، پھر ملازمت دینے کے بعد جو کام سپرد کیا گیا ہے، اس کام کو ٹھیک ٹھیک انجام دینے کی طاقت عطا کرنا بھی اسی کا کام ہے۔ اور پھر آخر میں ملازم رکھنے والے کے دل میں یہ خیال ڈالنا کہ اس کو اتنی تنخواہ دو، یہ بھی اسی کا کام ہے۔ اور تنخواہ ملنے کے بعد جب ہاتھ میں پیسے آگئے تو ان پیسوں کے ذریعہ میری راحت اور ضرورت کی چیزیں عطا کرنا بھی اسی کا کام ہے۔ لہٰذا اوّل سے لے کر سارے کام اسی کی طرف سے ہو رہے ہیں، میں تو بس ایک بہانہ ہوں۔ یہی معنی ہیں اس دعا کے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ۔

یعنی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے مجھے میری کسی قدرت اور طاقت کے بغیر یہ رزق عطا فرمایا۔ بہرحال! کھانا سامنے آنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک تو یہ دعا فرماتے تھے۔

کھانا سامنے آنے پر دوسری دعا

کھانا سامنے آنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسری دعا یہ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاَنْعِمْنِیْ خَیْراً مِنْهُ

اے اللہ! اس کھانے میں میرے لئے برکت عطا فرما

اور آئندہ مجھے اس سے بھی اچھا کھانا عطا فرمایئے۔

اس دعا میں آپ نے دو جملے ارشاد فرمائے۔ پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ میرے لئے اس کھانے میں برکت عطا فرمایئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! یہ رزق آپ کی عطا تو ہے لیکن جب تک آپ کی طرف سے اس میں برکت نہیں ڈالی جائے گی، اس وقت تک یہ رزق میرے حق میں فائدہ مند نہیں ہوگا، اس لئے کہ اگر اس رزق میں برکت نہ ہوئی تو اس سے میری بھوک نہیں مٹے گی۔

برکت کے معنی

کیونکہ برکت کے معنیٰ ہیں کہ آدمی کے پاس چیز تھوڑی ہو لیکن اس سے فائدہ زیادہ حاصل ہو جائے۔ اس لئے برکت کی دعا فرما رہے ہیں کہ یہ کھانا جو میرے سامنے آیا ہے، یہ کھانا میرے لئے اور میرے گھر والوں کے لئے کافی ہو جائے اور اس سے سب کی بھوک مٹ جائے، اگر برکت نہ ہو تو کھانا زیادہ ہونے کے باوجود بھوک نہیں مٹتی۔ برکت کے ایک معنی تو یہ ہوئے۔

برکت کے دوسرے معنی

برکت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب یہ کھانا میرے جسم کے اندر پہنچے تو صحت اور قوت کا ذریعہ بنے، بیماری اور تکلیف کا ذریعہ نہ بنے۔ ورنہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کھانا سامنے آیا اور لذیذ معلوم ہوا تو لذت کے شوق میں زیادہ کھا گئے، اس کے نتیجے میں بدہضمی ہوگئی، اب دست آنے شروع ہو گئے،

الٹیاں شروع ہوگئیں اور ایک وقت کے کھانے نے تین دن تک بستر پر ڈالے رکھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کھانا اچھا بھی تھا، لذیذ بھی تھا اور صحت مند بھی تھا لیکن اس کھانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت نہیں تھی، اس لئے کھانا سامنے آنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! میں جانتا ہوں کہ یہ کھانا آپ کی عطا ہے اور یہ بڑی عظیم نعمت ہے، لیکن یہ نعمت اسی وقت فائدہ مند ہوگی جب آپ اس میں برکت ڈالیں گے، اس لئے میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں اور محتاج بن کر مانگتا ہوں کہ اے اللہ! میرے لئے اس کھانے میں برکت ڈال دیجئے۔

برکت تلاش کرو

متعدد احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے کہ کھانے میں برکت تلاش کرو۔ لہٰذا جب کھانا شروع کرو تو یہ کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ۔

اللہ کے نام سے شروع کر رہا ہوں اور اللہ کی برکت کا طلب گار ہوں۔

اسی طرح اگر کھانا کھاتے وقت انگلیوں پر کھانا لگ جائے تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انگلیوں کو خود چاٹ لے یا دوسرے کسی کو چٹا دے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے رزق کی ناقدری نہ ہوگی، کیونکہ اگر ان انگلیوں پر کچھ کھانا لگا رہ گیا اور تم نے جا کر ہاتھ دھو لئے تو

کھانے کے کچھ اجزاء پانی کے ساتھ گٹر میں چلے جائیں گئے اور اس کے نتیجے میں رزق کی بے حرمتی ہو جائے گی۔

انگلیاں چاٹنے میں برکت کا حصول

انگلیاں چاٹنے کا دوسرا فائدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے کھانے کے کونسے حصّے میں برکت ہے، ہوسکتا ہے کہ جو کھانا تم نے کھایا، اس میں برکت نہ ہو اور جو حصّہ تمہاری انگلیوں پر لگا رہ گیا، اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہو، اس لئے فرمایا کہ ان انگلیوں کو چاٹ لو۔

تین انگلیوں سے کھانا

البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کھانا تناول نہیں فرماتے تھے کہ پانچوں انگلیاں کھانے میں ملوّث ہو جائیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور چھوٹے نوالے لیتے تھے اور اس زمانے میں عام طور سے کھانے میں خشک چیزیں ہوتی تھیں۔ بہرحال! جب کھانا سامنے آتا تو ایک تو آپ برکت کی دعا فرماتے۔

اس سے اچھا عطا فرمایئے

دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ:

وَاَنْعِمْنِیْ خَیْرًا مِنْهُ۔

یعنی اے اللہ! مجھے آئندہ اس سے بھی اچھا کھانا عطا فرمائیے۔ کیونکہ ہم آپ کی عطا اور بخشش سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے، جب آپ کی عطا ہو تو اس کو آپ سے محتاج بن کر مانگیں گے اور عبدیت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے محتاج بن کر مانگے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ

صحیح بخاری میں حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ آتا ہے کہ آپ ایک مرتبہ غسل فرما رہے تھے، اس دوران آسمان سے آپ کے اوپر سونے کی تتلیاں گرنی شروع ہوگئیں، اب حضرت ایوب علیہ السلام نے غسل چھوڑ کر سونے کی تتلیاں جمع کرنی شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایوب! ہم نے پہلے ہی سے تمہیں بہت ساری نعمتیں نہیں دے رکھی ہیں، اس کے باوجود اب تم سونے کے پیچھے بھاگ رہے ہو؟ جواب میں حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ! بیشک آپ نے مجھے بیشمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، میں ان کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا، لیکن جب آپ مزید عطا فرما رہے ہیں تو اے اللہ! میں آپ کی بھیجی ہوئی برکت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، جب آپ دے رہے ہیں تو میرا کام یہ ہے کہ میں محتاج بن کر اس کو وصول کروں۔

اَللّٰھُمَّ لا غِنی بی عن برکتك یا ربّ۔

کہیں دماغ خراب نہ ہو جائے

لہٰذا ایسا نہ ہو کہ جب آدمی کے سامنے اچھا کھانا آ جائے تو اس کا دماغ

خراب ہو جائے اور یہ سوچ کہ مجھے تو اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا مل گیا ہے، اب میں دوسرے کھانے سے بے نیاز ہوں۔ اس جملہ نے اس سوچ اور خیال کو ختم کر دیا کہ بے شک آپ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے، یہ آپ کا بہت بڑا انعام ہے جس پر میں شکر ادا نہیں کر سکتا، لیکن میں اب بھی آپ کی عطا کا محتاج ہوں اور میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ مجھے اور اچھا عطا فرمائیے۔

خلاصہ

آپ اندازہ کریں کہ جو انسان کھانا سامنے آنے کے بعد کھانا شروع کرنے سے پہلے ہی یہ اعتراف کر رہا ہے کہ اے اللہ! یہ کھانا آپ کی عطا ہے، اس پر میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں، آپ کی تعریف کرتا ہوں، میری قوت اور میری قدرت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں آپ سے اس کھانے کی برکت مانگتا ہوں اور آئندہ اس سے بہتر رزق عطا فرمائیے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ اس کے کھانے میں برکت نہیں ڈالیں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ کھانے کے ذریعہ اس کے اندر نور پیدا نہیں کریں گے؟ یقیناً ایسے انسان کے کھانے میں پینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور برکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دعا کے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

کھانے سے پہلے اور بعد کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَكُمْ

(سورة مؤمن:٦٠)

آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علی ذٰلك من الشاهدین والشاکرین والحمدللّٰه ربّ العالمین

کھانا شروع کرنے سے پہلے کی دعا

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو دعائیں تلقین فرمائی ہیں، ان کا بیان ایک عرصہ سے چل رہا ہے۔ اس سے پہلے اس دعا کی تشریح بیان کی تھی جو دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانا سامنے آنے کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ کھانا شروع فرماتے تو اس وقت آپ یہ دعا پڑھتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی

بسم اللہ پڑھنے کا فلسفہ

یہ وہی ''بسم اللہ'' ہے جس کا فلسفہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لینا یہ درحقیقت بندے کی طرف سے اس بات کا اعتراف ہے کہ اے اللہ! یہ جو کچھ میں کھانا شروع کرنے والا ہوں، یہ سب آپ کی عطا ہے اور آپ کا انعام واحسان ہے اور اب میں آپ

ہی کے نام سے اس کو کھانا شروع کرتا ہوں۔

''بسم اللہ'' بھول جانے پر درمیان طعام کی دعا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کھانے کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے دوران جس وقت یاد آ جائے اس وقت یہ دعا کر لے کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ

یعنی میں اللہ کے نام کے ساتھ کھا رہا ہوں، اوّل میں بھی اللہ کا نام اور آخر میں بھی اللہ کا نام۔ اس لئے یہ مت سوچو کہ اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گئے تو بات ختم ہوگئی اور موقع ہاتھ سے نکل گیا، نہیں، بلکہ جب یاد آ جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لو۔

مسلمان اور کافر کے کھانے میں امتیاز

ایک مسلمان کے کھانے میں اور ایک کافر کے کھانے میں یہی فرق ہے، ایک اللہ کی بندگی کا احساس رکھنے والے کے کھانے میں اور ایک غافل انسان کے کھانے میں یہی فرق ہے، کھانا مسلمان بھی کھاتا ہے اور کھانا کافر بھی کھاتا ہے، لیکن وہ کافر غفلت کے عالم میں کھاتا ہے، وہ اپنے پروردگار کو بھولے ہوئے ہے، صرف کھانے کی لذت حاصل کرنا اور اپنی بھوک مٹانا اس کے پیش نظر ہے، اس لئے وہ کھانا کھانا ایک دنیاوی کام ہوکر رہ گیا ہے، لیکن

ایک مسلمان اور اللہ جل جلالہ کی یاد رکھنے والا انسان جب کھانا کھاتا ہے تو چونکہ وہ کھانے کا عمل اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسا ہوا ہے، اس لئے وہ کھانا کھانا بھی اس کے لئے عبادت بن جاتا ہے۔

کھانے کے بعد کی دعا

جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو اس موقع کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ کَفَانَا وَ
اَوَانَا وَاَرْ وَآنَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

یعنی تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا۔ دیکھئے! جس وقت کھانا سامنے آیا تھا، اس وقت یہ دعا کی تھی کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں یہ رزق دیا اور یہاں یہ دعا کی جارہی ہے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں نعمتیں علیحدہ علیحدہ ہیں، رزق دینا الگ نعمت ہے اور کھلانا الگ نعمت ہے۔

رزق علیحدہ نعمت، کھلانا علیحدہ نعمت

یہ ہوسکتا ہے کہ کھانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو، لیکن انسان اس کو نہ کھاسکے۔ مثلاً ایک انسان کے پاس طرح طرح کی نعمتیں موجود ہیں، انواع و اقسام کے کھانے موجود ہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ پھل موجود ہیں، لذّت والی چیزیں

سب موجود ہیں، لیکن معدہ خراب ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے کھانے سے منع کر دیا ہے کہ خبردار! کسی چیز کو ہاتھ مت لگانا، صرف سوپ پینے کی اجازت ہے اور کسی چیز کے کھانے کی اجازت نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ "رَزَقْنَا" تو پایا گیا لیکن "اَطْعَمَنَا" نہیں پایا گیا، رزق تو حاصل ہے لیکن کھانے کی توفیق حاصل نہیں۔

ایک نواب صاحب کا قصّہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے لکھنؤ کے ایک بڑے نواب صاحب کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی ساری نعمتیں دی ہوئی تھیں، روپیہ، پیسہ، کوٹھیاں، بنگلے، کاریں، نوکر چاکر، سب کچھ تھا، لیکن بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے ان کو ہر چیز کھانے سے منع کر دیا تھا، صرف اس کی اجازت تھی کہ ایک پاؤ قیمہ لے کر اس کو پکائیں پھر اس قیمہ کو ململ کے کپڑے میں چھان لیں، اس قیمہ کا جوس آپ پی سکتے ہیں، اس کے علاوہ کسی چیز کے کھانے کی اجازت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "رَزَقْنَا" تو پایا گیا لیکن "اَطْعَمَنَا" نہیں پایا گیا۔

بہر حال! اگر اللہ تعالیٰ نے رزق بھی دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس رزق کو کھانے کی بھی توفیق دی ہے اور صحت بھی دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو نعمتیں مستقل نعمتیں ہیں، رزق دینا ایک مستقل نعمت ہے اور اس کو کھانے کی توفیق دینا ایک مستقل نعمت ہے۔ اس لئے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا

کرنا چاہئے کہ اے اللہ! اس بات پر بھی شکر ہے کہ آپ نے رزق عطا فرمایا اور اس بات پر بھی شکر ہے کہ آپ نے کھلایا۔

پانی کی نعمت پر شکر

آگے ارشاد فرمایا "وَسَقَانَا" اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں پلایا۔ اگر کھانے کے لئے کھانا موجود ہوتا لیکن پینے کے لئے پانی نہ ہوتا تو وہ کھانا عذاب بن جاتا، اس لئے اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے کھانا بھی دیا اور پینے کو بھی دیا۔

کھانا کافی ہونے کی نعمت پر شکر

تیسرا جملہ عجیب ارشاد فرمایا: "وَکَفَانَا" اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اس کھانے کو ہمارے لئے کافی بنا دیا۔ اردو میں "کافی بنا دینے" کا مطلب اتنا جامع نہیں، عربی زبان میں کافی بنا دینے کا مطلب بہت وسیع ہے، ایک مطلب تو یہ ہے کہ کھانا اتنا تھا کہ وہ ہمارے لئے کافی ہو گیا اور اس کے ذریعہ ہماری بھوک مٹ گئی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے کھانے سے ہمیں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی، اگر بالفرض کھانا تو وافر مقدار میں مل جاتا لیکن کھانے کے دوران کوئی بُری خبر آجاتی مثلاً کسی عزیز یا دوست کے انتقال کی خبر آجاتی تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کھانے کی ساری حلاوت ختم ہو جاتی اور اس کی وجہ سے وہ کھانا کافی نہ ہوتا۔

رہائش کی نعمت پر شکر

چوتھا جملہ ارشاد فرمایا "وَآوَانَا" اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں ٹھکانہ دیا۔ کیونکہ اگر کھانے کو بھی مل جاتا اور پینے کو بھی مل جاتا لیکن سر چھپانے کو گھر نہ ہوتا تو یہ کھانا بے کار ہو جاتا۔ اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں سر چھپانے کو گھر بھی عطا فرمایا جس میں ہم آرام کر سکیں۔

تمام نعمتوں کے جمع ہونے پر شکر

پانچواں جملہ ارشاد فرمایا "وَاَرْوَانَا" اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں سیراب کر دیا۔ سیراب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کھانے اور پینے سے متعلق جتنی نعمتیں ہو سکتی تھیں، وہ سب آپ نے ہمارے لئے جمع فرما دیں۔

اسلام کی دولت پر شکر

پھر آخری جملہ ارشاد فرمایا: "وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں مسلمانوں میں سے کر دیا۔ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے، کیونکہ بالفرض اگر ہمیں کھانا تو اچھا میسّر ہوتا اور پیٹ بھر کر خوشگوار حالات میں کھانا کھاتے، پینے کو پانی بھی میسّر ہوتا، سر چھپانے کو گھر بھی میسّر ہوتا، لیکن ایمان کی دولت نہ ہوتی تو یہ سب نعمتیں بے کار تھیں، اس لئے کہ ایمان کے بغیر ان نعمتوں کا انجام جہنّم کی سزا کی شکل میں ہمیں بھگتنا پڑتا، اس لئے اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں یہ نعمتیں بھی عطا فرمائیں اور پھر ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا اور ہمیں اسلام کی اور ایمان کی،

توفیق عطا فرمائی۔

معنیٰ کی کائنات پوشیدہ ہے

آپ دیکھیں کہ اس دعا کے الفاظ چند سیکنڈ میں زبان سے ادا ہو جاتے ہیں لیکن ان الفاظ میں معنیٰ کی کائنات پوشیدہ ہے۔ جو اللہ کا بندہ ہر کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور یہ درخواست پیش کرتا ہو اور اس طرح شکر ادا کرتا ہو، کیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں سے محروم فرما دیں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ اس پر کرم نہیں فرمائیں گے؟ کیا اس کی دنیا و آخرت بہتر نہیں ہو جائے گی؟ یقیناً ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی۔

خلاصہ

یہ مختصر سی دعا ہے، اگر ہر مسلمان اس کے پڑھنے کا اہتمام کرلے اور ذرا دھیان کر کے پڑھے کہ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں، ان کی دی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس میں میرے لئے برکت عطا فرمائی ہے اور یہ سوچ کر دعا کرے گا تو اس کا رُواں رُواں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوگا، اور شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۷)

اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم پر اور تمام تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

سفر کی مختلف دعائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّى فَاِنِّى قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ:۱۸۶)

آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علی ذٰلك من الشاهدین والشاکرین والحمدللّٰه ربّ العالمین

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گزشتہ چند جمعوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون دعاؤں کی تشریح کا سلسلہ چل رہا ہے، متعدد دعاؤں کے بارے میں تفصیلی بیان ہوچکا۔ جب صبح کو انسان اپنی ابتدائی ضروریات پوری کرنے کے بعد گھر سے نکلتا ہے اور اپنی عملی زندگی میں داخل ہوتا ہے تو اس وقت اس کے سامنے بے شمار حاجتیں ہوتی ہیں، کبھی ان حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلنا پڑتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا پڑتا ہے، اس کے لئے اس کو سواری کی ضرورت ہوتی ہے، اور جس مقصد کے لئے جا رہا ہے اس میں کامیابی چاہتا ہے، اس لئے جب آدمی گھر سے نکلے تو اس وقت یہ دعا کرلے کہ یا اللہ! جس مقصد کے لئے میں جا رہا ہوں، اس مقصد میں مجھے کامیابی عطاء فرمائیے اور اس مقصد کو میرے لئے آسان کر دیجئے۔ یہ دعا کرنے کے بعد گھر سے نکلے۔

سواری پر بیٹھنے کی دعا

اس کے بعد جب سواری پر بیٹھے تو یہ دعا پڑھے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

(سورۃ الزخرف، آیات ۱۳۔۱۴)

قرآن کریم میں اس دعا کا ذکر گھوڑوں اور اونٹوں کی سواری کے سیاق میں آیا ہے کہ جب گھوڑوں اور اونٹوں پر سواری کرو تو یہ دعا پڑھو۔ اب چونکہ گھوڑوں اور اونٹوں کا زمانہ نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے دوسری سواریاں پیدا فرما دی ہیں، اس لئے جب ان سواریوں پر سوار ہوں تو اس وقت یہ دعا پڑھیں۔

ان جانوروں کو تمہارے تابع بنا دیا ہے

اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دیا یعنی رام کر دیا اور ہمارے اندر اپنی ذات میں وہ طاقت نہیں تھی کہ اس سواری کو اپنے لئے رام کر لیتے اور ہم سب کو لوٹ کر اپنے رب کے پاس جانا ہے۔ یہ دعا اس وقت بتائی گئی تھی جب گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر ہوتے تھے۔ لہٰذا اس دعا کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ جب تم گھوڑے پر سواری کر رہے ہو، ذرا اس بات پر غور کرو کہ تم زیادہ طاقت ور ہو یا گھوڑا زیادہ طاقت ور ہے؟ اگر طاقت کے اعتبار سے موازنہ کرو تو تمہارا گھوڑے سے کوئی مقابلہ نہیں، گھوڑا تم سے کہیں زیادہ طاقت والا ہے۔ آج کل تو انجنوں کی طاقت کو گھوڑے کی طاقت سے ناپتے ہیں کہ یہ انجن اتنے ''ہارس پاور'' کا ہے اور یہ انجن اتنے ''ہارس پاور'' کا ہے۔ بہرحال! یہ گھوڑا

انسان سے کئی گنا زیادہ طاقت ور ہے، لیکن اتنا قوی جانور تمہارے ہاتھ میں ایسا رام ہوگیا ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی اس کے منہ میں لگام ڈال کر اس کو جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے، کبھی گھوڑے نے پلٹ کر یہ نہیں کہا کہ تم مجھ پر کیوں سواری کرتے ہو، تم کمزور ہو، میں زیادہ طاقت ور ہوں، لہٰذا میں تمہارے اوپر سواری کیوں نہ کروں؟ تم مجھ سے خدمت کیوں لے رہے ہو، تم میری خدمت کیوں نہ کرو؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان جانوروں کو تمہارے تابع فرمان بنا دیا ہے، تمہارے ہاتھ میں مسخر کر دیا ہے، تمہارے ہاتھ میں رام کر دیا ہے۔

اونٹ تمہارا تابع ہے

یہ صرف گھوڑے کی خصوصیت نہیں بلکہ اور جتنے جانور جن سے انسان کام لیتا ہے، ان سب کا یہی حال ہے، اونٹ گھوڑے سے بھی زیادہ طاقت والا ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اونٹ کے بارے میں فرمایا:

اَفَلا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ

(سورۃ الغاشیۃ، آیت ۱۷)

کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔

یہ اونٹ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا عجوبہ ہے۔ اسی طرح گائے ہے، تم روزانہ اس کا دودھ نکال کر پیتے ہو، اس گائے نے کبھی انکار نہیں کیا، نہ کبھی یہ کہا کہ میں تمہاری خدمت کیوں کروں؟ تم میری خدمت کیوں نہ کرو؟ ان ساری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے تابع فرمان کر دیا اور تمہارے کام پر لگا دیا، یہ اللہ

تعالیٰ کی تخلیق اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔

انسان اس موقع پر اللہ کو یاد کرے

جب تم ان سب مخلوقات کے مخدوم بنے پھرتے ہو تو آخر تمہارا بھی تو کچھ فرض ہے یا نہیں؟ تم ان سب سے کام لے رہے ہو، لہٰذا جب تم ان سے کام لو اور ان پر سواری کرو تو زبان سے یہ کہہ دو کہ:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ
مُقۡرِنِیۡنَ ○ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۔ (الزخرف:۱۳۔۱۴)

اگر اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے دل میں یہ بات نہ ڈالی ہوتی کہ انسانوں کی خدمت کرو بلکہ خود انسان کو اپنے طور پر ان جانوروں کو رام کرنا پڑتا تو یہ بات انسان کے بس میں نہیں تھی۔

موجودہ دور کی سواریوں کا قرآن میں ذکر

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس دعا کا موقع اس وقت تھا جب گھوڑوں اور اونٹوں پر سواری ہوتی تھی اور ان جانوروں کو انسانوں کے لئے مسخر کر دیا گیا تھا اور اب چونکہ گھوڑوں اور اونٹوں پر سواری نہیں ہوتی، اس لئے اس دعا کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات درست نہیں، بلکہ جتنی سواریاں پیدا ہونے والی تھیں اور جو سواریاں قیامت تک پیدا ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے ان سب کا ذکر قرآن کریم میں پہلے ہی فرما دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالۡخَیۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِیۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِیۡنَةً ؕ

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ النحل، آیت ۸)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھوڑے، گدھے اور خچر پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور تمہارے لئے یہ زینت کا بھی سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ وہ چیزیں پیدا کریں گے جو تم ابھی نہیں جانتے۔

جس وقت قرآن کریم نازل ہو رہا تھا، اس وقت صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سواری کے لئے وہ چیزیں پیدا کرے گا جو تم ابھی نہیں جانتے، لہٰذا اس کے اندر موٹر بھی آ گئی، اس میں ریل بھی آ گئی، ہوائی جہاز بھی آ گیا، اور قیامت تک جتنی سواریاں پیدا ہونے والی ہیں، وہ سب اس میں آ گئیں۔

قرآن کریم میں ہوائی جہاز کا ذکر

سورۃ یاسین میں ایک جگہ کشتی کا ذکر فرمایا کہ ہم نے سمندر میں سفر کے لئے کشتی پیدا کی، اس کے بعد فرمایا:

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُوْنَ (سورۂ یٰسٓ، آیت ۴۲)

تمہارے لئے کشتی جیسی ایک اور سواری پیدا کی ہے جس میں آئندہ تم سواری کرو گے۔

بہت سے علماء نے فرمایا کہ اس سے ہوائی جہاز کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لہٰذا جتنی سواریاں ہیں، وہ سب اللہ جل شانہ کی تخلیق ہیں، انسان نے ان کو بیشک

اپنی ذہانت اور عقل سے ایجاد کیا ہے، لیکن یہ عقل اور ذہانت کس کی دی ہوئی تھی؟ کس نے وہ سمجھ اور ذہانت بخشی؟ کس ذات نے علم عطاء کیا جس کے ذریعہ وہ ان سواریوں کو ایجاد کر سکے؟ لہٰذا وہ حکم جو گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے تھا، وہ آج کی تمام سواریوں کے لئے ہے، چاہے وہ سائیکل ہو، چاہے موٹر سائیکل ہو، موٹر کار ہو، بس ہو، رکشہ ہو، ریل ہو، جہاز ہو، ان سب پر یہ حکم لاگو ہوتا ہے، کیونکہ یہ سواریاں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مسخر فرما دی ہیں۔

موجودہ دور کی سواریاں بھی مسخر کر دی گئیں

لہٰذا اس مسخر کرنے کا ادراک کر کے یہ دعا پڑھ لو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے یہ سواری ہمارے لئے مسخر فرما دی۔ کیونکہ بعض اوقات یہ سواریاں بھی خراب ہو جاتی ہیں، چل کر نہیں دیتیں بلکہ پریشان کرتی ہیں، لیکن اس وقت جب میں ان پر سوار ہو رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے، میں اس سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ جب ایک مرتبہ تم اس بات کا احساس اور ادراک کر لو گے تو ایک طرف تو تمہارا رابطہ اللہ تعالیٰ سے جڑ گیا اور دوسری طرف تمہارا یہ سوار ہونا اور یہ سفر کرنا پورا کا پورا عبادت بن گیا، اس لئے کہ تم نے یہ سفر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کے انعام پر شکر ادا کرنے کے بعد شروع کیا ہے اور شکر بڑی عظیم عبادت ہے۔

اس سفر میں اصل سفر کو یاد کرو

پھر آخر میں ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ: وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

یعنی ہم ایک دن اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یعنی ہم جو سفر کر رہے ہیں، یہ تو ایک چھوٹا سا سفر ہے جس میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے گئے، یہ بھی دنیا ہے اور وہ بھی دنیا ہے، لیکن اصل سفر ایک آنے والا ہے جو دنیا سے آخرت کی طرف ہوگا، اِس عالم سے اُس عالم کی طرف ہوگا، اس فانی جہان سے ابدی اور دائمی جہان کی طرف ہوگا۔ لہٰذا اس آخری جملے میں اس طرف توجہ دلادی کہ یہ سفر تو معمولی ہے، اگر اس سفر میں کامیاب ہوں تو کوئی بہت بڑا فائدہ نہیں اور اگر ناکامی ہو تو کوئی بہت بڑا نقصان نہیں، لیکن وہ سفر جس میں انسان بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جائے گا، وہ سفر بڑا عظیم الشان ہے، اس کی فکر کرنی چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کے اس معمولی سفر کی بھلائی کی خاطر ہم اس بڑے سفر کو قربان کر دیں اور اس کو بھول جائیں، بلکہ ہمیں اس موقع پر اس بڑے سفر کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ لہٰذا کو یہ کہو:

وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

کہیں یہ سفر آخرت کو تباہ نہ کر دے

لہٰذا جس کام کے لئے جا رہے ہو، اس کام کو کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھو کہ وہ کام کہیں آخرت کے سفر میں رکاوٹ نہ بن جائے اور آخرت کے سفر کو خراب نہ کر دے اور ہمارا انجام بُرا نہ ہو جائے۔ بہرحال! یہ دعا تین جملوں پر مشتمل ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

(سورۃ الزخرف، آیات ۱۳۔۱۴)

اگر آدمی ذرا سا ان کو سمجھ کر پڑھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سواری کی یہ نعمت عطاء فرمائی ہے جس کو قابو کرنا میرے بس میں نہیں تھا، اور ایک دن بڑا سفر پیش آنے والا ہے جو یا تو بالآخر ہمارے لئے دائمی عذاب کا ذریعہ ہوگا یا دائمی نعمتوں کا ذریعہ ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس چھوٹے سے سفر میں ہم کوئی ایسا کام کر گزریں جو ہماری آخرت کو تباہ کرنے والا ہو۔

لمبے سفر پر جاتے وقت حضور اقدس ﷺ کا معمول

یہ تو وہ دعا تھی جو ہر قسم کی سواری کے لئے پڑھی جاتی ہے، چاہے وہ سفر چھوٹا ہو یا بڑا ہو، قریبی مسافت پر جانا ہو یا بعید کی مسافت پر جانا ہو، لیکن اگر کوئی شخص لمبے سفر پر اور اپنے شہر سے باہر دوسرے شہر کی طرف جا رہا ہو تو اس موقع کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور عظیم دعائیں تلقین فرمائی ہیں، یہ ایسی دعائیں ہیں کہ کوئی انسان اس طرح مانگنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آپ مدینہ منورہ سے باہر کسی سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ فرماتے تو سب سے پہلے تین مرتبہ تکبیر فرماتے:

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

اس کے بعد جب سواری پر سوار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ
مُقْرِنِیْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (الزخرف:۱۳۔۱۴)

اس کے بعد ایک عجیب دعا یہ فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَ ھْلِ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا ھٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَہٗ۔

سفر میں اللہ تعالیٰ کو ساتھی بنالیں

اس دعا میں پہلا جملہ ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ

اے اللہ! ہم آپ کو سفر میں اپنا ساتھی بناتے ہیں کہ آپ سفر میں ہمارے ساتھی ہیں۔ کیونکہ ہر انسان کو سفر میں ایک ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے، اور جب سفر میں کوئی دشواری پیش آ جائے تو وہ ساتھی کام دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! ہم سفر پر روانہ ہو رہے ہیں، اس سفر میں ہم آپ کو اپنا ساتھی بناتے ہیں، آپ ہمارے ساتھ رہئے گا۔ بتایئے! جب سفر میں اللہ تعالیٰ ساتھ ہو جائیں تو کہاں دشواری پیش آ سکتی ہے، کہاں پریشانی آ سکتی ہے۔ اگر یہ دعا قبول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ واقعی ہمارے ساتھی بن جائیں تو پھر ہر کام آسان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کو گھر والوں کیلئے نگران بنالیں

دوسرا جملہ ارشاد فرمایا: وَ الْخَلِیْفَةُ فِی الْاَ هْلِ۔

اس جملے میں عجیب بات ارشاد فرمائی، وہ یہ کہ آپ سفر میں ہمارے ساتھی بھی ہوں اور ہمارے پیچھے ہمارے گھر والوں کے نگہبان بھی ہوں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ہمارے ساتھ ہوگا تو پھر گھر میں وہ نگہبان بن کر نہیں رہے گا، لیکن اے اللہ! آپ ایسے ہیں کہ جو ہر جگہ موجود ہیں، لہٰذا آپ ہمارے ساتھ سفر میں بھی ہوں اور ہمارے پیچھے ہمارے گھر والوں کے نگران اور نگہبان بھی بن جائیں اور ان کی حفاظت فرمائیں۔

دونوں مشکلات حل ہو گئیں

انسان جب کسی سفر پر روانہ ہوتا ہے تو اس کے سامنے دو بڑی فکریں ہوتی ہیں۔ ایک فکر یہ ہوتی ہے کہ میرا سفر آسان ہو جائے، اس میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اور میں اپنے سفر کے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔ دوسری فکر یہ ہوتی ہے کہ میں گھر سے باہر جا رہا ہوں، میرے پیچھے میرے گھر والوں کا کیا ہوگا؟ وہ کہیں کسی مشکل کا شکار نہ ہو جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا میں مسافر کی دونوں مشکلات کو حل فرما دیا کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو، اپنے سفر کو بھی اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو۔ اگر مسافر کی یہ دونوں دعائیں قبول ہو جائیں تو پھر مسافر کی کوئی مشکل باقی نہیں رہے گی۔

اے اللہ سفر آسان فرما دے

پھر تیسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا ھٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ۔

اے اللہ! ہمارے اس سفر کو آسان کر دیجئے اور اس کی دوری اور فاصلے کو لپیٹ دیجئے۔

جب مسافر لمبے سفر پر روانہ ہوتا ہے تو وہ مسافت بڑی لمبی ہوتی ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے، اس لئے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے یہ دعا کرنی چاہئے تا کہ کہ یہ سفر آسان ہو جائے اور اس سفر کی لمبی مسافت سمٹ جائے، یعنی ہمیں پتہ بھی نہ چلے اور ہم منزل تک پہنچ جائیں۔

سفر کی مشقتوں سے پناہ مانگ لیں

اس کے بعد ایک دوسری دعا اور فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآ بَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔

اے اللہ! میں سفر کی مشقت سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یعنی میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے سفر میں مشقتیں اور مصیبتیں پیش آئیں اور اے اللہ! میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میرے سامنے کوئی دکھ دینے والا منظر آ

جائے۔

یعنی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی حادثہ یا ایکسیڈنٹ ہو جائے یا کوئی تصادم ہو جائے، لہٰذا ایسا منظر جو برا ہو اور تکلیف دینے والا ہو اے اللہ! میں اس سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

واپسی پر گھر والوں کی خیریت کی اطلاع ملے

پھر فرمایا: وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ ۔

اے اللہ! میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ جب میں واپس لوٹ کر اپنے گھر آؤں تو وہاں آ کر کوئی بُرا منظر دیکھوں۔

جب انسان سفر میں ہوتا ہے تو اس کو اس بات کی بھی فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ جب میں واپس گھر جاؤں تو میرے گھر والے خوش و خرم ہوں، ان کو اچھی حالت میں دیکھوں، وہ بیمار نہ ہوں، کسی حادثے کا شکار نہ ہوں اور ان کو اطمینان کی حالت میں پاؤں۔ اس لئے دعا کر لی کہ اے اللہ! میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں گھر والوں کو بُرے حال میں پاؤں یا اپنے مال کو برے حال میں پاؤں یا اپنی اولاد کو برے حال میں پاؤں۔ اے اللہ! جب میں واپس آؤں تو یہ سب اچھی حالت میں مجھے دکھائی دیں۔

اس دعا کی جامعیت

بتایئے! کیا کوئی شخص ایسی دعائیں مانگے گا؟ کسی کے حاشیہ خیال میں

یہ بات آسکتی ہے کہ وہ مسافر ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگے، مسافر کی جتنی ضروریات ہوسکتی ہیں، وہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دعاؤں میں جمع فرما دیں۔ ''اللہ اکبر'' کے ذریعہ سفر کا آغاز کیا، جب سواری پر بیٹھے تو:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

والی دعا پڑھی اور اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اللہ کے حوالے کر دیا اور یہ دعا کر لی کہ اے اللہ! ہر قسم کی مشقت اور مصیبت سے بچایئے گا اور خیر و عافیت سے واپس لایئے گا۔ یہ دعائیں کرنے کے بعد سفر شروع کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔

نئی بستی سے گزرتے وقت کی دعا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آپ سفر کے دوران کسی نئی بستی سے گزرتے تو اس موقع پر یہ دعا فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَةِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَافِیْھَا۔

اے اللہ! جس بستی سے میں گزر رہا ہوں، اس بستی کی بھلائیاں عطاء فرمایئے اور اس بستی کے جو اچھے لوگ

ہوں، ان سے واسطہ ڈالئے اور اس بستی میں جتنی
اچھائیاں ہیں، ان سے میرا واسطہ پڑے۔ اور اے
اللہ! میں اس بستی کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اس
بستی کے بُرے رہنے والوں سے اور اس بستی میں جو
برائیاں ہیں، ان سے پناہ مانگتا ہوں، ان سے مجھے
بچائیے گا۔

یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پڑھتے جب کسی نئی بستی سے گزرتے، چاہے وہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

کسی بستی میں داخل ہوتے وقت کی دعا

اور اگر کسی بستی میں ٹھہرنے کا ارادہ ہوتا تو اس بستی میں داخل ہونے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَ حَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَیْنَا۔

اے اللہ! ہمیں ان بستی والوں کی نظر میں محبوب بنا
دیجئے، یعنی ایسا بنا دیجئے کہ یہ ہم سے محبّت کریں اور
اس بستی کے جو نیک لوگ ہیں ان کی محبّت ہمارے دل
میں پیدا کر دیجئے۔

پہلے جملے میں تو یہ فرمایا کہ اس بستی کے سارے باشندوں کے دل میں ہماری محبت پیدا کر دیجئے، چاہے وہ صالح ہوں یا نہ ہوں، لیکن دوسرے جملے میں یہ

فرمایا کہ اس بستی کے جو صالح اور نیک لوگ ہوں، ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دیجئے۔ کیونکہ جب آدمی کسی نئی بستی میں داخل ہوتا ہے تو وہاں پر اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا ہے کہ معلوم نہیں کہ کونسا شخص میرے ساتھ کیا معاملہ کرے، اس لئے دعا کر لی کہ اے اللہ! ہماری محبت ان کے دلوں میں ڈال دیجئے، اور ان کے نیک لوگوں کی محبت ہمارے دل میں آ جائے۔ یہ دعا کرنے کے بعد بستی میں داخل ہوتے اور وہاں قیام فرماتے، اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی برکت سے ان کے ہر سفر کو کامیاب بنا دیتے تھے۔

خلاصہ

بہرحال! یہ چند دعائیں ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں مانگا کرتے تھے، ہر مسلمان کو ان کے پڑھنے کی عادت ڈال لینی چاہئے۔ اور یہ درحقیقت مسلمان اور کافر میں ایک بہت بڑا امتیاز ہے کہ کافر بھی سوار ہوتا ہے اور مؤمن بھی سوار ہوتا ہے، لیکن کافر غفلت کی حالت میں سوار ہوتا ہے، اور اس کا دھیان اپنے خالق کی طرف نہیں ہوتا، جبکہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کے ساتھ، اس کے ذکر کے ساتھ، اس کے شکر کے ساتھ اور اس کی نعمتوں کے اعتراف کے ساتھ سوار ہوتا ہے، اس کے نتیجے میں اس کا پورا سفر عبادت بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

قربانی کے وقت کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ـ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ نَبِيَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ـ

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

قُلْ اِنَّ صَلاَ تِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَا تِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (سورۃ الانعام: آیت۱۶۲)

آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم وصدق رسوله النبى الكريم ونحن على ذٰلك من الشاهدين والشاكرين والحمدللّٰه ربّ العالمين

دو عظیم عبادتیں

بزرگانِ محترم و برادران عزیز! اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام و کرم ہے کہ پچھلے ہفتہ مسلمان دو عظیم عبادتوں کی ادائیگی سے فارغ ہوئے، ایک حج کی عبادت سے جس میں لاکھوں مسلمانوں نے حصہ لیا اور دوسری قربانی کی عبادت سے، الحمدللہ لاکھوں مسلمانوں نے یہ عبادت انجام دی، یہ دونوں عبادتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو انہی ایام کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے، ان ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں یہ عبادتیں انجام نہیں دی جاسکتیں، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کسی بھی عمل میں اپنی ذات میں کوئی شرف اور فضیلت نہیں بلکہ یہ صرف اللہ جل شانہ کا حکم ہے جو کسی عمل کو برگزیدہ اور باعث اجر وثواب بنا دیتا ہے۔

قربانی کے وقت یہ دعا پڑھیں

روایت میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کی عبادت انجام دیتے تو یہ دعا فرماتے:

اِنَّ صَلاَ تِیُ وَنُسُکِیُ وَمَحُیَایَ وَمَمَا تِیُ لِلّٰہِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَلَكَ

قربانی کے وقت جو کلمات آپ نے ارشاد فرمائے، ان میں بڑا عظیم سبق ہے، ان کلمات کا ترجمہ یہ ہے کہ ''میری نماز اور میری قربانی وعبادت اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو ربّ العالمین ہیں، اے اللہ! یہ قربانی جو میں

آپ کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہوں، یہ جانور بھی آپ ہی نے مجھے عطاء فرمایا تھا اور اس جانور کو آپ ہی کی بارگاہ میں مجھے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ان کلمات کے ذریعہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ کوئی بھی عبادت ہو، چاہے وہ نماز ہو، چاہے وہ روزہ ہو، چاہے وہ صدقہ و خیرات ہو، چاہے وہ حج ہو، چاہے وہ قربانی ہو، جب تک اس عبادت سے مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا نہیں ہے، اس وقت تک اس عبادت کی کوئی قدر و قیمت نہیں، اگر کوئی آدمی عبادت کرے لیکن اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے بجائے مخلوق کو راضی کرنا مقصود ہو، دکھاوا یا نام نمود اور شہرت مقصود ہو تو پھر اس عبادت کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی، اعمال کے اندر جو وزن پیدا ہوتا ہے وہ اخلاص سے ہوتا ہے، جتنا زیادہ اخلاص ہوگا، وہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنا ہی مقبول ہوگا اور اس پر اجر و ثواب ہوگا۔

لفظ "نُسُك" کی جامعیت

اس دعا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "نُسُك" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں تین معانی کے لئے آتا ہے، "نُسُك" کے ایک معنی قربانی کے ہیں اور حج کے ارکان کو بھی "نُسُك" کہا جاتا ہے، یہ دوسرے معنی ہیں۔ اور لفظ "نُسُك" ہر قسم کی عبادت پر بھی بولا جاتا ہے، یہ تیسرے معنی ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ استعمال فرمایا، وہ صرف قربانی کے لئے خاص نہیں بلکہ تمام عبادتوں کے لئے جامع ہے۔

میرا جینا مرنا اللہ تعالیٰ کیلئے ہے

یہ بات تو ہر مسلمان کو آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جو بھی عبادت ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہئے، اگر کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ دو کلمے اور ملا دئے، وہ یہ ہیں: "وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ" جس کے معنی یہ ہیں کہ میرا جینا اور میرا مرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، یہ بات تو سمجھ میں آ رہی ہے، قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی، اور ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، یہ بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے، لیکن "جینا" اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور "مرنا" اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

سب کام اللہ تعالیٰ کیلئے ہونے چاہئیں

درحقیقت اس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سبق دیدیا، وہ یہ کہ ایک مسلمان کی صبح سے لے کر شام تک کی زندگی کا ہر کام حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہونا چاہئے، چاہے وہ دیکھنے میں دنیا کا کام نظر آ رہا ہو، چاہے وہ دیکھنے میں اپنے نفس کی خواہشات کی تسکین کا کام نظر آ رہا ہو، لیکن ایک مؤمن کے وہ سب کام اللہ تعالیٰ کی خاطر ہونے چاہئیں۔

مؤمن اور کافر میں فرق

اور اس کے ذریعہ یہ بتلا دیا کہ ایک مؤمن کی زندگی میں اور ایک کافر

کی زندگی میں بنیادی فرق یہ ہے نہ یہ دونوں کام ایک طرح کے کرتے ہیں لیکن مؤمن کا مقصد کچھ اور ہے او کافر کا مقصد کچھ اور ہے۔ مثلاً جب آدمی صبح بیدار ہوتا ہے تو کچھ کھ تا پیتا ہے اور پھر روزی مانے کے لئے باہر نکلتا ہے، اگر کوئی ملازم ہے تو وہ ملازمت پر جاتا ہے، اگر کوئی تجارت پیشہ ہے تو وہ تجارت کے لئے جاتا ہے، اگر کوئی زراعت پیشہ ہے تو وہ کاشتکاری کے لئے جاتا ہے، ہر شخص اپنے اپنے کام کے لئے نکلتا ہے، یہی کام مؤمن بھی کرتا ہے اور یہی کام کافر بھی کرتا ہے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کے ذریعہ اس طرف اشارہ فرمایا کہ ایک مؤمن کا کام کافر کے کام سے مختلف ہونا چاہئے، کافر کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ پیٹ کا جہنم بھر دیا جائے، پیٹ میں جو بھوک کی آگ لگی ہوئی ہے، اس کو بجھا دیا جائے اور بس، اس مقصد کے لئے وہ کھا پی رہا ہے اور روزی کمانے کے طریقے بھی اختیار کر رہا ہے، اس سے آگے اس کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

مؤمن شکر ادا کر کے کھاتا ہے

اور ایک مؤمن بھی یہ سب کام کرتا ہے، لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام و کرم اور اس کی نعمتوں کے استحضار کے ساتھ کھاتا ہے کہ میں یہ جو کھانا کھا رہا ہوں، یہ میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے بلکہ یہ کھانا کسی دینے والے کی دین اور اس کی عطاء ہے، پھر اس ذات کا شکر ادا کر کے کھاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ جو کچھ کھاتا ہے، اس میں حلال و حرام کا امتیاز کرتا ہے کیا چیز میرے لئے حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے؟ یہ نہیں کہ جو چیز

زبان کو اچھی لگی، اس کو کھانا شروع کر دیا۔

یہ اعضاء اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں

تیسری بات یہ ہے کہ وہ کھانا بھی اس لئے کھاتا ہے کہ یہ جان بھی میری اپنی نہیں ہے بلکہ یہ جان کسی اور ذات کی ملکیت ہے جس نے یہ فرما دیا ہے کہ:

لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸۴)

زمین و آسمان میں پائی جانے والی تمام اشیاء کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا ہماری جان بھی اسی کی ملکیت ہے، ہم جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ ہاتھ ہمارے ہیں، یہ پاؤں ہمارے ہیں، یہ آنکھیں ہماری ہیں، یہ کان ہمارے ہیں، حقیقت میں یہ ہمارے نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، البتہ یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے یہ اعضاء فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیں عطاء فرما رکھے ہیں، اور جب یہ جان اس کی ملکیت ہے اور اس نے ہمیں فائدہ اٹھانے کے لئے عطاء فرمائی ہے تو اس کے کچھ حقوق بھی ہم پر رکھے ہیں۔

جان کا بھی تم پر حق ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے! میں تجھے یہ جسم دے رہا ہوں، یہ جان دے رہا ہوں، اب اس جسم اور جان کی حفاظت کرنا بھی تیرا فریضہ ہے، میری طرف سے تجھ پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ اس جسم اور جان کی حفاظت کرنا، اور اس جسم اور جان کی حفاظت کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ اس کو غذا دے، اگر تو اس کو غذا نہیں دے گا تو یہ جسم کام کرنا چھوڑ دے گا اور بے کار

ہو جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا، لہٰذا جسم کو غذا دینا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق ہے۔ اسی بات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا:

وان لنفسك عليك حقًا

یعنی تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے، وہ حق یہ ہے کہ اس جان کو صحت مند رکھنے کی کوشش کرو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالکل کھانا پینا چھوڑ دے اور جان بوجھ کر بھوکا رہے تو اس کے لئے ایسا کرنا شرعی اعتبار سے گناہ ہے، اس لئے کہ یہ جان اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے اور اس جان کا حق ہے کہ اس کو غذا دی جائے، اگر بالکل بھوکا رہے گا تو وہ حق ادا نہیں ہوگا اور گناہ ہوگا۔

بھوک ہڑتال کرنا جائز نہیں

یہی وجہ ہے کہ آج کل لوگ جو بھوک ہڑتال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کھائیں گے اور کچھ نہیں پئیں گے۔ اس کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا کہ شرعی اعتبار سے یہ ہڑتال جائز نہیں، اس لئے کہ یہ جان اپنی ملکیت نہیں کہ اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو، چاہو تو اس کو بھوکا مار دو، بلکہ یہ جان اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے، اس کا حق ہے کہ اس کو وقت پر کھانا کھلاؤ۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا معمول

جب نیا نیا اسلام آیا تو صحابہ کرامؓ میں عبادت کرنے کا بڑا جذبہ تھا، چنانچہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ دن

بھر روزے سے رہتے تھے اور رات بھر تہجد پڑھتے تھے، دن میں کھاتے نہیں تھے اور رات کو سوتے نہیں تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کو تنبیہ فرمائی کہ یہ طریقہ درست نہیں۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فان لا هلك عليك حقاً وإن لنفسك عليك حقاً الخ

(ابو داؤد، ابواب قيام الليل، باب مايؤ مربه، من القصد فى الصلاة)

یعنی تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے پاس آنے والے مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے۔ مؤمن سارے حقوق کو ایک ساتھ ادا کرتا ہے، یہ نہیں کرتا کہ ایک طرف کو ڈھلک گیا اور دوسروں کے حقوق پامال کر دئے، اس لئے روزانہ سارا سال روزہ رکھنا مکروہ ہے، پسندیدہ نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں نفس کا حق فوت ہو رہا ہے۔

جان کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے

لہٰذا ایک مؤمن اگر کھانا کھاتا ہے تو وہ درحقیقت اس لئے کھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے کہ اپنے اس نفس کی حفاظت کرو۔ اگر کوئی شخص ایسا کام کرے جو واضح طور پر صحت کے لئے مضر ہو اور جس کے نتیجے میں بیمار پڑنے کا غالب گمان ہو تو ایسا کام کرنا شرعاً بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ جان اپنی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے، جب تک اس نے یہ جان ہمیں دی ہوئی ہے، اس وقت تک اس کی حفاظت ہمارے ذمے ضروری ہے۔

مؤمن سب کام اللہ تعالیٰ کیلئے کرتا ہے

لہٰذا اگر مؤمن کھانا کھا رہا ہے تو وہ درحقیقت اپنے نفس کا حق ادا کرنے کے لئے کھا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا استحضار کر کے شکر ادا کر کے کھا رہا ہے اور حلال و حرام کی تمیز کر کے کھا رہا ہے، ان تین باتوں کی وجہ سے اس مؤمن کا کھانا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور عبادت ہے۔ اگر مؤمن روزی کمانے کے لئے جا رہا ہے تو بظاہر وہ دنیا داری کا کام ہے، لیکن ایک مؤمن کے روزی کمانے میں اور ایک کافر کے روزی کمانے میں یہی فرق ہے، ایک مؤمن جو روزی کماتا ہے تو اس نیت کے ساتھ کماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذمے میرے نفس کے حقوق بھی رکھے ہیں، میری بیوی کے اور میرے بچوں کے میرے ذمے حقوق رکھے ہیں، ان سب کے حقوق ادا کرنے کے لئے میں روزی کما رہا ہوں اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ حلال و حرام کی تمیز کے ساتھ کماؤں گا، جائز روزی کماؤں گا اور ناجائز سے پرہیز کروں گا۔ اس طرح ایک مؤمن کے سارے کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہو سکتے ہیں اور ہونے چاہئیں، یہاں تک کہ اگر وہ تفریح کر رہا ہے تو وہ تفریح بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہئے اور یہ نیت کرے کہ میں اس لئے تفریح کر رہا ہوں تاکہ میرے جسم اور ذہن اور قلب کا حق ادا ہو، اس نیت سے وہ تفریح بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگئی۔ مؤمن کا سونا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس لئے کہ وہ سوتے وقت یہ نیت کرتا ہے کہ میں اس لئے سو رہا ہوں کہ یہ میرے نفس کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور جائز طریقے سے

سو رہا ہوں، اس نیت سے یہ سونا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگیا۔

یہ ایک نسخہ کیمیا ہے

بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمہ ارشاد فرمایا، یہ ایک ایسا نسخہ کیمیا ہے جو مؤمن کی زندگی کے ہر کام کو خالص اللہ کے لئے بنانے والا ہے اور عبادت قرار دینے والا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ''میرا جینا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے''۔

میرا مرنا بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے

آخر میں فرمایا:

وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

میرا مرنا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ مرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس بات پر ایمان رکھے کہ جو وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا سے جانے کا مقدر فرما دیا ہے، وہی وقت برحق ہے، میں صحیح فیصلہ نہیں کرسکتا کہ آج دنیا سے جاؤں یا کل جاؤں یا ایک سال بعد جاؤں یا دس سال بعد جاؤں، فیصلہ اسی کا ہے، اسی کی مشیّت ہے اور اسی کی حکمت ہے، اور اس حکمت کے تحت یہ فیصلہ ہونا ہے کہ مجھے کب تک اس دنیا میں رہنا ہے اور کب اس دنیا سے جانا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ أحینی ما علمت الحیاة خیراً لی

وتوفنی إذا علمت الوفاة خیراً لی

اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھئے جب تک میرا زندہ رہنا آپ کے علم کے مطابق میرے حق میں بہتر ہو، اور جب آپ کے علم کے مطابق میرا مرنا بہتر ہو جائے تو مجھے موت دیدیجئے۔ آدمی اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ کرے۔

خودکشی حرام کیوں ہے؟

یہی وجہ ہے کہ ''خودکشی'' کرنا حرام ہے، کیونکہ وہ فیصلہ جو اللہ تعالیٰ کو کرنا ہے کہ تمہیں کب اس دنیا سے جانا چاہئے، یہ فیصلہ تم اپنے ہاتھ میں لے رہے ہو، یہ جان تمہاری اپنی ملکیت نہیں ہے کہ اس کے ساتھ جیسا چاہو سلوک کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے جو اس نے عطاء کی ہے۔ لہٰذا اس جان کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ موت کی تمنا کرنا بھی ناجائز ہے۔

موت کی دعا کرنا جائز نہیں

موت کی دعا کرنا بھی ناجائز ہے، چنانچہ بہت سے لوگوں کی زبانوں پر یہ جملہ آجاتا ہے کہ یا اللہ! میرا حال بہت خراب ہے، مجھے موت ہی دیدے۔ العیاذ باللہ العلیّ العظیم۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ ارے تمہیں کیا معلوم کہ اگر اس وقت تمہاری موت آجائے تو تمہارا کیا انجام ہوگا، اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ تمہارے حق میں کب تک زندہ رہنا بہتر ہے۔ اگر ایک لمحے کے لئے یا ایک گھنٹے کے لئے موت مؤخر ہو جائے تو کیا معلوم کہ اس ایک گھنٹے میں تمہیں وہ کام کرنے کی توفیق ہو جائے جو تمہارے سارے پچھلے گناہوں کو دھو دے اور تمہارا بیڑا پار کر دے، لہٰذا موت کی تمنا مت کرو، نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ عنہ کی بیماری

حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں، وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوگئے اور انتہائی شدید تکلیف میں تھے، کوئی صاحب ان کی عیادت کے لئے گئے تو حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آج مجھے اتنی شدید تکلیف ہے کہ اگر موت کی تمنّا کرنا جائز ہوتا تو میں موت کی تمنّا کرتا، لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنّا کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے میں موت کی تمنّا نہیں کرتا۔

موت کی تمنّا کرنا

موت کی تمنّا کرنا اس لئے منع ہے کہ تم یہ فیصلہ کرنے والے کون ہو کہ تمہارے حق میں جینا بہتر ہے یا مرنا بہتر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، اسی کے اوپر یہ فیصلہ چھوڑ دو اور اسی سے مدد مانگو۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو موت بھی اللہ ہی کے لئے ہے۔ یہ معنیٰ ہیں اس دعا کے کہ:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

صبح اٹھ کر یہ نیت کرلو

اسی لئے میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ ہم لوگوں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو بھائی! تمہیں بڑی کام کی بات بتا

ہوں کہ صبح کو جب نماز فجر کے لئے اٹھو تو نماز فجر کے بعد یہ نیت کرلو کہ یا اللہ! آج صبح سے لے کر شام تک کی زندگی میں جو کام کروں گا، اے اللہ! آپ کے لئے کروں گا، کھاؤں گا تو آپ کے لئے کھاؤں گا، روزی کماؤں گا تو آپ کے لئے روزی کماؤں گا، سوؤں گا تو آپ کے لئے سوؤں گا، کسی سے ملاقات کروں گا تو آپ کے لئے کروں گا، کسی کے ساتھ حسن سلوک کروں گا تو آپ کے لئے کروں گا، عبادت کروں گا تو آپ کے لئے کروں گا، اے اللہ! میں ہر کام میں آپ کے لئے کروں گا، اور یہ پڑھو:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ گزارش پیش کردو کہ اے اللہ! میں یہ ارادہ کررہا ہوں کہ جو کچھ کام کروں گا، آپ کو راضی کرنے کے لئے کروں گا۔

کام کے شروع میں نیت درست کرلیں

شریعت کا اصول یہ ہے کہ جب آدمی کسی کام کے شروع میں کوئی نیت کرلیتا ہے تو کام کے دوران اگر غفلت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ شروع کی نیت کو معتبر مان لیتے ہیں۔ مثلاً جب نماز شروع کی تو اس وقت یہ نیت کرلی کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھ رہا ہوں اور پھر "اللہ اکبر" کہہ کر نیت باندھ لی تو اب نماز کے دوران اِدھر اُدھر کے غیر اختیاری خیالات آرہے ہیں، اس وقت یہ دھیان بھی نہیں رہتا کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھ رہا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی ہے کہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ جب میرے بندے نے نماز کے

شروع میں یہ نیت کر لی تھی کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھ رہا ہوں تو میں اس کی پوری نماز کو عبادت میں لکھوں گا اور اس کو اپنے لئے ہی قرار دوں گا، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

صبح اٹھ کر یہ دعا پڑھ لو

لہٰذا جب صبح اٹھ کر تم نے یہ نیت کر لی کہ آج کے دن میں جتنے کام کروں گا، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کروں گا، پھر درمیان اگر کچھ غفلت بھی ہوگئی، مثلاً کھانا کھاتے وقت اس نیت کا خیال نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ انشاء اللہ شروع میں کی ہوئی نیت یہاں آ کر لگ جائے گی۔ اسی طرح جب روزی کمانی شروع کی اور اس نیت کا خیال نہ آیا تو وہ صبح کے وقت کی ہوئی نیت یہاں بھی لگ جائے گی، اس طرح دن بھر کے جتنے جائز اور مباح کام ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس نیت کے نتیجے میں وہ سب کام عبادت بن جائیں گے۔ اس لئے ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ روزانہ صبح اٹھ کر یہ کہہ دیا کرو:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

جو کچھ ہوگا اے اللہ! آپ کے لئے ہوگا، اس طرح تمہاری پوری زندگی عبادت بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے اور آپ سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مصیبت کے وقت کی دعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

مصیبت کے وقت کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَقَالَ رَبُّکُمَ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ

دَاخِرِيْنَ۔ (سورۃ المؤمن: آیت ۶۰)

آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ربّ العلمین

تمہید

بزرگانِ محترم و برادران عزیز! گزشتہ تقریباً ایک سال سے مسنون دعاؤں کی تشریح کا سلسلہ چل رہا ہے، اب چند دعائیں باقی ہیں، انشاء اللہ ان کی تشریح کرکے اس سلسلے کو مکمل کرنے کا ارادہ ہے، اللہ جل شانہ اپنی رحمت سے ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

دنیا میں کوئی تکلیف سے خالی نہیں

جب آدمی صبح کے وقت کاروبار زندگی میں داخل ہوتا ہے تو وہاں پر اس کو ہر قسم کے حالات اور واقعات سے سابقہ پیش آتا ہے کوئی انسان اس روئے زمین پر ایسا نہیں ہے جس کو ان حالات اور واقعات سے کبھی بھی تکلیف نہ پہنچتی ہو، بڑے سے بڑا سرمایہ دار، بڑے سے بڑا دولت مند، بڑے سے بڑا حاکم، بڑے سے بڑا صاحب اقتدار، یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی، اگر انسان ہے اور وہ اس دنیا میں ہے تو اس کو کبھی نہ کبھی تکلیف ضرور پہنچے گی، اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔

مؤمن اور کافر میں فرق

لیکن تکلیف پہنچنے پر ایک کافر کے رویہ میں اور ایک مسلمان کے رویہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جب کافر کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس تکلیف کا زبان سے اظہار کرتا ہے، بعض اوقات روتا چلّاتا ہے، بعض اوقات شکوہ کرتا ہے، بعض اوقات وہ تقدیر کا گلہ کرنے لگتا ہے اور ''نعوذ باللہ'' اللہ تعالیٰ سے گلہ شکوہ کرنے لگتا ہے۔

تکلیف کے وقت کی دعا

مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مؤمن کو یہ تلقین فرمائی کہ جب کبھی تمہیں کوئی تکلیف کی بات پیش آئے تو یہ کلمات پڑھو:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ لَكَ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اُجُرْنِیْ
فِیْهَا وَ اَبْدِ لْنِیْ خَیْراً مِنْهَا۔

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تکلیف پہنچنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی بڑی مصیبت آ جائے بلکہ اگر چھوٹی سی تکلیف پہنچے تو بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب چراغ گل ہوگیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

''اِنَّا لِلّٰہِ'' کا مطلب

یہ جملہ درحقیقت بڑا عجیب جملہ ہے، اگر انسان اس جملے کو سوچ سمجھ کر زبان سے ادا کرے تو دنیا کی کوئی مصیبت اور کوئی تکلیف ایسی نہیں ہے جس پر یہ جملہ ٹھنڈک نہ ڈالدیتا ہو۔ اس جملہ کا معنی یہ ہیں کہ ''ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی مملوک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' اور جب یہ کہا ''انا للہ'' کہ ہم تو ہیں ہی اللہ کے بندے، اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق اور مالک ہے، لہٰذا اگر ہمیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

دیکھنے میں یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ہمیں تکلیف پہنچی ہے، ہمیں پریشانی لاحق ہوئی ہے، لیکن حقیقت میں اللہ جل شانہ کی حکمت اس میں حاوی ہے اور یہ کام اس کی حکمت کے بغیر نہیں ہوسکتا، جو تصرف ہماری ذات میں چل رہا ہے، وہ سب حکمت پر مبنی ہے اور اس پر کسی کو گلہ شکوہ کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کا مطلب

دوسرا جملہ ہے: وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یعنی یہ تکلیف جو پہنچی ہے، یہ

ہمیشہ رہنے والی نہیں، ایک وقت آئے گا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جائیں گے، اگر ہم نے اس مصیبت پر صبر کیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھا تو اس کے نتیجے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے پاس اجر حاصل ہوگا۔

دوسری دعا کا مطلب اور ترجمہ

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ لَكَ فِیْ مُصِيبَتِیْ وَ اُجُرْنِیْ
فِيْهَا وَ اَبْدِلْ لِیْ خَيْراً مِنْهَا۔

اے اللہ! میں اس مصیبت میں آپ سے ثواب طلب کرتا ہوں، یعنی یہ تکلیف جو مجھے پہنچی ہے، آپ کی رحمت سے مجھے امید ہے کہ اس مصیبت کے عوض آپ مجھے آخرت میں ثواب عطاء فرمائیں گے، لہٰذا آپ مجھے اس پر اجر عطاء فرمایئے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرلی کہ اے اللہ! جو تکلیف پہنچنی تھی وہ پہنچ گئی اور چونکہ وہ تکلیف آپ کی طرف سے آئی ہے، اس لئے میں اس پر راضی ہوں، لیکن ساتھ ہی آپ سے یہ التجاء ہے کہ اس مصیبت کے بدلے مجھے آخرت میں اجر عطاء فرمایئے۔

مصیبت کا بدل مانگئے

اب اس پر کسی کو یہ خیال ہوسکتا تھا کہ جب تم مصیبت پر راضی ہوگئے اور اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت پر اجر بھی مانگ رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مصیبت باقی رہے، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلا جملہ ارشاد

فرما کر اس خیال کی تردید فرمادی، چنانچہ فرمایا کہ یہ کہو کہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت کے بدلے کوئی بہتر چیز عطاء فرما دیجئے۔ یعنی میں اگرچہ آپ کے فیصلے پر راضی ہوں اور آپ کے فیصلے پر مجھے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں ہے اور نہ اعتراض ہے، لیکن اے اللہ! میں کمزور ہوں، میں مصیبت کا تحمل نہیں کرسکتا، اس لئے آپ میری کمزوری پر رحم فرمایئے اور آپ مجھ سے یہ مصیبت دور فرما دیجئے اور اس کے بدلے میں مجھے اچھی حالت عطاء فرما دیجئے۔

مصیبت دور ہونے کی دعا کیجئے

لہٰذا اس دعا میں ایک طرف تو جو مصیبت اور تکلیف پہنچی ہے، اس تکلیف اور مصیبت پر گلہ اور شکوہ کوئی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہونے کا اعلان ہے، دوسری طرف اپنی کمزوری کا اعتراف ہے کہ اے اللہ! میرے اندر اس مصیبت اور تکلیف کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر یہ مصیبت مزید جاری رہے تو میں بے صبری کا شکار ہو جاؤں، اس لئے اے اللہ! میں آپ سے دعا یہی کرتا ہوں کہ مجھ سے یہ مصیبت اور تکلیف دور فرما دیجئے۔ اس دعا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزوں کو جمع فرما دیا۔

میرے والد ماجد اور بیماری

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ، شدید تکلیف میں مبتلا تھے، ایک طرف دل کی تکلیف،

دوسری طرف بواسیر کا پھوڑا نکل آیا، تیسری طرف جسم پر ہر پیز کی پھنسیاں نکل آئی تھیں جو شدید تکلیف دہ ہوتی ہیں، ڈاکٹروں کا کہنا یہ تھا کہ ان پھنسیوں میں ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے آگ کا انگارہ جسم پر رکھ دیا ہو۔ اسی حالت میں جوان بیٹے کے انتقال کی خبر آگئی اور بیماری کی وجہ سے بیٹے کے جنازے میں بھی شرکت کے متحمل نہیں تھے، اس حالت میں زبان سے یہ کلمہ نکلا: یا اللہ! رحم فرما، یا اللہ! رحم فرما، یا اللہ! رحم فرما۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمانے لگے کہ یہ میں نے کیا جملہ زبان سے نکال دیا، ''یا اللہ رحم فرما'' اس جملے کا کہیں یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ گویا اللہ تعالیٰ اب تک رحم نہیں فرما رہے تھے۔ ارے ہم تو اللہ تعالیٰ کے رحم میں جی رہے ہیں، یہ تھوڑی سی تکلیف ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کی ہر وقت بارش ہو رہی ہے۔ لہٰذا اب میں یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! اس تکلیف کی نعمت کو راحت کی نعمت سے تبدیل فرما دیجئے۔ یعنی یہ تکلیف بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس لئے کہ اس تکلیف پر اللہ تعالیٰ نے جو اجر وثواب رکھا ہے، وہ بڑا عظیم الشان ہے، لہٰذا یہ تکلیف بھی نعمت ہے، لیکن ہم اپنی کمزوری کی وجہ سے اور اپنے ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے اس نعمت کو نعمت نہیں سمجھتے، لہٰذا اے اللہ! اس تکلیف کی نعمت کو راحت کی نعمت سے بدل دیجئے۔

یہ تکالیف بھی نعمت ہیں

حقیقت یہ ہے کہ انسان کو جتنی بھی تکلیفیں پیش آتی ہیں، چاہے وہ صدمہ ہو یا رنج ہو، کوئی فکر ہو، کوئی تشویش ہو، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے

نعمت ہیں۔ اس لئے نعمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب تکلیفیں اپنی حکمت سے مؤمن کے اوپر ڈالی ہیں اور یہ سب مؤمن کے لئے ثواب اور ترقی درجات کا ذریعہ بن رہی ہیں اور گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ لیکن ہم اپنی کمزوری کی وجہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کے بجائے ہمیں راحت کی نعمت عطاء فرمائیے اور اس پر شکر کی توفیق عطاء فرمائیے۔

تکلیف میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہی دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس مصیبت کے بدلے اس سے بہتر کوئی ایسی چیز عطاء فرما دیجئے جس کو میں برداشت کر سکوں اور جو میری کمزوری کے مطابق ہو۔ لہٰذا جب بھی انسان کو کوئی صدمہ، تکلیف، مصیبت پیش آئے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور کہے یا اللہ! یہ مصیبت پیش آ گئی ہے، آپ اس پر مجھے ثواب دیجئے اور اس کے بدلے مجھے راحت عطاء فرما دیجئے۔ جب یہ دو کام کر لئے تو یہ مصیبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انشاء اللہ نعمت بن جائے گی اور رحمت کا ذریعہ بن جائے گی۔

یہ نسخہ بظاہر دیکھنے میں چھوٹا سا ہے لیکن اس پر عمل کر کے دیکھیں۔ لہٰذا چھوٹی سے چھوٹی تکلیف بھی پہنچے یا چھوٹے سے چھوٹا صدمہ بھی پیش آئے، بس اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے یہ بات کہہ دو، پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتے ہیں اور کیسے تمہارے درجات میں ترقی عطاء فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سوتے وقت کی دعائیں

واذکار

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

سوتے وقت کی دعائیں اوراذکار

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ۔

أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔

آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم وصدق

رسوله النبی الکریم ونحن علی ذٰلك من
الشاهدین والشاکرین والحمدللّٰه ربّ العٰلمین

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! کچھ عرصہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماثور دعاؤں کا بیان چل رہا ہے اور ان میں سے بہت سی دعاؤں کی تشریح اور وضاحت آپ حضرات کے سامنے پچھلے بیانات میں پیش کی گئیں، آج یہ اس سلسلے کی شاید آخری کڑی ہے اور یہ آخری کڑی ان دعاؤں پر مشتمل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے سے پہلے پڑھنا ثابت ہے، آج ان کا تھوڑا سا بیان کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

سونے سے پہلے ''استغفار''

یوں تو سونے سے پہلے ایک مسلمان کے لئے مختصر مختصر بہت سے کام ہیں جن کو انجام دینا بہت مناسب اور ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جب آدمی رات کو بستر پر سونے کے لئے جاتا ہے تو ایک دن کی تمام کارروائیوں کا اختتام بستر پر ہوتا ہے، اس وجہ سے بزرگوں نے فرمایا کہ رات کو سونے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ آدمی سارے دن کی کارروائیوں پر ایک طائرانہ نظر ڈال لے کہ جب آج صبح میں بیدار ہوا تھا، اس وقت سے لے کر سونے تک میں نے کتنے کام کئے، ان میں سے کتنے کام اچھے تھے اور کتنے کام برے تھے، اور

پھر اجمالی طور پر انسان اللہ تعالیٰ سے استغفار کرلے کہ یا اللہ! میں نے آج کا جو دن گزارا ہے، اس میں نہ جانے مجھ سے کتنی غلطیاں ہوئی ہوں گی، نہ جانے کہاں کہاں میرے قدم صحیح راستے سے پھسلے ہوں گے، کہاں کہاں میری نگاہ بہکی ہوگی، کہاں کہاں مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہوگا، اے اللہ! اب میں دن ختم کر رہا ہوں، اس وقت میں آپ سے سارے دن کی خطاؤں کی معافی مانگتا ہوں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ

اگلا دن ملے یا نہ ملے

لہٰذا رات کو سوتے وقت دن بھر کے گناہوں سے توبہ استغفار کرلے، اس لئے کہ رات کی نیند بھی ایک قسم کی چھوٹی موت ہے، آدمی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے، اور نہ جانے کتنے واقعات پیش آتے ہیں کہ آدمی رات کو سویا اور پھر بیدار نہ ہوا، لہٰذا یہ معلوم نہیں کہ اگلا دن ملتا ہے یا نہیں، اگلے دن کے آنے سے پہلے ہی اپنی پچھلی ساری زندگی کا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاف کرلے اور توبہ استغفار کرلے۔

توبہ کا مطلب

توبہ کا مطلب یہ ہے کہ جتنے گناہ یاد آ رہے ہیں، ان پر ندامت کا اظہار کرے اور ان کو آئندہ نہ کرنے کا عزم کرلے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرلے۔ بس یہ کام کرلے تو پھر اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ دن بھر کی جتنی غلطیاں اور کوتاہیاں اور گناہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف

فرمادیں گے۔

سوتے وقت کی دو دعائیں

سوتے وقت پہلی دعا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَحْيٰى وَبِكَ اَمُوْتُ اے اللہ! میں آپ ہی کے نام سے زندہ ہوں اور آپ ہی کے نام سے مروں گا۔ اس کے بعد ایک دوسری دعا سونے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت ہے، وہ بہترین دعا ہے وہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَ اَنْتَ تَوَفَّاهَا لَكَ مَمَاتُهَا وَ مَحْيَاهَا اِنْ اَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ وَاِنْ اَمَتَّهَا فَاغْفِرْلَهَا وَ اَرْحَمْهَا

یہ لمبی دعا ہے لیکن مسنون دعاؤں کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے، یاد کر لینے سے انشاء اللہ یاد ہو جائے گی۔ اور جب تک اس دعا کے عربی الفاظ یاد نہ ہوں، اس وقت تک اردو ہی میں یہ دعا مانگ لی جائے، انشاء اللہ اس کا بھی فائدہ ہوگا۔

نیک بندوں کی طرح زندگی کی حفاظت

اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ! آپ ہی نے مجھے پیدا کیا اور آپ ہی مجھے موت دیں گے، یعنی زندگی بھی مجھے آپ ہی کے ذریعہ حاصل ہوئی اور زندگی کا خاتمہ بھی آپ ہی کے ذریعہ ہوگا۔ میری زندگی اور موت سب آپ کے ہاتھ میں ہے، اے اللہ! اگر آپ مجھے دوبارہ زندہ کریں، یعنی سونے کے

بعد دوبارہ بیداری عطاء فرمائیں تو پھر میری اسی طرح حفاظت کریں جس طرح آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی میں سونے کے لئے جا رہا ہوں، یہ بھی عارضی موت ہے اور کچھ پتہ نہیں کہ دوبارہ بیدار ہوں گا یا نہیں، لیکن اگر آپ نے مجھے دوبارہ زندگی عطاء فرمائی تو وہ زندگی اسی وقت فائدہ مند ہے جب آپ مجھے اس طرح اپنی حفاظت میں لے لیں جس طرح آپ اپنے نیک بندوں کو حفاظت میں لیتے ہیں۔

فاسقوں اور فاجروں کی حفاظت کیوں؟

کیونکہ حفاظت تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ فاسقوں اور فاجروں کی بھی کرتے ہیں، کافروں اور غیر مسلموں کی بھی حفاظت کرتے ہیں، چنانچہ اس حفاظت کی وجہ سے بعض اوقات شبہ ہوتا ہے کہ جو لوگ کافر ہیں اور فاسق و فاجر ہیں، وہ دنیا میں خوب پھل پھول رہے ہیں، اگر ان کو دنیا میں کوئی خطرہ پیش آتا بھی ہے تو وہ اس خطرہ سے نکل آتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ دنیا علیم وحکیم کا کارخانہ ہے، جس کا کہنا یہ ہے کہ:

ماپروریم دشمن و مامیکشیم دوست
کس راچراوچوں نہ رسد در قضاءِ ما

یعنی بعض اوقات ہم دشمن کو پالتے ہیں اور اس کو پروان چڑھایا جاتا ہے اور اس کو ڈھیل دی جاتی ہے اور دوست کو مار دیا جاتا ہے۔

کافروں کو ڈھیل دی جاتی ہے

دیکھئے! بڑے بڑے کافر، فرعون، نمرود، ہامان، قارون، جنہوں نے ”انا

ولا غیری'' کے نعرے لگائے، لیکن اس کے باوجود ایک عرصہ دراز تک اللہ تعالیٰ نے ان کی رسی دراز کی اور ان کو ڈھیل دی اور ان کی حفاظت کرتے رہے، جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو آروں سے چروا دیا گیا۔ لیکن یہ سب کام انہی کی حکمت سے ہو رہے ہیں، دشمنوں کو ایک وقت تک ڈھیل دی جاتی ہے، جب وہ وقت آ جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ پکڑ لیتے ہیں، فرعون نے ایک وقت تک خدائی کے دعوے کئے، لوگوں پر ظلم وستم کے شکنجے کسے، لیکن بالآخر اس کا یہ انجام ہوا کہ سمندر میں غرق ہوا۔

اچانک ان کی گرفت ہوگی

لہٰذا حفاظت تو ان کافروں کی بھی ہو رہی ہے اور دشمنوں کی بھی ہو رہی ہے، چنانچہ آج کے حالات کو دیکھ لیں کہ کس طرح عالم اسلام ابتری کا شکار ہے اور دشمنانِ اسلام نے بظاہر قوت حاصل کی ہوئی ہے اور برتری حاصل کئے ہوئے ہیں اور ان کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ لیکن یہ حفاظت ایک وقت تک ہوگی، جب اللہ تعالیٰ ان کو پکڑنے کا ارادہ فرمائیں گے تو اچانک سخت گرفت میں پکڑ لیں گے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (سورۃ البروج)

یعنی تیرے پروردگار کی گرفت بڑی سخت ہے۔

سامری کی پرورش حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ

آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک ''سامری'' جادوگر تھا جو کافر تھا اور جس نے ایک بچھڑا بنا کر لوگوں کو کہا کہ اس

کی پوجا کرو، اس ''سامری'' کی پرورش کا بھی عجیب وغریب واقعہ ہے، وہ یہ کہ چونکہ یہ بھی بنی اسرائیل میں سے تھا، اور فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کے قتل کا حکم دیدیا تھا، اس لئے جب یہ پیدا ہوا تو اس کی ماں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرح اس کو تابوت میں رکھ کر دریا میں یہ سوچ کر ڈال دیا تھا کہ اگر اس کی زندگی ہوگی تو بچ جائے گا، ورنہ کم از کم میری آنکھوں کے سامنے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ دریا میں ایک تابوت کے اندر ایک بچہ ہے، اس کو نکالو اور پہاڑ کی چوٹی پر جو غار ہے، اس کے اندر رکھ دو، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کو اٹھا کر غار کے اندر رکھ دیا، اور پھر اس کی اس طرح پرورش کی روزانہ دودھ اور شہد لاکر اس کو چٹایا کرتے تھے، اس ''سامری'' کا نام بھی موسیٰ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے ذریعہ

جس موسیٰ کی پرورش حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کی وہ تو اتنا بڑا بت پرست نکلا کہ بنی اسرائیل کے اندر بت پرستی کا بانی بن گیا، جبکہ دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ذریعہ کرائی، فرعون کے گھر میں جس موسیٰ کی پرورش ہوئی وہ پیغمبر بنے اور جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ جس موسیٰ کی پرورش ہوئی وہ کافر ہوا اور بت پرست ہوا۔ یہ دنیا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کا کارخانہ ہے، کسی انسان کی عقل اور فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی بات کو ایک عربی شاعر نے ایک شعر میں اس طرح بیان کیا

ہے کہ:

وَ مُوْسَی الَّذِی رَبَّاہُ جِبْرَئِیْلُ کَافِرٌ
وَ مُوْسَی الَّذِی رَبَّاہ فِرْعونُ مُرْسَلٌ

یعنی وہ موسیٰ جس کی پرورش جبرئیل علیہ السلام نے کی، وہ کافر نکلا اور وہ موسیٰ جس کی پرورش فرعون نے کی، وہ رسول بنا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا کارخانہ ہے۔

سوتے وقت حفاظت کی دعا کرنا

بہرحال! اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق حفاظت تو کافروں اور فاسقوں اور فاجروں کی بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا سوتے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ:

اے اللہ! جب میں بیدار ہوں تو میری حفاظت فرمایئے، لیکن جیسے آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں اس طرح حفاظت فرمایئے۔

یعنی جب میں صبح کو بیدار ہوں اور زندگی کے کارزار میں داخل ہوں تو پھر میری حفاظت فرمایئے کہ میرے قدم گناہ کی طرف نہ بڑھیں اور معصیت کی طرف نہ بڑھیں بلکہ آپ کی اطاعت کی طرف بڑھیں۔

اگر موت آجائے تو مغفرت

آگے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ:

وَاِنْ اَمَتَّھَا فَاغْفِرْ لَھَا وَارْحَمْھَا۔

یعنی اے اللہ! اگر میرے مقدر میں یہ ہے کہ اس نیند کے بعد میں بیدار نہ ہوں بلکہ مجھے موت دینی مقصود ہے تو اے اللہ! میری مغفرت فرمایئے اور مجھ پر رحم فرمایئے۔ لہٰذا رات کو سوتے وقت زندگی اور موت دونوں کے بارے میں یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمادی۔ بتایئے! اگر انسان کی یہ دعا قبول ہو جائے یعنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت مل جائے، اور مرنے کے بعد مغفرت اور رحمت مل جائے۔ اور اس کو کیا چاہئے۔

سوتے وقت کے دوسرے اذکار

روایات میں آتا ہے کہ اگر انسان رات کو سوتے وقت سورۃ بقرہ کے آخری رکوع اور سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی تلاوت کرلے تو یہ بھی بڑی فضیلت کی چیز ہے۔ اس کے علاوہ رات کو سوتے وقت سورۃ ملک کی تلاوت کرنا ایسا عمل ہے جو انسان کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ توبہ اور استغفار کرلے۔ اور آخری دعا جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دعا کے بعد کوئی اور کلمہ زبان سے نہ نکالے بلکہ دعا کے بعد فوراً سو جائے، یہ وہ دعا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو تلقین فرمائی کہ جب تم رات کو سوتے وقت بستر پر داہنی کروٹ پر لیٹو تو اس وقت یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَ وَجَّهْتُ
وَجْهِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَ اَلْجَاْتُ
ظَهْرِیْ اِلَیْكَ لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجَاً مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ

اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

اے اللہ! میں نے اپنی جان آپ کے حوالے کردی اور میں نے اپنا چہرہ آپ کی طرف کردیا اور میں نے اپنے سارے معاملات آپ کے سپرد کردئے۔

تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد

دیکھئے! انسان کے ساتھ ہزاروں حاجتیں اور ہزاروں ضرورتیں لگی ہوئی ہیں، چنانچہ سوتے وقت بھی اس کے دماغ میں یہ خیالات آتے ہیں کہ کل کو کیا ہوگا؟ کس طرح کماؤں گا؟ پیسے کہاں سے آئیں گے؟ بچوں کا کیا ہوگا؟ اس طرح کے بہت سے خیالات انسان کے دل پر مسلّط ہوتے ہیں، لیکن اب رات کا وقت ہے، سونے کے لئے بستر پر لیٹا ہوا ہے، کچھ نہیں کرسکتا، اس لئے اس وقت یہ دعا کرلو کہ اے اللہ! میں نے اپنے سارے معاملات آپ کے سپرد کردئے، جو واقعات مجھے کل پیش آنے ہیں، وہ سب آپ کے سپرد ہیں، اے اللہ! ان میں آپ میرے لئے بہتری پیدا فرمادیجئے۔

بیداری کے آخری الفاظ

آگے فرمایا کہ:

> اے اللہ! میں نے اپنی پشت آپ کے آگے رام کر دی، اے، اللہ! میں اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو آپ نے نازل کی ہے۔ یعنی قرآن کریم، اور جو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دنیا میں بھیجے، میں ان پر
ایمان لاتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ الفاظ تمہاری بیداری کے آخری الفاظ ہونے چاہئیں، اس کے بعد سو جاؤ اور زبان سے کوئی کلمہ نہ نکالو۔ تو اس کے نتیجے میں انشاء اللہ یہ ساری نیند بھی نور اور عبادت بن جائے گی اور اگر اس حالت میں موت آ گئی تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ سیدھے جنّت میں لے جائیں گے۔

اگر نیند نہ آئے تو یہ پڑھے

اگر آدمی سونے کے لئے بستر پر لیٹ گیا اور اس کو نیند نہیں آ رہی ہے تو اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَأَتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ
حَیٌّ قَيُّوْمٌ لَاتَاْخذك سِنَةٌ وَّلَانَوْمٌ۔ یاحَیُّ
یاقَیُّوْمُ اِهْدِئْ لَيْلِی وَاَنِمْ عَيْنِی۔

یا اللہ! ستارے چھپ گئے اور آنکھیں پرسکون ہو گئیں،
آپ حیّ و قیوّم ہیں۔ آپ کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند،
اے حیّ و قیوّم میری رات کو پرسکون بنا دیجئے اور میری
آنکھ کو نیند عطاء فرما دیجئے۔

یہ کلمات پڑھ لوگے تو ان کلمات کی برکت سے اللہ تعالیٰ شیاطین کے شر سے

محفوظ فرمائیں گے۔

بہر حال! یہ چند اعمال اور چند دعائیں سوتے وقت کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اختتامی کلمات

ادعیہ ماثورہ کا بیان جو کافی عرصہ سے چل رہا ہے، اب میں اس کو ختم کرتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی دی تو اب دوسرے موضوعات پر بیان کروں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سے لے کر شام تک کی زندگی میں قدم قدم پر ہمارا رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے رابطہ مستحکم کرنے کے لئے یہ مسنون دعائیں تلقین فرمائیں، ان میں سے ہر ہر دعا ایسی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو دنیا و آخرت میں انسان کا بیڑہ پار ہو جائے۔ اس لئے ہر مسلمان کو ان دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے اور ان کو یاد کرنے کی فکر کرنی چاہئے اور صحیح وقت پر ان دعاؤں کو دھیان کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دعاؤں کے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ